عمران سیریز

جلد نمبر
7

قاصد کی تلاش

22 - قاصد کی تلاش

23 - رائی کا پربت

24 - پاگل کتے

ابن صفی

پیشرس

عمران کا بائیسواں کارنامہ ملاحظہ فرمائیے!.... اور یقین کیجئے کہ یہ جملہ لکھنے کے بعد تقریباً آدھے گھنٹے تک دوسرے جملے کا انتظار کرنا پڑا ہے۔ پیشرس لکھتے وقت ہمیشہ میرا قلم لنگڑانے لگتا ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھا جائے... دشواری یہ آپڑی ہے کہ اب آپ نے پیشرس کے دلچسپ ہونے پر بھی زور دینا شروع کر دیا ہے.... ہو سکتا ہے کچھ دنوں بعد فرمائیں کہ کتاب کا پہلا اور دوسرا صفحہ بھی دلچسپ ہونا چاہئے، وہ بڑی کٹھن منزل ہوگی۔ آپ خود سوچئے کہ میں اُن دونوں صفحات کو کیسے دلچسپ بنا سکوں گا، مگر نہیں ٹھہریئے! یہ کوشش کروں گا.... مثلاً (پہلا صفحہ)

☆ عمران سیریز کا فلاں تحیر خیز اور قہقہہ انگیز ناول... مزہ نہ آئے تو ایمان دھرم سے لکھ دینے پر آدھی قیمت واپس۔

☆ خدا کی قسم اس ناول کا نام "قاصد کی تلاش" ہے۔

☆ مصنف ابن صفی (بی اے) کے دم چھلے سمیت.... خدا رحم کرے اس ذہنیت پر،

☆ دفتر اس کھیت میں پایا جاتا ہے جہاں آدمیوں کی کاشت ہوتی ہے، مزید آسانیوں کے لئے قبرستان بھی قریب ہے۔

(دوسرا صفحہ)

☆ جملہ حقوق بالکل محفوظ ہیں.... اگر یقین نہ آئے تو دفتر آکر زبانی پوچھ جایئے۔ آمد و رفت کا کرایہ ہمارے ذمہ۔

☆ بھارت میں حقوق اشاعت عباس حسینی صاحب کے نام ہیں یقین نہ آئے تو انہیں ایک بیرنگ خط بھیج کر دریافت کر لیجئے اور اس وقت تک بیرنگ

خطوط بھیجتے رہیئے جب تک جواب نہ آجائے۔

☆ خدا کو حاضر ناظر جان کر کہا جاتا ہے کہ اس ناول کے نام، مختلف کردار اور کہانی سے تعلق رکھنے والے اداروں کے نام قطعی فرضی ہیں اگر اس حلفیہ بیان پر آپ کو یقین نہ آئے تو صبر کیجئے۔

☆ قیمت ایک روپیہ سے ایک پیسہ کم نہ ہوگی۔ بھنی کا پہرہ ہے بور نہ کیجئے۔

☆ زر سالانہ مع رجسٹری خرچ مبلغ گیارہ روپے (لائبریریوں سے مبلغ پانچ روپے زائد یعنی سولہ روپے کیونکہ لائبریری والے ایک روپیہ سے نہ جانے کتنے روپے بنا لیتے ہیں۔

☆ ممالک غیر سے سترہ شلنگ (ہمیں نہیں معلوم کہ ایک روپے میں کتنے شلنگ ہوتے ہیں اللہ کے بھروسے پر سترہ شلنگ لکھ دیئے جاتے ہیں۔)

☆ بیچارے ابن صفی پرنٹر پبلشرز (شامت اعمال سے) نے دفتر سے فلاں پریس تک کئی روز جوتیاں چٹخانے کے بعد بہزار دقت چھپوایا اور فلاں فلاں مقام سے رو رو کر شائع کیا.... رویا اس لئے کہ ہر جزو کا ایک آدھ صفحہ ضرور اڑا ہوا نظر آیا۔ پریس والوں سے شکایت کی تو بولے کہ کتابت درست نہیں تھی۔ کاتب سے کہئے کہ گاڑھی روشنائی استعمال کرے، کاتب تک ان کا پیغام پہنچایا تو بڑی حیرت سے بولے کہ ارے آپ اس پریس میں چھپواتے ہیں وہاں تو ساری مشینیں چوپٹ ہیں، میں اتنی گاڑھی روشنائی استعمال کرتا ہوں کہ اگر آپ کے چہرے پر اس کا پلاسٹر کر دیا جائے تو کم از کم چھ ماہ تک آپ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں۔

بس ختم کرتا ہوں، اس پیشرس کو اپنا سر پیٹ کر، خدا آپ کو بھی صبر کی قوت عطا فرمائے۔ آمین۔

ابن صفی

۲۰ راگست ۱۹۵۷ء

ستار ہی بج رہا تھا... روشی کا پسندیدہ ساز.... اس کا خیال تھا کہ مشرقی سازوں میں ستار سے بہتر اور کوئی نہیں ہے لیکن وہ اس وقت ایسا بُرا منہ بنائے بیٹھی تھی جیسے اسے کسی قسم کی سزا دی گئی ہو۔

بجانے والا کوئی ایرا غیرا نہیں تھا.... بلکہ وہ شخص تھا جو بجانے کے ساتھ ساتھ نچانا بھی جانتا تھا.... تگنی کا ناچ.... لیکن فی الحال وہ صرف ستار بجا رہا تھا اور روشی بیٹھی بسور رہی تھی۔

یہ عمران تھا.... ستار پر اس کی انگلیاں بجلی کی طرح کوندتی پھر رہی تھیں لیکن وہ نغمہ جو اس کے تاروں سے منتشر ہو رہا تھا اس سے یا تو بھینس محظوظ ہو سکتی تھی یا مینڈکوں کو اس پر حال آسکتا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ بطخیں بھی اسے پسند کر نکلتیں لیکن روشی نہ تو بھینسوں کی طرح جگالی کر سکتی تھی نہ مینڈکوں کی طرح برسات کی راتیں حرام کر سکتی تھی اور نہ بطخوں کی طرح انڈے دے سکتی تھی۔ البتہ یہ ضرور کر سکتی تھی کہ عمران سے ستار چھین کر اسی کے سر پر توڑ دیتی۔

"ارے بند کرو.... ورنہ میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گی۔" وہ دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر چیخی۔

عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں ستار رکھ دیا اور دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔

دروازہ اتنی بدحواسی کے ساتھ بند کیا جیسے مویشیوں کے اندر گھس آنے کا خدشہ رہا ہو۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے خوفزدہ انداز میں روشی سے پوچھا۔

"کیا ٹھیک ہے۔"

"بند کر دیا۔"

"میں نے ستار بند کرنے کو کہا تھا۔"

"اس میں دروازے نہیں ہیں۔" بہت سادگی سے جواب دیا گیا۔

"کیا میں یہاں نہ آیا کروں۔" روشی نے جھلا کر کہا۔

"آیا کرو۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"یہ تم ستار کیوں خرید لائے ہو۔"

"سلیمان" عمران نے ہانک لگائی اور سلیمان پہلی ہی آواز پر کمرے میں تھا۔

"ابے میں یہ ستار کیوں خرید لایا ہوں۔" عمران نے غصیلی آواز میں کہا۔

"میں کیا جانوں جناب۔"

"ہائیں.... پھر کون جانے گا.... اب کیا میں راہگیروں سے پوچھتا پھروں کہ ستار نے مجھے کیوں خریدا تھا۔"

"میم صاحب کو سنانے کے لئے خریدا تھا۔" سلیمان نے روشی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا بکتا ہے۔" روشی دھاڑی۔

"مر گیا بے موت۔" سلیمان ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑایا۔ پھر یک بیک اچھل کر بولا۔

"آہا.... صاحب اب یہاں مکھیاں نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"جب یہاں مکھیاں تھیں تو آپ ستار نہیں بجاتے تھے۔"

"پتہ نہیں کیا بک رہا ہے۔" عمران نے روشی کی طرف دیکھ کر حیرت سے کہا۔

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے جھپٹ کر ریسیور اٹھا لیا.... سلیمان تو گھنٹی بجتے ہی کھسک گیا تھا اور روشی ستار کے تار ڈھیلے کرنے لگی تھی۔

"بلیک زیرو سر۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کیا خبر ہے۔"

"بہت بُری خبر جناب۔ سوٹ کیس میں کاغذات کی بجائے ایک نوزائیدہ بچے کی لاش تھی۔"

"سوٹ کیس کس نے کھولا تھا۔"

"دفتر خارجہ میں کھولا گیا تھا۔"

"میں پوچھ رہا ہوں کس نے کھولا تھا اور جب کھولا گیا تھا تو وہاں کون کون موجود تھا۔"

"اسسٹنٹ سیکریٹری مسٹر صدیقی نے کھولا تھا۔ ان کے علاوہ وہاں اور کوئی موجود نہیں تھا۔"

"لیکن تمہیں اس کی اطلاع کیسے ہوئی۔"

"دفتر خارجہ میں ہر ایک کی زبان پر یہ کہانی ہے۔"

"ہوں.... اچھا.... اب تم کسی طرح وہ سوٹ کیس حاصل کرنے کی کوشش کرو.... مگر دیکھو.... اگر یہ کہانی اخبارات میں نہ آنے پائے تو بہتر ہے۔"

"کوشش کروں گا جناب۔"

"تم کیا کوشش کرو گے۔ ٹھہرو.... یہ بتاؤ کہ واقعہ کتنی دیر پہلے کا ہے۔"

"میرے خیال سے اسے پانچ یا چھ گھنٹے ہو چکے ہیں۔"

"بہت دیر ہو گئی.... اچھا دیکھو شام کے سارے اخبارات جس منزل میں بھی ہوں، انہیں وہیں رکوا دو۔ لیکن ایسا کرنے سے پہلے یہ ضرور معلوم کر لینا کہ یہ خبر ان میں آ گئی ہے یا نہیں۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"عمران نے سلسلہ منقطع کر کے وزارت خارجہ کے سیکریٹری سر سلطان کے نمبر ڈائیل کئے۔"

"ہیلو" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"سر سلطان سے کنکٹ کرو۔" عمران نے کہا۔

"ہولڈ آن کیجئے۔"

عمران ریسیور اٹھائے سر سلطان کا منتظر رہا۔

"ہیلو...." کچھ دیر بعد آواز آئی۔

"میں عمران ہوں جناب۔"

"اوہ.... کیوں.... ہاں بھئی.... کیا یہ اسی سوٹ کیس کا قصہ ہے۔"

"جی ہاں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر یہ بات مشہور کیوں کی گئی۔"

"صدیقی کی حماقت اور کیا کہوں۔"

"اب آپ براہِ کرم اس خبر کے لئے پریس کو سنسر کیجئے۔ شام کے اخبارات میں اگر یہ خبر آنے والی ہو تو انہیں پریس سے باہر ہی نہ نکلنے دیجئے۔"

"اچھی بات ہے۔ اچھی بات ہے لیکن اس خبر کو پھیلنے سے روکا ہی کیوں جائے۔"

"میں اس کیس پر کام کر رہا ہوں۔ اس لئے اس کی تشہیر پسند نہیں کروں گا۔ کیونکہ ایسے معاملات کی شہرت اکثر کھیل بگاڑ دیتی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ یہ خبر اخبارات میں نہیں آنے پائے گی۔ میں ابھی اعلان کرائے دیتا ہوں۔"

"اعلان" عمران نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"ہاں بھئی۔ کیا اس کے علاوہ بھی کوئی اور صورت ہو سکتی ہے۔"

"اعلان تو صرف اتنا ہی ہو گا کہ وزارتِ خارجہ سے تعلق رکھنے والی کوئی خبر نہ چھاپی جائے۔"

"ہاں.... آں۔"

"نہیں بلکہ محکمہ کا ایک نمائندہ خصوصیت سے اس کو نوٹ کرے کہ یہ خبر مقامی رپورٹروں کے توسط سے اخبارات تک پہنچی ہے یا کوئی بڑی نیوز ایجنسی اس کی ذمہ دار ہے۔"

"مگر تم چاہتے کیا ہو۔"

"کئی باتیں.... پھر اطمینان سے بتاؤں گا۔ فی الحال آپ اتنا کرا دیجئے۔"

"اچھا۔"

سلسلہ دوسری طرف سے منقطع کر دیا گیا۔ عمران ریسیور رکھ کر ہٹ آیا۔

"کیا قصہ ہے۔" روشی نے پوچھا۔

"قصہ وہی ہے جو حاتم طائی نے شہزادی نورالزماں کو سنایا تھا.... اور قصہ کی نحوست نے نورالزمان کی شہزادہ زہر مہرہ خطائی سے طلاق دلوا دی تھی.... لہٰذا تم نہ سنو تو بہتر ہے۔"

"بتاؤ۔ ورنہ میں یہ ستار تمہارے سر پر پٹخ دوں گی۔"

"پہلی پٹخنی میں طبلے کی صدا آئے گی اور اس کے بعد میں باقاعدہ طور پر گانا بھی شروع کر دوں گا۔ چلو شروع ہو جاؤ۔"

"اچھی بات ہے اب مجھ سے کوئی کام لو گے نا۔"

"آہم.... ٹھہرو.... میں کیا بتاؤں سن کر افسوس کرو گی.... خیر سنو.... وزارتِ خارجہ

کے دفتر میں ایک سوٹ کیس سے نوزائیدہ بچے کی لاش برآمد ہوئی ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"اچھا بس اب خاموش رہو، قصہ سناتا ہوں تو وہ بکواس ہو جاتی ہے۔ ذرا مجھے یہ تو بتاؤ کہ ایک عورت کم از کم کتنے بچے جنتی ہو گی۔"

"کسی بچہ جننے والی عورت سے پوچھو۔"

"میرا خیال ہے کہ دنیا کی ہر عورت کم از کم آٹھ بچے ضرور جنتی ہو گی۔"

"ختم کرو میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔"

"میں دراصل ایک بزنس کے امکانات پر غور کر رہا تھا۔ یہ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم بے کار بنائے جارہے ہیں، اس کا مقصد یہی ہے کہ دنیا کی آبادی کم کی جائے، میں کہتا ہوں اگر آبادی کم ہی کرنی ہے تو کوئی عورت مار ڈی۔ڈی۔ٹی کیوں نہ ایجاد کی جائے۔"

"خاموش رہو۔"

"نہیں مجھے کہنے دو۔ میں اس وقت بہت اداس ہوں۔ مجھے اپنے ایک دوست کی پریشانیاں یاد آرہی ہیں۔ اس بیچارے کا کہنا ہے کہ جب رات کو بستر پر لیٹتا ہوں تو ایک طرف سے مچھر کان کھاتے ہیں اور دوسری طرف سے بیوی.... مچھروں کو فلٹ مار کر بھگاتا ہوں۔ لیکن بیوی کو کیا کروں.... مجھے تین دن کے اندر اندر اس کے لئے بھی کوئی تدبیر بتاؤ۔ ورنہ میں تمہاری شادی بھی کرادوں گا۔ روشی ڈیئر ٹھیک اسی وقت میں نے سوچا تھا کہ کوئی عورت مار ڈی۔ڈی۔ٹی یا فلٹ کیوں نہ ایجاد کیا جائے۔ ایسی دوکان چلے گی کہ کیا بتاؤں.... ہپ.... تمہارا کیا خیال ہے۔"

روشی کوئی جواب دیئے بغیر اٹھی اور دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

عمران اپنا داہنا گال کھجاتا ہوا کچھ سوچ رہا تھا.... کچھ دیر بعد اس نے پھر ریسیور اٹھایا اور جولیانافٹز واٹر کے نمبر ڈائیل کئے۔

"ہیلو" دوسری طرف سے آواز آئی۔ بولنے والی جولیا ہی تھی۔

"ایکس ٹو۔"

"یس سر"

"سینٹ لارنس کالونی میں ایک عمارت ہے ڈیکن لاج اس کے مکینوں کی تفصیل درکار ہے۔"

"بہت بہتر جناب۔ کیا یہ کوئی کیس ہے۔"

"نہیں" عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "میں بدصورت عورتوں کی مردم شماری کرا رہا ہوں۔"

"معاف کیجئے گا جناب۔" جولیا کی سہمی ہوئی آواز آئی۔

"دو گھنٹے بعد مجھے اطلاع ملنی چاہئے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

عمران نے ریسیور رکھ کر ہینگر سے کوٹ اُتارا اور پھر پانچ منٹ کے اندر ہی وہ باہر جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اسی دوران میں روشی بھی اندر سے آگئی تھی۔

"تم آج آفس کیوں نہیں گئیں۔"

"کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ میں نے استعفیٰ دے دیا ہے۔"

"ہائیں یہ کب اور کیوں؟"

"پرسوں" روشی نے لاپرواہی سے کہا۔ "ایک آفیسر صاحب مجھ پر بہت زیادہ مہربان ہو گئے تھے۔ پرسوں فرمانے لگے کہ میں اکثر تمہیں خواب میں دیکھتا ہوں۔"

"چچ چچ...." عمران نے سر ہلا کر افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "اب تم لوگوں کو خواب میں بھی نظر آنا پسند نہیں کرتیں۔ مجھے دیکھو کہ میں آج کل سرمہ لگا کر سوتا ہوں کہ کبھی تو صاف نظر آؤ۔"

"تم کہاں جا رہے ہو۔"

"میں.... پتہ نہیں۔"

"مجھے بھی پتہ نہیں ہے کہ اس وقت کہاں جاؤں گی۔ لہٰذا کیوں نہ ہم ساتھ ہی چلیں۔"

"تم نے استعفیٰ دے کر بہت ہی بُرا کیا ہے۔"

"چلو.... نکلو" روشی نے اُسے دھکا دیا۔



عمران نے کار ایک گلی میں موڑ دی۔ روشی نے جھلا کر کہا۔ "یہ کہاں لے آئے۔"

"یہ مفلسوں کی ٹھنڈی سڑک ہے۔" عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔

روشی ناک سکوڑے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ یہ ایک گندی سی گلی تھی نیچے جگہ جگہ دلدلیں سی نظر آ رہی تھیں اور عمران کی نئی کار بالکل تباہ ہوتی جا رہی تھی اس نے ابھی حال ہی میں اپنی دقیانوسی ٹوسیٹر کا پیچھا چھوڑا تھا اور یہ گاڑی خریدی تھی۔

"دیکھو.... ذرا.... تم یہ شال اپنے اوپر ڈال لو اور کچھ اس انداز سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاؤ جیسے تم سے بیٹھا نہیں جا رہا۔ چہرے پر نقاہت کے آثار بھی ہونے چاہئیں۔"

"کیا مطلب" روشی نے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم ایک شاندار ایکٹریس ہو۔ میں نے تمہیں بارہا آزمایا ہے، کیا اس وقت تم ایک ایسی عورت کی ایکٹنگ نہیں کر سکتیں جو دو چار گھنٹے بعد ماں بننے والی ہو۔"

"میں تھپڑ مار دوں گی۔"

"چلو تھپڑ بھی مار دینا.... مجھے منظور ہے، لیکن اس وقت یہی کرو، جو میں کہہ رہا ہوں۔"

"نہیں یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔"

"پھر کیا ہوگا تم سے.... نہ تم سے ملازمت ہو سکتی ہے، نہ بچے پیدا کر سکتی ہو.... نہ....!"

"میں سچ کہتی ہوں گھونسہ رسید کر دوں گی منہ پر....!"

"رسید کر دو.... مگر تم سے اتنا نہیں ہو سکے گا۔ یہ بہت ضروری ہے۔ روشی۔ تم میرا داہنا ہاتھ ہو اور تم سے زیادہ چالاک عورت آج تک میری نظروں سے نہیں گذری۔"

"جولیانا فٹز واٹر۔"

"ارے وہ تو بالکل گاؤدی ہے۔ تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔"

"پھر اسے کیوں رکھ چھوڑا ہے۔"

"سر سلطان نے رکھا، میں نے چھوڑا ہے۔ اکیلے میں نے نہیں رکھ چھوڑا۔ شاباش جلدی کرو، ورنہ سارا کھیل بگڑ جائے گا۔"

روشی نے طوعاً و کرہاً شال اپنے اوپر ڈال لیا اور پھر عمران اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ حقیقتاً کوئی ایسی ہی عورت معلوم ہونے لگی تھی، جو عنقریب ماں بننے والی ہو۔

"یا خدا۔" عمران بڑبڑایا۔ "یہ سفر جلد ختم کر دے ورنہ میں اس عورت کو گاڑی سے دھکیل دوں گا۔"

"گدھے.... الو.... سور....!" روشی جھینپے ہوئے انداز میں کہتی ہوئی سیدھی بیٹھ گئی۔

"ارر.... یہ کیا...." عمران بوکھلا کر بولا۔ "یہ کیا کر رہی ہو۔ پھر ویسی ہی ہو جاؤ۔ خدا کے لئے میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔"

"نہیں"

"یہ ایک بہت بڑا کیس ہے روشی.... بہت اہم۔"

"تو پھر تم مجھے غصہ کیوں دلاتے ہو۔"

"اب نہیں دلاؤں گا۔" عمران جلدی سے بولا۔ "اسی پوزیشن میں بیٹھ جاؤ۔"

روشی پھر اسی طرح بیٹھ گئی اور عمران نے اپنے ہونٹ مضبوطی سے بند کر لئے۔ بعض اوقات وہ حقیقتاً غیر ارادی طور پر بکواس کرنے لگتا تھا۔

ایک جگہ اس نے کار روک دی۔ بائیں جانب ایک دروازے پر ایک بوڑھی سی عورت کھڑی تھی۔ عمران نے اشارے سے اسے قریب بلایا اور آہستہ سے پوچھا "مائی جگو ہے۔"

"جی ہاں صاحب" وہ روشی کو گھورتی ہوئی بولی۔

"خدا کے لئے اسے فوراً بھیج دو۔" عمران نے عورت کے ہاتھ پر دس کا نوٹ رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہارا انعام ہے اسے مجبور کرنا وہ میرے ساتھ چلی جائے۔ یہ ایک بہت بڑے گھرانے کی لڑکی ہے۔"

"مطمئن رہو صاحب۔" عورت سر ہلا کر بولی۔ "میں اسے ابھی بھیجتی ہوں۔ مگر جانا کہاں ہوگا؟"

"ارے جگہ بھی وہی بتائے گی۔ اگر میں جگہ کا انتظام کر سکتا ہوتا تو اسے ایسی حالت میں ساتھ لئے کیوں پھرتا۔ مجھے یہی بتایا گیا ہے کہ مائی جگو جگہ کا بھی انتظام کر دیتی ہے۔"

"تب تو بہت خرچہ ہوگا صاحب۔"

"کتنا.... ہزار.... دو ہزار.... چار ہزار....!"

"بس بس ٹھیک ہے۔ سب ہو جاتا ہے۔ میں جگو کو ابھی بھیجتی ہوں۔"

عمران نے کنکھیوں سے روشی کی طرف دیکھا، اس کی حالت میں کوئی فرق نہیں تھا۔ وہ اونگھتی ہوئی سی معلوم ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ بوڑھی عورت ایک دوسری عورت کے ساتھ واپس آئی۔ دوسری عورت

بھی معمر ہی تھی۔ لیکن اس کی صحت بہت اچھی تھی۔ اس کے جسم پر ہلکے نیلے رنگ کی ساری اور زرد رنگ کا بلاؤز تھا اور آنکھوں پر موٹے فریم کی عینک، وہ صورت سے تعلیم یافتہ اور باسلیقہ بھی معلوم ہوتی تھی۔

"اوہ.... بہت بہت شکریہ۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔ "پچھلی سیٹ پر بیٹھ جائیے۔ میں بے حد شکر گزار ہوں۔"

آنے والی عورت نے ایک اچٹتی سی نظر روشی پر ڈالی اور پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔

پھر کار حرکت میں آئی ہی تھی کہ باہر کھڑی ہوئی عورت نے دانت نکال کر کہا۔ "میرا انعام نہ بھولئے گا صاحب۔"

"اوہ.... کبھی نہیں۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔

"تھرٹی سکستھ کالونی لے چلئے جناب۔" پچھلی نشست پر بیٹھی ہوئی عورت نے کہا۔

"اچھا" عمران نے جواب دیا۔

دفعتاً روشی آہستہ سے کراہی اور عمران بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ یہ.... یہ.... کراہ رہی ہے۔

"فکر نہ کیجئے۔" عورت نے جواب دیا۔

اور عمران نے دل ہی دل میں دعا مانگی۔ اے مالک کونین مجھے ایسی فکروں سے ہمیشہ بے نیاز رکھیو۔

تھرٹی سکستھ کالونی میں پہنچ کر عورت نے ایک طرف کار موڑنے کو کہا پھر شائد دو تین منٹ بعد کار ایک چھوٹی سی خوبصورت عمارت کے سامنے رک گئی۔

"آپ انہیں لائیے جناب" عورت نے نیچے اترتے ہوئے کہا۔ پھر وہ عمارت کی طرف چلی گئی۔ صدر دروازہ مقفل تھا۔ عورت نے قفل کھولا اور ان کا انتظار کئے بغیر اندر چلی گئی۔

"اتریئے محترمہ۔" عمران نے بسور کر روشی سے کہا۔ "اگر آپ اس قابل ہوں۔"

"تم آخر کیا کر رہے ہو۔"

"بس دیکھتی جاؤ۔ آؤ۔ اترو۔ جلدی کرو۔ اگر اس نے عمارت کے باہر ہی اس فراڈ کا اندازہ کر لیا تو تھوڑی دشواری پیش آئے گی۔"

روشی کار ہی میں شال پھینک کر نیچے اتر آئی اور وہ دونوں تیزی سے عمارت میں گھستے چلے گئے۔

عمران نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ وہ راہداری ہی میں تھے کہ عورت سے مڈ بھیڑ ہو گئی اور عورت روشی کو برابر گھورے جا رہی تھی۔ اس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا اور آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

"ہاں مائی جگو۔" عمران آہستہ سے بولا۔ "تو اسی طرح لوگ تم سے ملتے ہیں اور تم انہیں یہاں لاتی ہو اور پھر شہر کے مختلف حصوں میں مردہ یا زندہ نوزائیدہ بچے پائے جاتے ہیں۔ چلو کہیں اطمینان سے بیٹھ کر باتیں ہوں گی۔"

عورت کا چہرہ تاریک ہو گیا تھا۔ اس نے خود پر قابو پانے کے لئے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

"چلو.... چلو.... یہاں بیٹھنے کی بھی جگہ ہو گی۔" عمران بولا۔ لیکن عورت بدستور کھڑی رہی۔

"چلو" روشی نے آگے بڑھ کر اُسے دھکا دیا۔

عورت انہیں ایک کمرے میں لائی۔ یہاں چند گرد آلود کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور کمرہ نیم روشن تھا۔ عمران نے سوئچ آن کر کے ایک بلب روشن کر دیا۔

"بیٹھو مائی جگو"

عورت کسی لاش کی طرح کرسی میں ڈھیر ہو گئی۔

"اب بتاؤ کہ پچھلی رات تم نے کہاں اور کون سا کارنامہ انجام دیا تھا۔"

"آپ۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، جناب میں کبھی کوئی غیر قانونی کیس نہیں لیتی، یہ زچہ خانہ تو ان لوگوں کے لئے ہے جو زچاؤں کی دیکھ بھال کا انتظام نہیں کر سکتے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ لیکن پچھلی رات تم نے کہاں کیس کیا تھا۔"

"کہیں نہیں جناب، یقین فرمائیے کہ پچھلے ہفتے سے بیکار ہوں ویسے میں لوگوں کے گھروں پر بھی جاتی ہوں۔"

"مگر پچھلی رات کو.... نہیں تم جھوٹی بول رہی ہو۔"

"آپ یقین فرمائیے۔"

"سنو" عمران سخت لہجے میں بولا۔ "ہم لوگ صرف پوچھ گچھ کرتے ہیں۔ اگر کامیاب نہیں

ہوتے تو معاملہ پولیس کے ہاتھوں پہنچ جاتا ہے اور یہ تو تم جانتی ہی ہوگی کہ پولیس والے کس طرح پیش آتے ہیں۔ تم تو عورت ہو بڑے بڑے تیس مار خاں بھی کوتوالی پہنچ کر ہاتھ پیر ڈال دیتے ہیں۔"

عورت اسی طرح پڑی ہانپتی رہی۔

"تم بولتی کیوں نہیں" روشی نے غصیلی آواز میں کہا۔ "زبان کھولو، ورنہ میں تمہارے ساتھ وہی برتاؤ کروں گی، جو پولیس کرتی ہے۔"

"خدا کے لئے میرا پیچھا چھوڑیئے، میں کچھ نہیں جانتی۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمہارے اعتراف کر لینے پر میں اس معاملے کو آگے نہ بڑھاؤں۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"یہ.... دیکھئے...." وہ ہکلائی "یہ میرا پیشہ ہے میں کیا جانوں کہ بچہ قانونی ہے یا غیر قانونی۔ اب آپ ہی.... دیکھئے آپ کی پیشانی پر کچھ تحریر تو ہے نہیں۔"

وہ سانس لینے کے لئے رک گئی۔

"میں کب کہتا ہوں کہ تم نے دیدہ دانستہ کوئی غیر قانونی حرکت کی ہوگی۔"

"میں آپ کے متعلق بھی یہی سمجھتی تھی کہ آپ دونوں میاں بیوی ہیں۔ یہاں تنہا رہتی ہیں دیکھ بھال کا کوئی انتظام نہیں ہے۔"

"قطعی" عمران سر ہلا کر بولا۔ قدرتی بات ہے۔

"اسی طرح پچھلی رات ایک صاحب آئے تھے اور مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے تھے۔ میں فراغت کرانے کے بعد واپس آ گئی تھی۔ میں نہیں جانتی کہ معاملہ کیا تھا۔"

"بچہ زندہ تھا"

"جی ہاں۔"

"اس کے بال بھورے تھے۔"

"جی ہاں بھورے تھے۔"

"کیا وہ عورت یوریشین تھی۔"

"جی نہیں دیسی۔ لیکن رہن سہن مغربی تھا۔"

"پتہ"

"گیارہویں شاہراہ پر ایک گلی ہے.... میں اس کا نام نہیں جانتی مکان کا نمبر بھی نہیں بتا سکوں گی، لیکن اگر آپ مجھے ساتھ لے چلیں تو دکھا ضرور سکوں گی۔"

"کتنا معاوضہ ملا تھا۔"

"ڈیڑھ سو جناب۔"

"اوہ.... اور اس وقت بھی تمہیں خیال نہیں آیا تھا کہ وہ کوئی غیر قانونی کیس ہو سکتا ہے۔ اگر انہیں اتنا ہی صرف کرنا تھا تو کوئی لیڈی ڈاکٹر کیوں نہیں بلائی گئی۔"

"میں اس کا کیا جواب دے سکتی ہوں۔"

"خیر" عمران سر ہلا کر بولا۔ "چلو مجھے گھر دکھاؤ جہاں...."

"مگر میرا انجام کیا ہوگا.... کیا ان لوگوں نے بچے کو ختم کر دیا۔"

"پتہ نہیں تم اس کی فکر میں نہ پڑو.... تمہارا انجام برا نہیں ہوگا بشرطیکہ سوجھ بوجھ سے کام لو۔"

"میں نہیں سمجھی جناب۔"

"بہت معمولی سی بات ہے۔ یعنی تم اپنی زبان بند رکھو گی۔ اگر کسی سے بھی اس واقعہ کا تذکرہ کیا تو ایک ہی گھنٹہ بعد تمہیں بُرے نتائج سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

وہ باہر نکل کر پھر کار میں بیٹھ گئے۔ عورت پچھلی ہی نشست پر تھی۔

"تم اپنی عینک اتار کر یہ شال اوڑھ لو۔ اس طرح کہ صرف تمہاری آنکھیں کھلی رہیں۔ ٹھنڈک زیادہ ہے۔" عمران نے عورت سے کہتے ہوئے شال اس پر پھینک دی۔

کچھ دیر بعد کار گیارہویں سڑک پر پہنچ گئی۔ عمران نے رفتار کم کر دی تھی۔

"وہ گلی جناب" عورت بھرائی ہوئی آواز میں بولی جس کے سرے پر نیلا بورڈ نظر آ رہا ہے۔

"ہوں.... اچھا۔" عمران نے کار اسی گلی میں موڑ دی۔

رفتار کچھ اور کم ہو گئی تھی۔

"بائیں جانب والا مکان.... جس کی کھڑکیوں پر زرد پردے ہیں۔" عورت بولی۔

"ٹھیک...." عمران بڑبڑایا اور کار کی رفتار بتدریج تیز ہونے لگی۔

گلی سے نکل کر اس نے کار تھرٹی سکستھ کالونی کی طرف موڑ دی۔

عورت خاموش تھی دفعتاً عمران نے پوچھا۔ "اس مکان میں کتنے افراد تھے۔"

"تین.... جناب.... ایک مرد، زچہ.... اور ایک بوڑھی عورت۔"

"زچہ کی عمر کیا تھی۔"

"بیس سال سے زیادہ نہیں۔"

"غالباً تیسرا بچہ ہوگا۔"

"خیر اچھا اب تم یہاں اتر جاؤ۔ لیکن میں ایک بار پھر یاد دلاتا ہوں کہ تمہیں اپنی زبان بند رکھنی ہوگی۔"

کار تھرٹی سکستھ کالونی کی اسی عمارت کے سامنے رک گئی، جہاں عمران اسے پہلے لایا تھا۔



واپسی پر عمران نے جولیا کو فون کیا۔ لیکن جواب نہ ملا۔ دو گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا تھا لیکن ابھی تک جولیا کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ اس نے سلیمان سے پوچھا کہ اس کی عدم موجودگی میں پرائیویٹ فون کی گھنٹی تو نہیں بجی تھی لیکن سلیمان سے نفی میں جواب ملا۔ معمول کے مطابق یہ ناممکن تھا کہ جولیا دو گھنٹے بعد اسے فون نہ کرتی اگر دو گھنٹے میں اسے کامیابی نہ ہوتی تو وہ اپنی ناکامی ہی کی اطلاع دے کر مزید وقت طلب کرتی۔

اس وقت عمران اپنے فلیٹ میں تنہا تھا۔ روشی کو وہ اسی عمارت کے مکینوں کے متعلق معلومات فراہم کرنے کے لئے گیارہویں شاہراہ ہی پر چھوڑ آیا تھا۔

وہ تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر تنویر کے نمبر ڈائیل کئے۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ایکس ٹو۔"

"یس سر"

"سینٹ لارنس کالونی میں ایک عمارت ہے ڈیکن لاج.... تم سب اس کے گرد پھیل جاؤ۔ جتنی جلدی ممکن ہو۔"

"کیا عمران کو بھی اس کی اطلاع دی جائے گی۔"

"نہیں صرف اپنے ساتھیوں کو لے جاؤ۔"

"بہت بہتر جناب۔"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس نے ابھی تک کپڑے نہیں اتارے تھے۔ میز کی دراز کھول کر اس نے ریوالور نکالا اور اسے جیب میں ڈالتا ہوا فلیٹ سے نکل آیا اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد اس کی کار سینٹ لارنس کالونی کی طرف جا رہی تھی۔

ڈیکن لاج کالونی کی ایک مشہور عمارت تھی۔ محل وقوع کے اعتبار سے اسے کالونی سے باہر ہی تصور کرنا چاہئے کیونکہ اس کے آس پاس اور کوئی عمارت نہیں تھی۔ کالونی کی گھنی آبادی سے بظاہر اس کا کوئی تعلق نہیں تھا لیکن شاید ڈاک کی سہولتوں کو مدنظر رکھ کر اسے بھی کالونی ہی کی ایک عمارت قرار دے دیا گیا تھا۔ ڈیکن لاج کے گرد مختلف قسم کے پھلوں کے باغات تھے اور ان کا تعلق عمارت ہی سے تھا۔

عمران نے ٹھیک عمارت ہی کے سامنے کار روک دی اور دور ہی سے دیکھ لیا کہ صدر دروازے پر ایک بڑا سا قفل لٹک رہا ہے، عمران نے چاروں طرف دیکھ کر ایک طویل سانس لی.... شاید ابھی تک تنویر وغیرہ وہاں نہیں پہنچے تھے۔

وہ کار سے اتر کر عمارت کی طرف بڑھا پھاٹک پر ایک چھوٹی سی تختی آویزاں تھی، جسے عمران دور سے نیم پلیٹ سمجھا تھا۔ لیکن قریب پہنچنے پر یہ تحریر نظر آئی۔

"عمارت کرائے کے لئے خالی ہے۔"

عمران نے بُرا سا منہ بنا کر سر کو خفیف سی جنبش دی۔ تین دن پہلے تو یہ عمارت آباد تھی۔ خود اس نے اس کی کھڑکیوں میں چند غیر ملکیوں کو دیکھا تھا۔

پھاٹک بھی بند ہی تھا، لیکن اسے بند کرنے کے لئے قفل کی بجائے موٹا سا تار استعمال کیا گیا تھا۔ عمران نے تار کے بل کو کھول کر پھاٹک کو دھکا دیا۔

پھاٹک سے عمارت کے صدر دروازے تک فاصلہ زیادہ نہیں تھا وہ برآمدے میں آیا اور جھک کر قفل دیکھنے لگا جس کی سطح بالکل شفاف تھی گرد و غبار کا نام بھی نہیں تھا۔

اس نے کھڑکیوں کے شیشوں پر بھی نظر ڈالی وہ بھی گرد آلود نہیں تھے۔

"ڈفر" وہ مسکراتا ہوا بڑبڑایا۔ پھر اس نے نہایت اطمینان سے ایک کھڑکی کا شیشہ توڑا اور

ہاتھ ڈال کر اس کا بولٹ نیچے گرا دیا۔ دونوں پٹ کھل گئے، کھڑکی میں سلاخیں نہیں تھیں۔ لہٰذا اندر پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔

وہ ایک وسیع کمرے میں تھا۔ یہ غالباً ڈرائنگ روم تھا، یہاں بھی کسی چیز پر عمران کو گرد و غبار نہیں ملا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آج ہی فرنیچر کی صفائی کی گئی ہو۔

وہ آگے بڑھا.... راہداری کافی طویل تھی، دونوں جانب دروازوں اور کھڑکیوں کی قطاریں چلی گئی تھیں، وہ چلتا رہا۔ سارے دروازے بند ہی نظر آئے۔

اس کا خیال تھا کہ ایک بار پوری عمارت کا سرسری جائزہ لینے کے بعد ایک ایک کمرہ دیکھے گا۔

اچانک کہیں سے کسی وزنی چیز کے گرنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی اُس نے ہلکی سی کراہ بھی سنی، وہ چلتے چلتے رک گیا، یقیناً وہ کسی کے کراہنے ہی کی آواز تھی۔

عمران آگے بڑھا.... آواز پھر آئی اور وہ اسی سمت چلتا رہا۔ راہداری دائیں جانب مڑ گئی تھی.... دو چار ہی قدم چلنے کے بعد اُس نے خود کو ایک طویل و عریض صحن میں پایا جس کے گرد تقریباً بیس فٹ اونچی دیواریں تھیں۔

ایک طرف ایک سائبان تھا جس کے نیچے ایک عورت کرسی سے بندھی ہوئی نظر آئی۔

کرسی شائد آزاد ہونے کی جدوجہد کی بناء پر الٹ گئی تھی عورت کا چہرہ دوسری طرف تھا اور اکثر اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی کراہ نکل جاتی تھی۔

عمران تیزی سے آگے بڑھا اور کرسی اٹھا کر سیدھی کر دی۔

"ہائیں.... تم....!" اس نے حیرت سے کہا۔ کیونکہ یہ عورت جولیانا فٹنر واٹر تھی۔ جس کا منہ رومال سے جکڑ دیا گیا تھا۔

"یہ کیا ہوا۔"

"آغ.... غاں...." جولیا نے گردن جھٹکنی شروع کی اس کی آنکھوں سے غصہ جھانک رہا تھا۔

"نہیں بتاؤ تو....!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا اور جولیا کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آوازیں نکلنے لگیں۔

"اوہ.... لل.... لاحول.... تم بتاؤ گی کیسے تمہارے منہ پر تو پٹی بندھی ہوئی ہے۔" اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور رومال کی گرہ کھولنے لگا۔

"تمہیں شرم نہیں آتی ایسے موقعوں پر بھی....!" اس کی زبان سے صحیح الفاظ ادا نہیں ہو رہے تھے، پتہ نہیں کیا کیا اوٹ پٹانگ بکتی رہی اور عمران بڑے سعادت مندانہ انداز میں سر جھکائے رسی کے بل کھولتا رہا۔ جولیا کی آنکھیں سرخ تھیں ان میں آنسو بھی تھے اور غصے کی چنگاریاں بھی۔

"کس بے درد نے تمہیں یہاں بھیجا تھا۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"چلو.... بیکار بکواس مت کرو۔ یہاں سے نکلنا بھی آسان کام نہ ہوگا۔ وہ باہر باغ میں موجود ہوں گے۔"

"کک.... کون.... ارے باپ رے.... میں تو یہاں اپنی بکری کا بچہ تلاش کرتا ہوا آیا تھا۔"

جولیا اس کی بات پر دھیان دیئے بغیر کہتی رہی "یہاں آئی تھی۔ لیکن انہوں نے مجھے پکڑ کر رسی سے باندھ دیا اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ ایک نے کہا کہ ابھی اور بھی آئیں گے لہٰذا عمارت کو مقفل کر کے ہم لوگ باغ میں چھپ جائیں پھر جب تعداد پوری ہو جائے تو سائیلنسر لگی ہوئی رائفل سے سب کو ٹھکانے لگا دیں گے۔"

"بہت خوب" عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن تم یہاں آئی کیوں تھیں۔"

"تم کیوں آئے ہو۔" جولیا جھپٹ پڑی۔

"میں تو.... اس لئے آیا تھا کہ اس عمارت کو کرایہ پر حاصل کروں کیونکہ باہر کرائے پر دیئے جانے کے لئے اعلان موجود ہے۔"

"مجھے ایکس ٹو نے بھیجا تھا اور مجھے یقین ہے کہ تم اس کی ہدایت پر ہی یہاں آئے ہو گے۔"

"کیا تم میری ہی طرح یہاں داخل ہوئی تھیں۔"

"تم کیسے آئے ہو۔"

"صرف ایک کھڑکی کو تھوڑا سا نقصان پہنچا کر۔"

"میں چیچک کے ٹیکے لگانے آئی تھی۔"

"واقعی" عمران نے خوش ہو کر کہا۔ "ایک میرے بھی لگا دو۔ ورنہ اگر میرے ڈیڈی کے چیچک نکل آئیں تو میں بے موت مر جاؤں گا۔ مگر تم سے کس اُلو کے چچا نے کہا تھا کہ تم چیچک کے ٹیکے لگانے چلی آنا۔ یہاں میونسپل ہسپتالوں میں ایک بھی یوریشئن عورت نہیں ہے۔"

"اب غلطی تو ہو ہی گئی۔"

"اگر ان لوگوں سے بھی کوئی غلطی ہو جاتی تو کیا ہوتا۔" عمران دردناک آواز میں بولا۔ پھر یک بیک سنجیدگی اختیار کر کے کہنے لگا۔ "تم روز بروز بالکل عقلمند ہوتی جا رہی ہو.... خیر ان کی تعداد کیا تھی۔"

"چار آدمی تھے۔" جولیا بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "لیکن تم اپنا لہجہ ٹھیک کرو۔ کیا میں تمہاری نوکر ہوں۔"

"نہیں تم تو لیڈی میکبتھ ہو۔" عمران چڑ کر بولا۔ "اگر میں ایکس ٹو ہوتا تو....!"

"تم بڑے عقل مند ہو۔" جولیا ہاتھ نچا کر بولی۔ "میں کہہ رہی ہوں کہ وہ چاروں باغ میں موجود ہوں گے، لیکن تم وقت برباد کر رہے ہو۔"

"میں اس وقت چہل قدمی کے موڈ میں نہیں ہوں۔ ورنہ تمہیں بھی باغ کی سیر کرا دیتا۔ اب خاموش رہو، چپ چاپ باہر نکلو میری کار باہر موجود ہے۔"

"کیا مطلب"

"مطلب یہ کہ وہ کار تمہیں اس وقت تک انعام میں نہیں مل سکے گی جب تک کہ تم باقاعدہ طور پر ٹیکے لگانے کی ٹریننگ نہ لے لو۔ جاؤ۔"

"میں تنہا ہرگز نہ نکلوں گی۔"

"کیوں"

"چلو" جولیا اُسے دھکیلنے لگی۔

"میرا خیال ہے کہ سیکرٹ سروس کے دوسرے رنگروٹ بھی اس عمارت کے باہر موجود ہوں گے، تمہارے چوہے ایکس ٹو نے مجھ سے یہی کہا تھا۔ ڈرو نہیں.... جاؤ.... میری گاڑی لے جاؤ... کیا تمہیں شکرال کا عمران یاد نہیں۔"

لیکن جولیا نے کان نہیں دھرا۔ وہ اسے دھکیلتی ہوئی باہر پھاٹک تک لائی۔

"کیوں؟ وہ سائیلنسر لگی ہوئی رائفلیں کہاں گئیں....." عمران نے مسکرا کر پوچھا۔

"شکرال والے عمران کے قدم جہاں جاتے ہیں...."

وہ جملہ پورا نہ کر سکی کیونکہ اس نے تنویر اور دوسرے ساتھیوں کو درختوں کے جھنڈ سے نکلتے دیکھ لیا تھا۔ وہ تیزی سے اس طرف آرہے تھے جیسے ہی وہ قریب آئے جولیا نے پوچھا۔

"کیا تم نے ان چاروں کو دیکھا تھا۔"

"کون" تنویر نے تیکھے انداز میں سوال کیا وہ اسے عمران کے ساتھ دیکھ کر جھلا گیا تھا۔

"وہی چار آدمی جو اس عمارت سے نکلے تھے۔"

"ہو سکتا ہے ہماری آنکھیں اتنی ہی کمزور ہو گئی ہوں کہ چار کے دو نظر آرہے ہوں۔" تنویر کے لہجے میں طنز تھا۔

"ایک اور ایک ہمیشہ تین ہوتے ہیں۔" عمران خلا میں گھورتا ہوا بڑبڑایا۔ "اسے ہمیشہ یاد رکھنا۔"

پھر جولیا سے تحکمانہ لہجے میں بولا۔ "میں نے تم سے کیا کہا تھا۔"

جولیا چپ چاپ پھاٹک سے نکل کر کار میں جا بیٹھی۔

"یہ کار تمہاری ہے۔" کیپٹن خاور نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں میری ہی ہے۔ کیوں؟"

"کہاں ہاتھ صاف کیا۔"

"تولئے میں.... ویسے میرے ہاتھ ہر وقت صاف رہتے ہیں اور دانتوں کی صفائی کا بھی خاص طور سے خیال رکھتا ہوں۔"

جولیا کار اسٹارٹ کر کے دوسری طرف مڑ گئی۔ عمران کہہ رہا تھا.... "خیر، اب آؤ دیکھیں کہ اس مکان کا کرایہ مکانیت سے زیادہ تو نہیں ہے۔"

"کیا مطلب....!" خاور آنکھیں نکال کر بولا۔ "تم دونوں یہاں کیا کر رہے تھے۔"

"صبر کر رہے تھے.... ویسے ہمارا خیال تھا کہ اگر یہاں اس وقت ہم دونوں کے ممی اور پاپا بھی موجود ہوتے تو کتنا مزہ آتا۔" عمران نے کہا اور عمارت کی طرف مڑ گیا۔



روشی آنکھیں نکالے کھڑی تھی اور عمران اس طرح سر جھکائے بیٹھا تھا جیسے پلکیں اٹھاتے ہی تڑاخ سے ایک تھپڑ گال پر پڑے گا۔

"کیا یہ کیس تمہارے شایان شان ہے۔" روشی غرائی۔

"میرے شایان شان تو کچھ بھی نہیں، اسی لئے مجھے آج تک ڈیڈی کی چھت کے نیچے پناہ نہ

مل سکی۔" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ روشی اور زیادہ بھر گئی۔

"خواہ مخواہ مجھے پریشان کیا۔ روزانہ نہ جانے کتنے بچے اِدھر اُدھر پائے جاتے ہیں، کیا ان کے لئے پولیس کافی نہیں ہے۔" اس نے کہا۔

"ارے.... ارے.... یہ تم کہاں کی باتیں نکال بیٹھیں.... رپورٹ پلیز....!"

"رپورٹ.... رپورٹ یہ ہے کہ وہ ایک شریف گھرانا ہے کسی نے اس بیچاری کو دھوکہ دیا۔ روزانہ لاتعداد عورتیں دھوکے کھاتی رہتی ہیں، مجھے یقین ہے کہ ان دونوں میں سے کسی نے بھی بچے کا گلا نہ گھونٹا ہوگا۔ یہ حرکت اسی مرد کی ہوسکتی ہے.... جو مڈوائف کو زچگی کرانے کے لئے لے گیا تھا۔"

"کیا وہ مرد بھی وہاں موجود تھا۔"

"نہیں وہاں کوئی مرد مستقل طور پر نہیں رہتا۔ وہ ماں بیٹی تنہا ہیں۔"

"مجھے بچے یا اس کی لاش سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" عمران نے کہا۔ "اگر اس سوٹ کیس سے کتے کے پلے کی لاش بھی برآمد ہوتی تو میں یہ معلوم کرنے کی کوشش ضرور کرتا کہ اس پلے کی ماں کہاں پائی جائے گی۔"

"کیا مطلب۔"

"کھوپڑی استعمال کرو۔ آخر وہ سوٹ کیس دفتر اُمور خارجہ تک کیسے جا پہنچا۔ اسے تو کسی پولیس اسٹیشن ہی تک محدود رہنا چاہئے تھا، پہلے وہ کوتوالی پہنچا تھا لیکن وہاں کسی نے بھی اسے کھولنے کی ہمت نہیں کی پھر وہ دفتر اُمور خارجہ کے سپرد کر دیا گیا۔"

"اُوہ.... تو وہ سوٹ کیس....!"

"بڑی اہمیت رکھتا ہے.... لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ.... آخر ان حرکتوں کا مطلب کیا ہے۔"

"میں تم سے پوچھتی ہوں کہ اس بکواس کا کیا مطلب ہے۔"

"سنو! واقعی یہ حرکتیں عجیب ہیں کہ پچھلے دنوں کی بات ہے کہ ایک آدمی سینٹ لارنس کالونی کی ایک عمارت ڈیکن لاج کے نیچے سے گذر رہا تھا دفعتاً کوئی سخت سی چیز اس کے سر سے ٹکرا کر دور جا گری۔ یہ کاغذ کی ایک چھوٹی سی پڑیا تھی۔ قدرتی امر تھا کہ وہ اوپر کی طرف دیکھتا۔ اسے شبہ ہوا کہ وہ پڑیا ڈیکن لاج ہی کی کسی کھڑکی سے آئی تھی۔ اس نے پڑیا اٹھائی اُسے کھول کر دیکھا

اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی رہ گئیں۔ یہ ایک انگشتری تھی جس میں بڑا سا ہیرا جگمگا رہا تھا۔ آدمی ایمان دار تھا، اس نے اس کے لئے ڈیکن لاج کے مکینوں سے رجوع کیا۔ لیکن انہوں نے اسے اپنی ملکیت نہیں تسلیم کیا۔ اس بیچارے کا شبہ بڑھنے لگا اس نے سوچا ممکن ہے کہ وہ لوگ اسے کسی قسم کے جال میں پھانسنا چاہتے ہیں کیوں کہ اس عمارت کے قریب کوئی دوسری عمارت بھی نہیں تھی۔ اس نے اس مسئلے پر ان لوگوں سے بحث کرنی چاہی لیکن انہوں نے اسے دھکے دے کر نکال دیا۔ اس کی حیرت بڑھتی ہی رہی، چونکہ اسے یقین تھا کہ وہ انگشتری ڈیکن لاج ہی سے پھینکی گئی تھی اس لئے اب اس نے کوتوالی کی راہ لی۔ لیکن تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ وہ انگوٹھی بھی کوتوالی سے دفتر اُمور خارجہ بھجوا دی گئی تھی۔"

"اوہ.... یاد آیا.... تم نے جولیا کو اس عمارت کی نگرانی کے لئے فون کیا تھا۔"

"ٹھیک یاد آیا۔ اس سے پہلے ہی پولیس نے اس عمارت پر چھاپہ مارا تھا لیکن کامیاب نہیں ہوئی تھی، کیونکہ عمارت اس وقت خالی تھی اور پھاٹک پر ایک بورڈ آویزاں تھا جس کی تحریر تھی کہ یہ عمارت کرایہ پر دینے کے لئے خالی ہے، پولیس ناکام واپس آئی۔ پھر مجھے اطلاع ملی کہ عمارت میں کوئی کرایہ دار آگیا ہے۔ میں نے جولیا کو تفتیش کے لئے بھیجا۔"

"آخر تم اپنے مرد ماتحتوں سے کام کیوں نہیں لیتے۔"

"میں دراصل ان سے انتقام لیتا ہوں، کیا وہ پڑے پڑے موٹے اور کاہل نہ ہو جائیں گے اگر وہ موٹے اور کاہل ہوگئے تو سمجھ لو ان کا مستقبل برباد ہو گیا۔"

"فضول بکواس نہ کرو.... ہاں تو پھر جب تم نے جولیانا فٹزواٹر کو بھیجا....!"

"ہاں تو پھر....!" عمران نے ایک طویل سانس لی اور وہ سب کچھ بتانے لگا جو اس کی ماتحت جولیا پر گذری تھی۔ روشی حیرت سے سنتی رہی کچھ دیر بعد عمران نے خاموش ہو کر پھر ایک طویل سانس لی اور بولا۔

"لیکن خدارا ابھی مجھے یہ نہ پوچھنا کہ وہ انگشتری اور سوٹ کیس کوتوالی سے دفتر اُمور خارجہ میں کیوں بھجوائے گئے تھے۔"

"یہ تو تمہیں بتانا ہی پڑے گا۔"

"ہرگز نہیں۔ تم خود ہی معلوم کرنے کی کوشش کرو۔"

"اچھی بات ہے۔" روشی غصیلے لہجے میں بولی۔ "کیا تم مجھے گاؤدی سمجھتے ہو۔"

"عورت اور گاؤدی۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ "دنیا کی ہر عورت گاؤدی ہونے کے علاوہ اور سب کچھ ہو سکتی ہے۔ عورت سے زیادہ چالاک جانور روئے زمین پر دوسرا نہیں ملے گا۔ ارے یہی کیا کم ہے کہ اُس نے بڑے بڑے افلاطونوں کو اپنے گاؤدی ہونے کا یقین دلایا.... محض اس لئے کہ ذمہ داریوں کے بوجھ سے سبکدوش ہو جائے۔ عورت تو اس وقت بھی ذہین تھی جب آدمی درختوں کی جڑیں کھود کر اپنا پیٹ بھرتا تھا۔ سو مردوں میں کم از کم دس مرد بے وقوف ہوتے ہیں لیکن اگر تم پانچ سو عورتوں میں سے آدھی بے وقوف عورت بھی پیدا کر سکو تو علی عمران ایم۔ایس۔سی۔پی۔ایچ۔ڈی گورداسپوری اس سے شادی کر لے گا.... آدھی ہی سہی.... اور کیا؟"

"ختم ہوئی بکواس یا ابھی جاری رہے گی۔"

"کیوں؟"

"اگر وہ سوٹ کیس اور انگشتری ایسے ہی ہنگامہ خیز ثابت ہونے والے تھے تو اس طرح پھینکے کیوں گئے۔"

"گڈ.... اور اس پر سے تم کہتی ہو کہ میں تم سے شادی کر لوں۔"

"کب کہا ہے میں نے" روشی میز سے رول اٹھا کر اس کی طرف جھپٹی۔

"اررر.... ہپ۔ سس سنو تو.... سہی کسی اور نے کہا ہوگا۔ میں بھول بھی تو جاتا ہوں۔"

عمران نے میز کی دوسری جانب چھلانگ لگائی۔

رول میز پر پڑا۔ عمران دور کھڑا بسور رہا تھا۔ روشی جہاں تھی وہیں رہی لیکن وہ اسے قہر آلود نظروں سے گھور رہی تھی۔

"اب دیکھونا" وہ مغموم لہجے میں بولا۔ "ایسے ہی واقعات مجھے اداس کر دیتے ہیں اور میں اداسی ہی کے عالم میں ستار بجانا شروع کر دیتا ہوں۔"

"ہاتھ لگا کر دیکھو ستار کو کیا حشر ہوتا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر میں کوشش کروں گا کہ اداس نہ ہونے پاؤں!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"آدمی بنو۔ ورنہ میں تمہاری زندگی تلخ کر دوں گی۔"

"نہیں تم میری زندگی تلخ نہیں کر سکتیں۔ ویسے عنقریب یہ فلمی گیت مجھے یقینی طور پر موت کے گھاٹ اتار دے گا۔"

"میرا نام عبدالرحمٰن..
پستے والا میں ہوں پٹھان"

روشی کچھ کہنے والی تھی کہ فون جاگ اٹھا۔

عمران نے ریسیور اٹھایا.... دوسری طرف سے جولیانا فنٹز واٹر بول رہی تھی۔

"ہیلو.... میں ہی ہوں....!"

"عمران۔"

"کیا میں تمہاری گاڑی پولیس کے حوالے کر دوں۔"

"کیوں؟ کیا وہ تم سے تمہارا شجرہ نسب پوچھنے لگی تھی۔"

"نہیں اب تم سے پوچھے گی اور تم اپنے باپ کا نام بھی نہ بتا سکو گے۔"

"چلو جلدی کہو کیا کہنا ہے۔ میں اس وقت عدیم الفرصت ہوں۔"

"اچھا تو سنو۔ تمہاری گاڑی میں ربر کا ایک بڑا سا تھیلا موجود تھا۔"

"ہائیں تم میری ساری مونگ پھلیاں تو نہیں کھا گئیں۔"

"گھبراؤ نہیں ابھی تمہاری عقل اپنی سطح پر آ جائے گی۔" جولیا نے تیز لہجے میں کہا۔ "اس تھیلے میں سے آدمی کا سر برآمد ہوا ہے۔"

"میں اس گدھے کو گولی مار.... آں.... کیا....!" کیا کہا تم نے "ایک آدمی کا سر جس سے تازہ تازہ خون ٹپک رہا تھا۔"

"مرسی فل لارڈ.... کیا تم سچ کہہ رہی ہو۔"

"کیا تم آ رہے ہو۔" جولیا نے خشک لہجے میں کہا۔

"اگر تم ایک بیوقوف کو مزید بیوقوف بنانے کا ارادہ نہیں رکھتیں تو آنا ہی پڑے گا۔"

"تمہیں یقین نہیں آیا.... اچھا۔ تو اب تمہیں کوتوالی ہی سے اس کی اطلاع ملے گی۔"

"ٹھہرو میرا خیال ہے کہ تم اس سلسلے میں ایکس ٹو سے بھی گفتگو کرو.... سنو حالات کچھ ایسے ہی درپیش ہیں کہ میری کار سے گدھے کا سر بھی برآمد ہو سکتا ہے۔"

"اچھا ٹھہرو میں اسے فون کرتی ہوں۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا اور پھر فوراً ہی سلیمان نے اطلاع دی کہ پرائیویٹ فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔

ایک بار پھر جولیا کی آواز سنائی دی۔ وہ اپنی روئیداد بیان کر رہی تھی۔ آخر میں اس نے کہا۔

"جب میں گھر پہنچ کر کار سے اتر رہی تھی تو پچھلی سیٹ پر ایک تھیلا نظر پڑا چونکہ وہ غیر معمولی ساخت کا تھا اس لئے میں نے اسے اٹھا کر دیکھا۔ اس میں کسی آدمی کا سر تھا اور کچھ خون، تھیلا ربر کا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے سر کو جسم سے الگ ہوئے دیر نہیں گذری۔"

"اچھا.... اس سر کی تصویر لے کر اسے سیکریٹ سروس کی طرف سے پولیس کے حوالے کر دو۔"

"کیا عمران اس کیس کے متعلق مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔"

"یقیناً.... اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ تمہاری مدد کو کیسے پہنچتا اور پھر تمہیں تو شائد کیس کے پیر ہی کا پتہ نہ ہو۔ تم اس کی فکر مت کرو فی الحال جو کچھ کہا جائے کرتی رہو۔"

"بہت بہتر جناب۔"

سلسلہ منقطع ہو گیا۔ روشی جو اس سے پہلے بھی گفتگو کا کچھ حصہ سن چکی تھی۔ عمران کے پر سوار ہو گئی۔ عمران جلدی میں تھا اس لئے بتانا ہی پڑا۔ لیکن وہ اس پر تیار نہیں ہوا کہ روشی اس کے ساتھ جائے گی۔



عمران جولیا کے فلیٹ میں اس وقت داخل ہوا جب لیفٹیننٹ چوہان سر کے فوٹو لے رہا تھا۔

"آپ آ گئے" تنویر نے اس انداز میں کہا جیسے یہ جملہ کوئی شاندار پھبتی رہا ہو۔

"تمہاری موجودگی کا علم نہیں تھا۔" عمران نے ایسے خوفزدہ لہجے میں کہا جیسے واقعی اس کوئی بڑا جرم سرزد ہو گیا ہو۔

"یہ سر تمہاری گاڑی سے برآمد ہوا تھا۔"

"کہیں ایک آدھ پڑا رہ گیا ہو گا۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"کیا مطلب!"

"پچھلی رات میں نے ایسے ہی ڈیڑھ ہزار سر کار میں بھر کر دریا میں پھینکے تھے۔ دھڑ کھانے کے لئے رکھ لیتا ہوں اور سر تلف کر دیتا ہوں تاکہ پکڑا نہ جا سکوں۔"

پھر عمران نے قریب سے سر کا جائزہ لیا اور کچھ دیر بعد جولیا سے پوچھا۔ "کیوں یہ اُن چاروں آدمیوں میں سے تو نہیں تھا جنہوں نے تمہیں عمارت میں روکا تھا۔"

"نہیں...." جولیا نے جواب دیا اور کچھ سوچنے لگی۔

تصویریں لی جا چکی تھیں اس کے بعد وہ سر دفتر اُمور خارجہ میں بھجوا دیا گیا۔ جہاں سے وہ پولیس کے سپرد کیا جاتا۔

پھر جولیا کے فلیٹ میں عمران کے سوا اور کوئی نہیں رہ گیا۔

"مجھے یہ تصویریں چھ گھنٹے کے اندر اندر ملنی چاہئیں۔" عمران نے کہا۔

"کیوں۔"

"ایکس ٹو کی بکواس کے مطابق اس کا خیال ہے کہ نالائقوں کی اس ٹیم میں صرف میں اس آدمی کے متعلق معلومات فراہم کر سکوں گا۔"

"میں ایکس ٹو سے معلوم کئے بغیر ایسا نہیں کر سکوں گی۔"

"ٹھہرو...." عمران نے فون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے اتنی تیزی سے بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے کہ جولیا دھوکہ کھا گئی۔ اگر وہ ڈائیل کی طرف متوجہ ہوتی تو یہ معلوم کر لینا مشکل نہیں تھا کہ وہ نمبر کسی اور کے تھے۔

"ہیلو.... مائی.... ڈیئر مسٹر ایکس ٹو" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "میں جولیانا فٹنر واٹر کے فون پر بول رہا ہوں۔"

"یس سر" دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز آئی۔

"یہ جولیا تصویریں دینے سے انکار کر رہی ہے۔"

"کیسی تصویریں جناب۔"

"اس سے کہہ دیا جائے کہ وہ چھ گھنٹے کے اندر اندر تصویریں میرے حوالے کر دے۔"

"بہت بہتر جناب۔ آپ ریسیور اسے دے دیجئے۔"

عمران نے جولیا کی طرف دیکھ کر ریسیور بڑھا دیا۔

"یس سر" جولیا کی آواز کانپ رہی تھی۔

دوسری طرف سے بلیک زیرو نے ایکس ٹو کی آواز کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔ "تصویریں چھ گھنٹے کے اندر اندر عمران کے سپرد کر دو۔"

"بہت بہتر جناب" جولیا نے کہا۔ پھر اس کے علاوہ بھی کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا اور جولیا نے برا سا منہ بنا کر ریسیور رکھ دیا۔

"کیوں کیا اس گدھے نے تمہیں گالی دی ہے۔" عمران نے غصیلی آواز میں کہا۔

"بے کار بکواس نہ کرو۔"

"تم نے منہ تو ایسا ہی بنایا تھا۔"

"ہاں اس نے مجھے گالی دی تھی پھر تم اس کا کیا بگاڑ لو گے۔"

"تلاش کر کے اسے ذبح کر ڈالوں گا۔ لیکن اس کا سر میری گاڑی میں نہیں پایا جائے گا۔"

"اوہ.... تم میرے لئے.... اتنا کرو گے۔"

"میں تمہارے لئے ساری دنیا کو قتل کر سکتا ہوں۔"

"بیٹھ جاؤ...." جولیا مسکرائی۔ "تمہارے چہرے سے تھکن ظاہر ہو رہی ہے۔ چائے پیؤ گے یا کافی۔"

"جو کچھ بھی مل جائے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "لیکن چائے یا کافی پلانے سے پہلے ہی سن لو کہ مجھے اصل معاملہ کا علم نہیں ہے۔ میں آنکھ بند کر کے بس اتنا ہی کر رہا ہوں جتنا مجھ سے کہا جاتا ہے۔"

جولیا کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار دکھائی دیئے اور پھر غائب ہو گئے۔ دفعتاً اس نے چونک کر کہا "اوہ میں بھی کتنی احمق ہوں خواہ مخواہ تمہیں چائے کی دعوت دے بیٹھی۔ شکر کہاں ہے۔ پچھلے ہفتے سے راشن کارڈ پر شکر نہیں ملی۔"

"نہیں ملی نا" عمران خوش ہو کر بولا۔ "خیر پرواہ نہیں ایسے ہی مواقع پر نمک کی چائے پی لیتا ہوں۔ لیکن آج کل جب کہ شکر کا قحط ہے کسی کو شکر کے دام نہ دے بیٹھنا۔"

"کیوں"

"پچھلے ماہ جب انڈوں کا قحط پڑا تھا ایک صاحب مجھ سے چار درجن انڈوں کی قیمت لے گئے

تھے۔ ہوا یہ کہ میں انڈوں کے بغیر اداس بیٹھا تھا کہ ایک صاحب تشریف لائے مجھے اداس دیکھ کر خود بھی اداس ہونے والے تھے کہ میں نے اپنی اداسی کا سبب بتا دیا چہک کر بولے، ارے واہ اتنی سی بات کے لئے آپ اداس بیٹھے ہیں۔ ارے میرے چچا کے سالے کے خالو کے نواسے مرغیوں کی انجمن کے صدر ہیں جتنے انڈے درکار ہوں، ان کی قیمت عنایت کیجئے کل ہی صبح انڈے پہنچ جائیں گے لہٰذا پرسوں اٹھائیس ویں صبح کو ان سے ملاقات ہوئی میری صورت دیکھتے ہی بے تحاشہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے پھر بڑی مشکل سے بتایا کہ ان کے چچا کے سالے کے خالو کے نواسے جو مرغیوں کی انجمن کے صدر تھے۔ انڈوں کی قیمت جیب میں ڈال کر گھر سے باہر نکلے ہی تھے کہ ایک بس سے ٹکرا کر مرغیوں کی صدارت کا مسئلہ جھگڑے میں چھوڑتے ہوئے ہمیشہ کے لئے چل بسے۔"

"مگر تم اب تک کیوں زندہ ہو۔" جولیا اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولی۔

"نمک کی چائے پینے کے لئے۔" بڑی سادگی سے جواب دیا گیا۔

"اسٹوو میں تیل نہیں ہے۔"

"میں جھپٹ کر تیل لے آؤں گا۔"

"چائے کی پتیاں بھی نہ ہوں گی آج تیس تاریخ ہے۔"

"تیل کے ساتھ چار آنے کی چائے بھی لیتا آؤں گا۔"

"اوہو.... میں بھول گئی تھی۔ اسٹوو ہی خراب ہو گیا ہے۔"

"میں چائے کی پتیاں چبا کر اوپر سے دودھ کا گلاس چڑھا جاؤں گا۔ تم خواہ مخواہ فکر کرتی ہو۔"

"چائے نہیں ملے گی۔" جولیا جھنجھلا گئی۔

"تم کوشش تو کرو۔ ضرور ملے گی۔ نپولین کی والدہ نے کہا تھا کہ دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔"

"تو نپولین کی والدہ ہی تمہیں چائے بھی پلائے گی۔"

"ہائیں.... نہیں۔" عمران کے لہجے میں مسرت آمیز تحیر تھا۔ "یہ تو بڑی اچھی خبر ہے۔ کیا نپولین ہی نام رکھو گی۔"

جولیا جھینپ گئی اور پیپر ویٹ اٹھا کر کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔ "بس چلے ہی جاؤ یہاں سے ورنہ اچھا نہ ہو گا۔"

"ارے ارے.... یعنی کہ...."

"یعنی کہ تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔ جاؤ یہاں سے۔"

عمران یک بیک سنجیدہ ہو گیا اور پھر گلوگیر آواز میں بولا۔"میں چائے نہیں پیوؤں گا۔ ممی کہتی ہیں کہ چائے پینے سے معدہ خراب ہو جاتا ہے اور کہیں سے رخصت ہونے میں جلدی کرنے سے بعض اوقات ہاتھ پیر ٹوٹ جاتے ہیں۔"

"نہیں تمہیں جانا پڑے گا۔"

"یہ بھی ممکن ہے۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔"لیکن اسی صورت میں جب تم ہر دسویں منٹ پر چوہان کو پرنٹ کے لئے فون کرو۔ میں ان تصویروں کے پرنٹ لئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا اگر زیادہ بور کرو گی تو میں تمہارے چوہے ایکس ٹو کو بور کروں گا۔"

جولیا بیٹھ گئی اس کا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہوا تھا اور وہ عمران کو اس طرح گھور رہی تھی جیسے کچا ہی چبا جائے گی۔ عمران چیونگم کا پیکٹ پھاڑنے لگا اور اس کے چہرے پر حماقت کے آثار پیدا ہو چکے تھے۔



اسی شام کو عمران گیارہویں شاہراہ والی گلی کے اس مکان کے نیچے کھڑا کچھ سوچ رہا تھا جسے دیکھنے کے لئے وہ جگو نامی مڈوائف کو یہاں لایا تھا۔

عمران کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک سوٹ کیس بھی تھا۔

کچھ دیر بعد وہ صدر دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن پھر جہاں تھا وہیں رک گیا کیونکہ ایک پولیس انسپکٹر اندر سے باہر آ رہا تھا۔ عمران کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا۔ شاید وہ اس سے واقف تھا۔

"عمران صاحب آپ یہاں کیسے؟" اس نے حیرت سے کہا۔

"یہی سوال میں آپ سے بھی کر سکتا ہوں۔"

"اوہ.... مگر میرا خیال ہے کہ یہ کوئی ایسا پیچیدہ کیس نہیں ہے۔ کیا اس بوڑھی نے آپ سے بھی مدد مانگی ہے۔"

"کس بوڑھی نے۔"

"وہ جو اس مکان میں رہتی ہے۔"

"مگر میرا خیال ہے کہ یہاں کوئی بوڑھی عورت نہیں ہے۔" عمران نے کہا۔

"تب تو شائد آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ آپ غالباً اندر ہی جا رہے ہیں۔"

"جی ہاں میں اندر جاؤں گا مگر ابھی آپ نے کسی کیس کا تذکرہ کیا تھا۔"

"جی ہاں.... بوڑھی عورت نے رپورٹ درج کرائی ہے کہ اس کا داماد اس کے نوزائیدہ نواسے کو اٹھالے گیا ہے۔"

"اوہ.... تو اس کے بچہ ہو گیا۔" عمران نے خوش ہو کر کہا۔

"جی ہاں! اس بیچاری کو غش پر غش آ رہے ہیں۔"

"چچ چچ" عمران نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بہت بُرا ہوا۔ اس کا شوہر حقیقتاً کریک ہے۔ بالکل کریک۔"

"آپ جانتے ہیں اسے۔"

"جی نہیں، انہیں لوگوں سے سنا ہے۔ آج تک ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"بہتر ہے.... جائیے.... ممکن ہے آپ ہی اس بیچاری کو تسکین دے سکیں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ انسپکٹر اس سے مصافحہ کر کے آگے بڑھ گیا تھا۔ اب عمران کی توجہ صدر دروازے کی طرف تھی۔ اس نے دیکھا کہ ایک معمر عورت دروازے پر کھڑی اس کے ہاتھ میں لٹکے ہوئے سوٹ کیس کو تحیر آمیز نظروں سے گھور رہی ہے۔

"بڑی مصیبت ہے محترمہ" عمران نے دروازے کے قریب رک کر ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر آہستہ سے بولا۔"اس مردود کا کہیں پتہ ہی نہیں چلتا۔"

"مم.... مگر یہ سوٹ کیس...." بوڑھی عورت نے کپکپائی ہوئی آواز میں کہا۔"آئیے اندر تشریف لے چلئے۔ آپ شائد محکمہ سراغرسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"جی ہوں۔" عمران کا لہجہ مغموم تھا۔

وہ اسے نشست کے کمرے میں لائی۔ عمران نے بیٹھتے ہوئے سوٹ کیس فرش پر اپنے پیروں کے قریب رکھ لیا۔

"یہ سوٹ کیس تو اسی نامراد کا ہے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں۔"

"محض اژدھے کی اس تصویر کی بناء پر جو اس کے اوپر بنی ہوئی ہے۔"

"کیا ضروری ہے کہ جس سوٹ کیس پر اژدھے کی تصویر موجود ہو وہ اُسی کا ہوگا۔"

"اس کی ہر چیز پر اسی قسم کی تصویر ہوتی تھی جناب۔"

"آہا.... کیا.... آپ مجھے اس کی کوئی ایسی چیز دکھا سکتی ہیں جس پر اژدھے کی تصویر ہو۔ مطلب یہ کہ اس سوٹ کیس کے علاوہ....؟"

"مجھے افسوس ہے کہ میں ایسی کوئی چیز نہ دکھا سکوں گی کیونکہ وہ اپنی ایک ایک چیز سمیٹ کر لے گیا ہے۔"

"ویسے کم از کم دو ایک چیزوں کے نام تو بتا ہی سکیں گی جن پر یہ تصویر تھی۔"

"ٹھہرئیے ایک تو انگشتری ہی تھی وہ بھی اژدھے کی شکل کی تھی یعنی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اژدھے نے اپنی دم موڑ کر منہ میں دبالی اور اژدھے کے سر پر ایک بڑا سا ہیرا تھا۔"

"ہوں...." عمران جیب میں ہاتھ ڈالتا ہوا بولا۔ "میرے پاس بھی ایسی ہی ایک انگشتری ہے لیکن وہ آپ کے داماد ہی کی ہو سکتی ہے۔"

"لائیے۔ دیکھوں۔" عورت مضطربانہ انداز میں بولی۔ عمران نے انگشتری اس کی طرف بڑھادی۔

"بالکل.... قطعی...." عورت کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "یہ انگشتری اسی کی ہے۔ کیا آپ کے پاس پلاٹینم کا وہ سگریٹ کیس بھی ہے جس پر اژدھے کی تصویر ہے۔"

"صبر...." عمران اٹھ کر بولا۔ "لائیے انگشتری مجھے دیجئے۔ ٹھیک۔ شکریہ اب یہ فرمائیے آپ کی لڑکی کی شادی کا سر ٹیفکیٹ کہاں ہے۔"

"سس.... سر.... ٹی...." عورت ہکلائی۔

"نہیں ہے۔" عمران آہستہ سے بولا۔ "پھر اس حماقت کی کیا ضرورت تھی۔ تم نے بچے کی گمشدگی کی رپورٹ کیوں درج کرائی۔"

عورت کا چہرہ زرد ہو گیا تھا اور وہ بُری طرح ہانپ رہی تھی۔ اس کے ہونٹ ہلے ضرور لیکن آواز نہ نکلی۔

"بولو.... جواب دو.... آخر اس حماقت کی کیا ضرورت تھی تمہارے پڑوسیوں تک کو

تمہارے کسی داماد کا علم نہیں ہے۔"

عورت تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ "مجبوریاں سب کچھ کرا دیتی ہیں جناب۔"

"ہاں میں اسے یقیناً تسلیم کرلوں گا۔ یہ ایک کائناتی حقیقت ہے۔"

"لیکن شادی ہوئی تھی جناب" عورت نے کہا۔

"سر ٹیفکیٹ"

"سر ٹیفکیٹ بھی اُسی کے پاس ہے۔"

"لیکن تمہارے پڑوسی اس سے لاعلم ہیں کہ تمہاری لڑکی شادی شدہ ہے۔"

"یقیناً لاعلم ہوں گے۔" عورت نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"پھر یہ کیا قصہ ہے۔ بات کو بڑھائے بغیر کم سے کم الفاظ میں بیان کر جاؤ۔ پولیس کو شبہ ہے کہ تم اسے دھوکہ دینے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"یہ شادی ایک مجبوری کے تحت ہوئی تھی" عورت نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "دونوں صرف دوست تھے۔ ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ میری لڑکی اب اسی صورت میں باعزت طور پر زندگی بسر کر سکتی ہے جب وہ دونوں شادی کرلیں ورنہ کچھ ہی دنوں بعد ان کی لغزش منظر عام پر آجائے گی۔ میں نے بڑی مشکلوں سے آرتھر کو شادی پر رضامند کیا لیکن وہ یہاں ہمارے ساتھ نہیں تھا۔ شادی کا سر ٹیفکیٹ بھی اس نے اپنے پاس ہی رکھا تھا اور شادی سے قبل اس نے یہ شرط رکھی تھی کہ اشد ضرورت پڑنے ہی پر وہ شادی کا راز ظاہر کر سکے گا۔ ورنہ ہمیں اس سلسلے میں خاموشی اختیار کرنی پڑے گی۔ لڑکی شادی کے تین ماہ بعد ہی گوشہ نشین ہو گئی.... ظاہر ہے ایسے حالات میں اسے گوشہ نشین ہونا ہی چاہئے تھا۔ آرتھر کا کہنا تھا کہ وہ مجبوراً شادی اتنی پوشیدگی کے ساتھ کر رہا ہے۔ مجبوری یہ بتائی تھی کہ اس شادی سے ایک ایسے وصیت نامے پر بُرا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے جس کی رو سے وہ دو سال بعد ایک بہت بڑی جائیداد کا مالک ہو جائے گا.... مگر...." وہ ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی۔

"ہاں بیان جاری رکھو۔" عمران نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بچے کی پیدائش والی رات وہ بچے سمیت غائب ہو گیا۔ اس کا یہ سوٹ کیس بھی یہیں تھا۔ یہ بھی دوسری صبح نہیں ملا۔"

"کیا پیدائش والی رات وہ یہیں سویا تھا۔"

"جی ہاں۔ پہلی بار.... اور اپنے ساتھ یہ سوٹ کیس بھی لایا تھا۔ اس پر بھی اژدھے کی تصویر دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی تھی۔"

"ویسے تو وہ کبھی کبھی یہاں آتا ہی رہا ہوگا۔"

"جی ہاں۔ آتا تھا اور لڑکی کے لئے جو اخراجات دیتا تھا وہ باحیثیت آدمیوں کے لئے تھے۔"

"ویسے خود اس کا کہاں قیام تھا۔"

"وہ ہمیشہ یہی کہتا تھا کہ اس کا جہاں بھی قیام ہوتا ہے عارضی ہوتا ہے ویسے دو سال بعد وہ شہر کی کئی بڑی بڑی عمارتوں کا مالک ہو جائے گا.... مگر جناب.... آپ اس طرح اس کے متعلق چھان بین کر رہے ہیں جیسے اس کے متعلق پہلے ہی سے بہت کچھ جانتے ہوں۔"

"غیر ضروری باتوں سے اجتناب کرو۔ میں تمہاری لڑکی سے بھی ملنا چاہتا ہوں۔"

"اسے بہت تیز بخار ہے جناب اور اس کی ذہنی حالت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔"

"میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔ "رہی ذہنی حالت تو مجھے تمہاری ذہنی حالت پر بھی اعتماد نہیں ہے۔"

"نہ ہو" عورت جھنجھلا گئی۔ "اب تو جو کچھ ہوا ہے بھگتنا ہی پڑے گا لیکن وہ کمینہ اس قابل ہے کہ اسے شارع عام پر گولی مار دی جائے۔ ایک دن کے بچے کو اس طرح اٹھا لے گیا۔ چلئے.... اس نامراد کو بھی دیکھ لیجئے جس کی بدولت یہ دن دیکھنا پڑا۔"

عمران اٹھ گیا۔ وہ اسے ایک کمرے میں لائی۔ زچہ بے خبر سو رہی تھی اور اس کا چہرہ تمتمایا ہوا تھا۔ تیز بخار کی علامتیں موجود تھیں۔ عمران اسے چند لمحے دیکھتا رہا پھر کمرے پر سرسری نظر ڈالتا ہوا باہر نکل آیا۔ عورت اسے پھر نشست کے کمرے میں لائی۔

"خدارا، مجھے بتائیے.... کیا بچے کا سراغ مل گیا ہے۔" عورت نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "اگر بچہ نہ ملا تو وہ مر جائے گی۔"

"بیٹھ جائیے" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کیا آپ اس کی کوئی تصویر مہیا کر سکیں گی۔"

"تصویر.... اس کمبخت نے آج تک میری لڑکی کی یہ خواہش پوری نہیں کی۔ وہ چاہتی تھی کہ کم از کم ایک ہی تصویر اس کے ساتھ کھینچوائے لیکن وہ ہمیشہ ٹالتا رہا۔ بہرحال اب احساس ہو رہا

ہے کہ وہ پکا فراڈ تھا۔ خدا کے لئے کسی طرح بچے کو تلاش کیجئے جناب۔"

"تصویر بھی نہیں مل سکے گی۔" عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

"مگر... مگر... اچھا اس کا حلیہ ہی بتاؤ۔ نام کیا تھا اس کے کسی دوست سے تو ضرور واقف ہو گی۔"

"اس نے اپنا نام میک آرتھر بتایا تھا۔ ہم اس کے کسی دوست سے واقف نہیں۔ وہ متوسط قد اور اچھے جسم کا آدمی ہے۔ رنگت گوری مونچھیں اخروٹ کے رنگ کی.... بائیں گال کی ہڈی پر سرخ رنگ کا بڑا سا تل....!"

"اوہ...." عمران نے حیرت پر قابو پانے کی کوشش کی۔ پھر جلدی سے بولا۔ "اس کی قیام گاہ کا پتہ بتاؤ۔ میں کوشش کروں گا کہ بچہ واپس آ سکے۔"

"کیا وہ ابھی تک آپ کے ہاتھ نہیں لگا۔ پھر یہ سوٹ کیس....!"

"میری بات کا جواب دیجئے۔ میں اس کا پتہ چاہتا ہوں۔ آپ کسی ایسے آدمی سے اپنی لڑکی کی شادی نہیں کر سکتیں جس کا پتہ نہ معلوم ہو۔ دنیا کی کوئی لڑکی بھی اس پر تیار نہیں ہو سکتی۔"

"میں کب کہتی ہوں کہ مجھے اس کی قیام گاہ کا پتہ نہیں معلوم۔ سب سے پہلے میں وہیں گئی تھی، لیکن جب وہاں قفل پڑا دیکھا تو اس کے علاوہ اور کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی کہ پولیس کو اس کی اطلاع دے دوں۔"

"لیکن.... ٹھہریئے.... کیا آپ نے یہی بیان پولیس کو بھی دیا ہے۔"

"نہیں۔ میں بہت زیادہ غصے میں تھی اور مجھے اپنے ذہن پر قابو پانا محال ہو رہا تھا۔ لہٰذا میں نے بہت سی غلط سلط باتیں اپنی رپورٹ میں درج کرا دی تھیں۔ لیکن اب مجبوراً انہی پر قائم ہوں بیان کیسے بدل سکتی ہوں۔"

"پھر مجھ سے سچی بات کیوں کہہ دی۔"

"کسی نہ کسی سے سچ بولنا ہی پڑتا ہے اور نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ آپ عام پولیس والوں کی طرح وحشی نہیں ہیں۔"

"میں ان سے بھی زیادہ وحشی ہوں۔ ہاں وہ کون سی باتیں تم نے رپورٹ میں غلط درج کرائی ہیں۔"

"یہی کہ وہ میرے ساتھ ہی رہتا تھا۔ میں نے یہ نہیں بتایا کہ شادی کن حالات میں ہوئی

تھی۔۔۔ اگر یہ بتاتی تو شاید میری صحیح الدماغی ہی پر شبہ کیا جانے لگتا اسی لئے۔۔۔۔"

وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گئی۔

"لیکن اگر پولیس پڑوسیوں سے پوچھ گچھ کر بیٹھی تو۔"

"کہہ تو رہی ہوں کہ اس وقت۔۔۔۔ میرا دماغ قریب قریب ماؤف ہو چکا تھا۔ میں صرف یہ چاہتی تھی کہ اس جرم کی سزا کے طور پر اسے زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچ سکے۔ میں نے تو اپنی رپورٹ میں یہ بھی درج کرایا ہے کہ وہ میرے سیف بکس سے پانچ ہزار کے نوٹ بھی چرالے گیا ہے۔ اب آپ مجھے مشورہ دیجئے کہ میں اس سلسلے میں کیا کروں۔"

"میں بتاؤں گا۔ لیکن تمہیں سب سے پہلے اپنی لڑکی کی خبر لینی چاہئے۔ وہ بہت زیادہ بیمار معلوم ہوتی ہے۔"

"مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ میں اسے کسی ہسپتال میں داخل کرا سکوں۔"

"ذریعہ معاش کیا ہے تمہارا۔" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔

"چند آبائی مکانات کا کرایہ جو اتنا زیادہ نہیں ہوتا کہ ہم حقیقتاً خوشحالی کی زندگی بسر کر سکیں۔"

"فکر مت کرو۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "میں اس کی دیکھ بھال کے لئے ایک یوریشین نرس بھیج دوں گا۔۔۔ وہ تم سے کچھ طلب نہیں کریں گی اسے خدمت خلق کا شوق ہے۔"

"ارے آپ کہاں تکلیف کریں گے۔"

"نہیں۔ مجھے تم لوگوں سے بے حد ہمدردی ہے لیکن تم اب اپنی زبان بند ہی رکھنا۔ اس سوٹ کیس یا ان چیزوں کا تذکرہ تو بالکل ہی نہ آنے پائے جن پر تم اژدھے کی تصویریں دیکھ چکی ہو۔"

"پولیس والے اگر پوچھیں۔"

"میں پولیس ہی کے متعلق کہہ رہا ہوں۔"

"کیوں۔ کیا آپ کا تعلق پولیس سے نہیں ہے۔" عورت نے حیرت سے کہا۔

"خفیہ پولیس۔۔۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ سب انسپکٹر مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے رکا تھا۔"

"جی ہاں۔۔۔۔ جی ہاں۔۔۔۔!"

"بس اب۔۔۔۔ اس کی قیام گاہ کا پتہ بتاؤ۔" عمران کلائی کی گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔

"گریشم اسٹریٹ کا پانچواں مکان۔۔۔!"

عمران نے نوٹ بک نکال کر نام اور پتہ تحریر کیا۔

"اچھا نرس دو گھنٹے کے اندر ہی پہنچ جائے گی۔" اس نے کہا اور واپسی کے لئے اٹھ گیا۔ عورت اس کے ساتھ دروازے تک آئی۔

پھر عمران نے پہلے نظر آنے والے پبلک ٹیلی فون بوتھ سے اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کئے۔

روشی موجود تھی اس نے کہا۔ "کیوں۔ روشی تمہیں اس خاندان سے ہمدردی ہے نا۔"

"ہاں قطعی۔" روشی نے جواب دیا۔

"اچھا تو سنو۔ وہ دونوں عورتیں یا تو پکی فراڈ ہیں یا سو فیصدی معصوم، اگر وہ معصوم ہیں تو یہ سمجھ لو کہ ان کی زندگیاں بھی خطرے میں ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"سمجھنے کے لئے وقت نہیں ہے۔ تم وہاں فوراً پہنچ جاؤ تمہیں ایک نرس کی حیثیت سے زچہ کی خبر گیری کرنی ہے، لیکن اپنا پستول ساتھ رکھنا مت بھولنا۔"

"کیا انہیں معلوم ہے کہ میں بحیثیت نرس وہاں قیام کروں گی۔"

"ہاں انہیں علم ہے۔ بس تم اتنا ہی کہہ دینا کہ زچہ کی خبر گیری کے لئے آئی ہو لیکن تمہاری حیثیت صرف نرس کی سی ہو گی۔ تم پوچھ گچھ نہیں کرو گی، بس اپنی آنکھیں کھلی رکھنا۔"

عمران نے مزید بحث و تکرار سے بچنے کے لئے اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب اس کی کار پھر اسی مڈ وائف کے مکان کی طرف جا رہی تھی جس نے زچگی کرائی تھی۔ وہ گھر ہی پر ملی اور عمران کی شکل دیکھتے ہی اس کی رنگت زرد ہو گئی۔ عمران نے جیب سے وہ تصویر نکالی جس کے لئے وہ جولیانا فٹنر واٹر کو کافی دیر تک بور کرتا رہا تھا۔ یعنی اسی کٹے ہوئے سر کی تصویر جو اس کی کار سے برآمد ہوا تھا۔

"اوہ۔۔۔۔ جی ہاں۔۔۔۔" مڈ وائف جگو سر ہلا کر بولی۔ "یہ وہی آدمی ہے جو زچگی کرانے کیلئے مجھے لے گیا تھا۔"

"پہچاننے میں دھوکہ تو نہیں کھا رہیں۔" عمران نے کہا۔

"نہیں جناب یہی تھا۔"

"اس کی مونچھیں کس رنگ کی تھیں۔"

"ویسی ہی جیسی انگریزوں کی ہوتی ہیں۔ ہلکا.... نہیں دیکھئے کون سا رنگ بتاؤں.... کشمشی۔"

"اور کوئی خاص بات۔"

"میں نہیں سمجھی جناب۔"

"چہرے پر کوئی ایسا نشان جو بہت نمایاں ہو۔"

"نشان تو نہیں تھا، البتہ سرخ رنگ کا ایک بڑا سا تل تھا.... اُبھرا ہوا تل۔"

"اچھا شکریہ.... ہو سکتا ہے کہ میں اس کے بعد بھی تم سے ملتا رہوں۔"



کچھ دیر بعد عمران گریشم اسٹریٹ میں داخل ہو رہا تھا۔ کار اس نے کافی فاصلے پر چھوڑ دی تھی اور اب پیدل چل رہا تھا۔ پانچویں مکان کی دیوار پر میک آرتھر کے نام کی تختی نظر آئی لیکن مکان مقفل تھا۔ عمران نے رفتار تیز کر دی وہ جلد از جلد کسی ایسی جگہ پہنچ جانا چاہتا تھا جہاں ٹیلیفون مل سکے۔

اس نے ایک دوا فروش کی دکان سے بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف بلیک زیرو ہی تھا۔

عمران نے کہا۔ "بلیک زیرو۔ تم بحیثیت ایکس ٹو میرے ماتحتوں کو ہدایت کرو کہ وہ گریشم اسٹریٹ کے پانچویں مکان کی نگرانی کریں۔ مکان پر میک آرتھر کے نام کی تختی لگی ہوئی ہے اور مکان مقفل ہے اگر کوئی آدمی اس مکان میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اسکی بھی نگرانی کی جائے۔"

"بہت بہتر جناب۔ مگر کم از کم کتنے آدمیوں کو کام پر لگایا جائے۔"

"میرے خیال سے تین کافی ہوں گے۔ تم صفدر سارجنٹ نعمانی اور لیفٹیننٹ چوہان کو اس کام پر مامور کر سکتے ہو خیر.... ہاں کوئی نئی خبر۔"

"نہیں جناب۔ فی الحال تو کوئی نئی خبر نہیں ہے۔"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

سورج غروب ہو چکا تھا۔ عمران اپنے فلیٹ میں واپس آگیا۔ اس کے ذہن میں بیک وقت کئی

خیالات چکرا رہے تھے۔ اب یہ معاملہ اچھا خاصہ معمہ بن گیا تھا۔ مقتول جس کا سر اس کی کار میں پایا گیا تھا بوڑھی عورت کا داماد تھا۔ شادی پر اسرار طور پر ہوئی تھی۔ زچگی والی رات کو اس نے پہلی بار بوڑھی کے گھر میں قیام کیا تھا اور اپنے ساتھ ایک سوٹ کیس لایا تھا جس پر اژدھے کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ صبح جب بوڑھی بیدار ہوئی تو وہ سوٹ کیس اور بچے سمیت غائب تھا۔ اسی دن اسی سوٹ کیس میں بچے کی لاش ملی۔ گویا وہ سوٹ کیس بوڑھی کے گھر اسی لئے لایا گیا تھا کہ بچے کی لاش اس میں رکھ کر شارع عام پر ڈال دی جائے۔ بوڑھی کا بیان تھا کہ اس کے پاس ایک ایسی انگوٹھی بھی تھی کہ جس کی بناوٹ اژدھے کی سی تھی۔ اس نے ایسے ہی ایک سگریٹ کیس کا بھی تذکرہ کیا تھا جس پر اژدھے کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ انگوٹھی اور سوٹ کیس پر اسرار حالات میں پولیس تک پہنچ چکے تھے لیکن ابھی سگریٹ کیس باقی تھا۔

یہ سب کیا تھا؟ پھر وہ آدمی قتل بھی کر دیا گیا۔ جس کے قبضے میں یہ تینوں چیزیں تھیں۔ شاید وہ ان چیزوں سے چھٹکارا پانا چاہتا تھا۔ ورنہ وہ ایسے عجیب و غریب حالات میں پولیس تک کیسے پہنچتیں۔ لیکن اسے قتل کس نے کر دیا.... قتل کی وجہ؟

اچانک پرائیویٹ فون کی گھنٹی بجی.... عمران دوسرے کمرے میں آیا۔

"ہیلو"

"جولیانا.... سر....!"

"یس....!"

"شہر کے مختلف حصوں میں تین سر اور پائے گئے ہیں۔"

"کیا تم نے انہیں دیکھا ہے۔"

"جی ہاں! اور یہ سر انہیں چار آدمیوں میں سے تین کے ہیں جنہوں نے مجھے اس عمارت میں قید کیا تھا۔"

"ایک اور پیچیدگی۔" عمران بڑبڑایا۔

"میں نہیں سمجھی جناب۔"

"کچھ نہیں۔" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ لیکن پھر فوراً ہی سر سلطان کے نمبر ڈائیل کئے اور انہیں ان تین سروں کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ اسے ان کی تصویریں

بھی درکار ہیں۔

"وہ چار آدمی" عمران سوچنے لگا جنہوں نے جولیا کو اس عمارت میں قید کیا تھا اور اسے وہیں چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے۔ کیا وہ بھی اسی آدمی سے تعلق رکھتے تھے جس کا سر اس کار میں پایا گیا تھا اور اس آدمی کا تعلق تو اس عمارت سے صاف ظاہر تھا کیونکہ وہ انگوٹھی اسی عمارت سے پھینکی گئی تھی۔ لیکن اس کا سر اس کی کار میں کیوں ڈال دیا گیا تھا۔ کیا اس کے قاتل وہی چاروں آدمی تھے جنہوں نے جولیا کو قید کیا تھا۔ مگر ان میں سے تین آدمیوں کا قاتل کون تھا۔

عمران نے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا اور اسے پھاڑنے ہی جا رہا تھا کہ اس کا ملازم سلیمان آ کر سامنے کھڑا ہو گیا۔

"کیا بات ہے" عمران نے ڈانٹ کر پوچھا۔

"منگل کی آٹھویں تاریخ کو میں نے آپ سے جو دس روپے قرض لئے تھے واپس کر دیجئے۔ مجھے سخت ضرورت ہے۔" سلیمان نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"جب ضرورت ہو گی تو میں پھر قرض لے لوں گا۔"

"اب کچھ نہیں ملے گا بھاگ جاؤ۔"

"نہیں صاحب میں تو لے کر رہوں گا.... آج موسم بڑا سہانا ہے.... آپ ہی کی عزت ہوتی ہے پچھلی رات میں آپ کا ڈنر سوٹ پہن کر چانڈو خانے گیا تھا۔ جس نے دیکھا بس دیکھتا ہی رہ گیا پھر سب نے ٹھنڈی سانسیں لیں اور کہا ہاں بھائی بڑے آدمی کے نوکر بھی بڑے ہی ہوتے ہیں۔"

"میرا ڈنر سوٹ پہن کر چانڈو خانے گیا تھا۔" عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"جی ہاں اور آج کسی بار میں جاؤں گا۔ ڈنر سوٹ پہن کر مجھ سے تو دیسی نہیں پی جائے گی۔"

"ابے ہوش میں ہے یا نہیں۔"

"جی ہاں۔ ابھی تو ہوش ہی میں ہوں۔ آج کریم کلر والا سوٹ پہنوں گا۔"

"اے سلیمان کے بچے۔ مارتے مارتے کھال گرا دوں گا تو میرے سوٹ پہنا کرتا ہے۔"

"کیا کروں سرکار مجبوری ہے۔ اگر نہ پہنوں تو یہ کیسے معلوم ہو گا کہ میں عمران صاحب کا نوکر ہوں۔"

"چاہے عمران صاحب لنگوٹی ہی کیوں نہ لگائے پھریں۔"

"یہ تو اور بھی تعریف کی بات ہے لوگ کہیں گے۔ یہ وہ بڑا آدمی ہے جو خود تو لنگوٹی لگائے پھرتا ہے، لیکن اس کے نوکر گورنر جنرل معلوم ہوتے ہیں۔"

"واقعی۔" عمران خوش ہو کر بولا۔

"جی ہاں۔"

"اچھا لنگوٹی لگا کر پھرا کر۔ میں خود کو تیرا نوکر مشہور کر دوں گا۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔

"دس روپے صاحب خواہ کچھ ہو جائے۔"

"ہائیں.... ابھی تو نے کیا کہا تھا بار میں جاؤں گا.... ابے کیا شراب پینے لگا ہے۔"

"شراب نہیں تو پھر کیا چرس پیئوں گا صاحب.... آپ جیسے بڑے آدمی کا نوکر اور چرس۔"

"سلیمان!"

"جی صاحب۔"

"ایک ٹانگ پر۔"

"ارے باپ رے۔" سلیمان ایک ٹانگ پر کھڑا ہوتا ہوا کراہا۔

"ایک گھنٹے کی۔"

"ارے مر گیا۔"

"سلیمان"

"جی صاحب۔"

"اگر ایک گھنٹے پہلے دوسری ٹانگ زمین پر رکھی تو ساری زندگی ایک ہی ٹانگ پر کھڑا رہنا پڑے گا۔"

"میں نے آپ سے جو دس روپے قرض لئے تھے واپس کر دوں گا۔"

"کل نہیں۔ ابھی اور اسی وقت.... ابے او کبوتر کے پٹھے ہمیں کوئی مارواڑی سیٹھ سمجھتا ہے۔"

"نہیں صاحب آپ تو دن رات فاقے کرتے ہیں۔"

"ٹانگ گراؤ۔"

سلیمان نے دوسری ٹانگ بھی زمین پر رکھ دی اور پھر فوراً ہی بولا۔ "صاحب دس روپے۔"

"ابے آدمی ہے یا بٹیرا، ابھی تو نے کہا تھا کہ آپ دن رات فاقے کرتے ہیں۔"

"اب یہ آپ کی عادت ہی ہے کہ جیب میں ہزار ہزار روپے ٹھونسے فاقے کیا کرتے ہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ پھر بھی جتنا مجھ سے ہو سکتا ہے کرتا ہی ہوں۔ کبھی دس مانگ لئے.... کبھی بیس مانگ لئے.... کبھی تمیں....!"

"شام کے کھانے میں کیا ہے۔"

"نرگسی کوفتے۔"

"خاموش۔ خاموش اگر تو نے کوئی شعر پڑھا تو سر توڑ دوں گا.... نمک حرام مجھے اُلو سمجھتا ہے۔ شعر سناتا ہے۔"

"شعر کب سنا رہا تھا صاحب۔"

"تو پھر یہ نرگسی ورگسی کیا تھا۔"

"نرگسی کوفتے۔"

"خدا کی پناہ۔" عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "یہ ہانڈیوں میں کب سے شاعری چل پڑی ہے۔ ابے دیکھ اگر تو نے مجھے کبھی نرگسی کوفتے یا بلبل کے پروں کی ترکاری کھلائی تو فوراً ڈس مس کر کے ٹنڈوالہ یار بھجوا دوں گا۔ کیا سمجھا۔"

"کچھ نہیں سمجھا۔ اب آپ مجھے پھانسی دے دیجئے۔"

"ابے کبھی دس روپے کا نوٹ مانگتا ہے، کبھی پھانسی، تیرا وہ تو نہیں چل گیا۔ کیا کہتے ہیں اسے بول....!"

"کھوٹا روپیہ، جی ہاں چل گیا تھا، مگر صاحب دس روپے۔"

"تو بڑا خرانچ ہو گیا ہے۔ اب میں تیری شادی کرا دوں گا۔"

"نہیں آپ صرف دس روپے دیجئے شادی پر اس سے زیادہ لاگت آئے گی۔"

"دفان ہو۔" عمران نے جیب سے دس دس کے دو نوٹ نکال کر اس کے منہ پر مارتے ہوئے کہا۔

"بس ایک کافی ہے۔"

"نہیں دونوں۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"بڑی مصیبت ہے کس جنجال میں پھنس گیا۔" سلیمان بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "مانگوں گا ایک

ملیں گے دو.... مجھ سے آپ کی نوکری نہیں ہو سکے گی جناب۔"

"صرف ایک سال اور نکال دے سلیمان پیارے.... اگر ایک کے چار ملیں تب بھی صبر کر ایک کے آٹھ ملیں تو خون کے گھونٹ پی اور خاموش اللہ بڑا کارساز ہے۔ شاید اس کے بعد مجھے ہی تیری نوکری کرنی پڑے۔"

"اللہ مالک ہے۔" سلیمان ٹھنڈی سانس لے کر چلا گیا۔

"تھوڑی دیر بعد پرائیویٹ فون کی گھنٹی بجی۔ عمران نے اٹھ کر ریسیور اٹھایا۔ "ہیلو"

"بلیک زیرو سر! اس مکان کی نگرانی ہو رہی ہے۔ ابھی تک کسی نے بھی اس میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی۔ قفل بدستور موجود ہے۔"

"بہت اچھا۔ میں ٹھیک گیارہ بجے اس میں داخل ہوں گا۔"

"کیا میں بھی موجود رہوں۔"

"صرف تم.... گیارہ بجنے سے پندرہ منٹ پہلے انہیں وہاں سے ہٹا دینا۔"

"بہت بہتر جناب۔"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔



گریشم اسٹریٹ سنسان ہو گئی تھی۔ عمران ٹہلتا ہوا پانچویں عمارت کے قریب آیا۔ بلیک زیرو پہلے ہی سے اس کا منتظر تھا۔ عمران نے جیب سے ایک باریک سا اوزار نکالا اور قفل پر جھک پڑا.... قفل کھولنے میں اس نے چند سیکنڈ سے زیادہ نہیں لئے۔

"آؤ...." وہ آہستہ سے بولا اور بلیک زیرو نے اس کے بعد عمارت میں داخل ہو کر دروازہ بہ آہستگی بند کر کے بولٹ کر دیا۔

لیکن عمران اس طرح ٹھٹک گیا جیسے کسی جانور کی طرح خطرے کی بو سونگھ لی ہو۔

"کیا بات ہے۔" بلیک زیرو نے آہستہ سے پوچھا۔

"اس اندھیرے کمرے میں کسی کالی بلی کی تلاش ہے۔"

بلیک زیرو اس پر کچھ نہیں بولا۔ لیکن وہ عمران کی صلاحیتوں سے بخوبی واقف تھا اور پھر یک

بیک اس کے بھی کان کھڑے ہوگئے۔ اس نے بھی یہی محسوس کیا کہ وہاں ان دونوں کے علاوہ بھی کوئی موجود ہے۔ عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور وہ دونوں دیوار سے جا لگے۔

"چک چک....." آواز پھر آئی۔

لیکن اس وقت اس کا رخ بدلا ہوا تھا۔ بلیک زیرو نے بھی محسوس کیا۔ جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کے دستے پر اس کی گرفت سخت ہوتی رہی۔ عمران کا ہاتھ اس کے شانے پر تھا۔ دفعتاً ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی وزنی چیز زمین پر گری ہو۔ اس کے بعد ہی ایک ہلکی سی چیخ کسی بند کمرے میں گھٹ کر رہ گئی۔

"آؤ" عمران آہستہ سے بولا۔ اس نے ایک چھوٹی سی ٹارچ نکال لی تھی جس کی محدود روشنی میں وہ آگے بڑھے۔ عمران نے دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ یہ دروازہ مقفل نہیں تھا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اسے کھول کر وہ آگے ہی بڑھتا رہا۔ راہداری مختصر سی تھی جس میں دو رویہ چار کمرے تھے، ان کے دروازے کھلے ہوئے تھے، وہ ان میں ٹارچ کی روشنی ڈالتا جا رہا تھا۔ راہداری کا اختتام ایک دروازے پر ہوا تھا اور یہ دروازہ بھی بند تھا۔ عمران رک گیا۔ دروازے کی درزوں میں روشنی نظر آ رہی تھی، عمران نے ٹارچ بجھا دی تھی۔ اس کی آنکھ دروازے کی جھری سے جا لگی۔ اندر دو آدمی نظر آئے ایک فرش پر چت پڑا دوسرے کو بے بسی سے دیکھ رہا تھا اور دوسرا آدمی جو اس کے قریب ہی کرسی پر بیٹھا اسے گھور رہا تھا۔ بادی النظر میں آدمی سے زیادہ کوئی گوریلا معلوم ہوتا تھا۔ اس کا قد بمشکل پانچ فٹ رہا ہوگا لیکن پھیلاؤ بہت زیادہ تھا۔ سر سے پیر تک سیاہ رنگ کا چست لباس تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سارے جسم پر سیاہ کپڑا منڈھ لیا گیا ہو.... چہرہ بھی اسی میں چھپ کر رہ گیا تھا۔ صرف آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے، کمرے میں دوسری جانب ایک کھڑکی تھی، جو کھلی ہوئی تھی اور صاف ظاہر تھا کہ اس کی سلاخیں نکال کر اندر آنے کا راستہ بنایا گیا ہوگا.... کئی مڑی تڑی سلاخیں کمرے کے فرش پر پڑی ہوئی تھیں۔

"اٹھو" دفعتاً گوریلا نما آدمی غرایا۔

وہ آدمی چپ چاپ فرش سے اٹھ گیا۔

"دروازہ کھولو" گوریلا نے کہا۔ "دوسرے کمرے میں چلو تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں لیکن اتنا سمجھ لو کہ تم یہاں سے اس وقت تک نہیں نکل سکو گے جب تک میں نہ چاہوں۔"

عمران نے بلیک زیرو کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور وہ دونوں بڑی تیزی سے چلتے ہوئے دوسرے سرے کے کمرے میں چلے گئے.... عمران اس کی کھڑکی کے قریب ہی رک کر راہداری کے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا۔

دفعتاً دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ لیکن اس کمرے کی روشنی گل کر دی گئی تھی۔ عمران صرف قدموں کی آوازیں سنتا رہا اور پھر شائد اسی کمرے کے برابر والے کمرے ہی میں ان آوازوں کا خاتمہ ہو گیا۔ روشنی کا ایک بڑا سا دھبہ راہداری میں نظر آنے لگا۔ اس کمرے کا بلب روشن کیا گیا تھا۔

عمران اور بلیک زیرو دبے پاؤں کمرے سے نکلے۔ روشن کمرے کی کھڑکی بند ہی تھی۔ عمران ایک بار پھر اس کی جھری سے جھانک رہا تھا۔

گوریلا نما آدمی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "ہاں.... تم یہاں اس وقت کیا کر رہے تھے۔"

"چچ....چوری کرنے آیا تھا۔" دوسرا آدمی ہکلایا۔

"آئے کدھر سے تھے۔ دروازہ تو مقفل تھا۔"

"برابر والے مکان کی چھت پر سے۔"

"چوری کرنے آئے تھے، تو کرو چوری میں بھی تمہارا ہاتھ بٹاؤں گا۔" گوریلا بولا۔

"مم.... معاف کر دیجئے جناب.... آئندہ ایسی غلطی نہ ہوگی۔"

"تم گدھے ہو...." گوریلا ہنس پڑا۔ "میں بھی چور ہوں اور کھڑکی توڑ کر اندر آیا ہوں۔"

دوسرا آدمی کچھ نہ بولا۔ دفعتاً گوریلا غصیلی آواز میں غرایا۔ "اگر تم اپنی زبان نہ کھولو گے تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو تمہارے چار ساتھیوں کا ہو چکا ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"کیا تم آرتھر کے ساتھیوں میں سے نہیں ہو۔"

"نہیں جناب میں کسی آرتھر سے واقف نہیں ہوں۔"

"اچھی بات ہے تو اب تم چوری شروع کر دو۔ میں دیکھوں گا کہ تم کیا چرانے آئے ہو۔"

"مجھے جانے دیجئے۔" اس نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

"نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تمہارا سر بھی۔"

"نہیں...." وہ آدمی دونوں ہاتھ پھیلا کر چیخا۔

"آہستہ .... آہستہ بولو۔"

"نقاب ...." عمران نے دھیمی آواز میں کہا۔ بلیک زیرو نے جیب سے نقاب نکال کر چہرے پر چڑھالی۔ عمران بھی نقاب لگاچکا تھا۔

کمرے کے اندر خوفزدہ سی چیخیں گونجنے لگیں۔ گوریلا نما آدمی دونوں ہاتھ پھیلائے آہستہ آہستہ دوسرے آدمی کی طرف بڑھ رہا تھا اور دوسرا آدمی چیختا ہوا دروازے کی طرف کھسک رہا تھا۔

"بتاؤ مجھے اپنے اور ساتھیوں کے نام اور پتے بتاؤ" گوریلا نما آدمی کہہ رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران اندر تھا۔ بلیک زیرو نے ریوالور نکال لیا۔

"تم لوگ چیخ چیخ کر دوسروں کی نیندیں کیوں برباد کررہے ہو۔" عمران نے کہا۔

گوریلا نما آدمی رک گیا۔

"بہت خوب میرا خیال ہے بس اب تم تین ہی بچے ہو۔ خیر میں باری باری سے تم تینوں کے گلے گھونٹ دوں گا۔ مار ڈالنے کے بعد گردن الگ کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔" گوریلا غرایا۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" بلیک زیرو للکارا۔

"تم شوق سے فائر کردو۔" جواب ملا۔

"یہ ریوالور بے آواز ہے۔" بلیک زیرو نے کہا۔

"پرواہ نہ کرو۔ میں بھی خاموشی سے مر جاؤں گا۔"

"بے کار گولیاں ضائع نہ کرنا۔" عمران بولا۔ "اس نے بلٹ پروف پہن رکھے ہیں۔"

"بڑے چالاک معلوم ہوتے ہو۔" گوریلا ہنس پڑا۔

"خود کو ہمارے حوالے کردو .... بکواس نہ کرو۔" عمران بولا۔

"آؤ .... پکڑلو مجھے .... میں کہیں بھاگا تو نہیں جاتا۔"

عمران آگے بڑھا .... لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسے ایک طرف ہٹ جانا پڑا اور گوریلا اپنے ہی زور میں سامنے والی دیوار سے جاٹکرایا پھر پلٹنے بھی نہ پایا تھا کہ بلیک زیرو نے اس کے سر پر ریوالور کا دستہ رسید کردیا۔ کھٹاکے کی آواز آئی، بالکل ایسے ہی جیسے دستہ پتھر پر پڑا ہو۔

"کیوں حماقت کررہے ہو۔" عمران بولا۔ "سر پر بھی بلٹ پروف ہے۔"

"گوریلا بلیک زیرو پر جھپٹ پڑا لیکن عمران دونوں کے درمیان آگیا۔ گوریلا کے بازو اسے

جکڑنے کے لئے آگے بڑھے۔ مگر قبل اس کے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا عمران کی لات اس کے پیٹ پر پڑی اور وہ ایک بار پھر دیوار سے جاٹکرایا۔ پھر سچ مچ وہ کسی گوریلے ہی کی طرح غرانے لگا۔ اس بار حملہ شدید تھا۔ لیکن عمران نے پھر جھکائی دی اور بائیں پہلو میں پہنچ کر ایک لات پھر رسید کی۔

وہ دراصل اسے تھکا کر بے بس کردینا چاہتا تھا۔ دفعتاً اسے دوسرے آدمی کا خیال آیا اور اس نے بلیک زیرو سے کہا۔

"او گدھے وہ کہاں گیا۔"

"اوہ .... وہ نکل گیا شائد۔" بلیک زیرو نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھو" عمران دھاڑا۔ "وہ جانے نہ پائے۔"

بلیک زیرو راہداری کی طرف جھپٹا۔ حقیقتاً اسی کی غفلت کی بناء پر وہ نکل جانے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ قصور اس کا بھی نہیں تھا۔ گوریلے اور عمران کی کشمکش کچھ ایسی دلچسپ تھی کہ وہ کسی چوتھے آدمی کے وجود سے غافل ہوگیا تھا۔

گوریلا پیچھے ہٹا۔ اب شائد اسے بھی اپنی حماقت کا احساس ہوگیا تھا۔ دیوار کے سہارے ٹک کر وہ ہانپنے لگا اور پھر عمران کو ایسا لگا جیسے وہ کھڑے ہونے میں دشواری محسوس کررہا ہو۔ وہ بائیں جانب جھکتا چلا جارہا تھا۔ عمران خاموش کھڑا دیکھتا رہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کی عقل ٹھکانے آگئی کیونکہ اس نے بھی عمران کو دھوکہ ہی دیا تھا۔ غشی طاری ہونے کا مظاہرہ کرکے اس نے دراصل ریوالور نکال لینے کی مہلت حاصل کی تھی۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ" وہ کسی درندے کی طرح غرایا۔

"میں بھی ہاتھ اٹھانے کا عادی نہیں ہوں۔" عمران نے جواب دیا۔ "تم شوق سے فائر کرسکتے ہو۔"

"مجھے بھی اس کی پرواہ نہ ہوگی کہ فائر کی آواز رات کے سناٹے میں لوگوں کو چونکا دے گی۔" گوریلا غصیلی آواز میں بولا۔ پھر دفعتاً اس کی آواز سے خوش مزاجی ظاہر ہونے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا "مگر ٹھہرو! تم کون ہو۔ کیا اس آدمی سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تم فائر کرو .... میرا اور اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ میں بلٹ پروف کے بغیر ہی اپنا کام چلالیتا ہوں۔"

"نہیں میں فائر نہیں کروں گا۔"

"لیکن میں تمہاری شکل ضرور دیکھوں گا۔" عمران نے کہا۔ "پچھلے سال میرا ایک مینڈھا فرار ہو گیا تھا۔ اس کے غم میں آج بھی رونے کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر آنسو نہیں نکلتے، وہ بالکل تمہاری ہی طرح ڈھیٹ تھا۔"

"اوہ...." گوریلا کی آواز پھر غصیلی ہو گئی۔ "تم میرا مذاق اڑا رہے ہو.... یہ لو۔"

اس نے فائر جھونک دیا۔ عمران غافل نہیں تھا۔ سنگ آرٹ آڑے آیا اور گولی سامنے والی دیوار سے ٹکرائی۔ اس نے پھر فائر کیا لیکن اس کا بھی یہی انجام ہوا۔ پھر تیسرا لیکن چوتھے فائر نے اس کی عقل خبط کر دی۔ کیونکہ وہ عمران کی بجائے بجلی کے بلب پر کیا گیا تھا۔ کمرہ تاریک ہو گیا۔

عمران نے میز الٹنے کی آواز سنی اور پھر قبل اس کے کہ وہ کوئی تدبیر کرتا بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز راہداری میں پہنچ گئی۔ عمران بھی دروازے کی طرف جھپٹا۔ یہ ایک دلچسپ سچویشن تھی۔ گولی مار دینے کی دھمکی بھی کارگر نہ ہوتی کیونکہ بھاگنے والے کے جسم پر بلٹ پروف موجود تھے۔ دفعتاً عمران نے بلیک زیرو کی آواز سنی جو شاید بوکھلاہٹ میں اسے گولی ہی مار دینے کی دھمکی دے رہا تھا۔

پھر سامنے والے کمرے میں ٹارچ کی روشنی نظر آئی اور کوئی بھاگتا ہوا آدمی عمران سے ٹکرایا۔

"بھاگئے۔" ٹکرانے والے نے سرگوشی کی۔ "پولیس"

عمران صدر دروازے کی طرف جھپٹا اور وہ دونوں بڑے اطمینان سے سڑک پر آ گئے۔ کیونکہ ادھر سناٹا تھا۔ شاید پولیس والوں کو ٹوٹی ہوئی کھڑکی نے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ اب ان کے چہروں پر نقاب نہیں تھے وہ بالکل اس انداز سے چلتے رہے جیسے چہل قدمی کے لئے نکلے ہوں۔

"کچھ بھی نہ ہوا جناب...." بلیک زیرو نے مغموم لہجے میں کہا۔

"بہت کچھ ہوا۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ "جو کچھ گذر جائے اس کے متعلق کبھی نہ سوچو۔"

"نہیں جناب میں بہت نادم ہوں۔ وہ پہلا آدمی تو سو فیصدی میری ہی غفلت کی بناء پر نکل گیا۔"

"اور دوسرا آدمی مجھے الو بنا گیا...." عمران ہنس کر بولا۔ "اس نے جب دیکھا کہ تین فائر

کرنے کے باوجود میرا کچھ نہ بگاڑ سکا تو چوتھا فائر بلب پر کر کے اندھیرے میں نکل بھاگا۔ خیر مگر اس سے ایک فائدہ ہوا یعنی یہ بات واضح ہو گئی کہ اس سلسلے میں دو مختلف گروہ زور آزمائی کر رہے ہیں۔ مقصد جو کچھ بھی ہو وہ دوسرا آدمی جو گوریلے کا شکار ہونے والا تھا غالباً انہیں لوگوں میں سے تھا جن کے سر شہر کے مختلف حصوں میں پائے گئے ہیں۔"

"مگر ان سروں کی نمائش کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔"

"دوسرے گروہ کو مرعوب کرنا۔ فی الحال میں اس کے علاوہ اور کسی نتیجے پر نہیں پہنچا۔"

"یعنی وہ گوریلا انہیں لوگوں میں سے تھا، جنہوں نے وہاں چار آدمیوں کے سر کاٹ کر شہر کے مختلف حصوں میں ڈال دیئے تھے؟"

"ان دونوں کی گفتگو سے تو یہی ثابت ہوتا ہے۔"

"لیکن آپ اس وقت یہاں آئے کیوں تھے۔"

"کسی ایسی چیز کی تلاش میں جس سے میک آرتھر کی شخصیت پر روشنی پڑ سکے۔"

"لیکن کھیل ختم ہو گیا۔"

"نہیں کھیل تو غالباً اب شروع ہوا ہے۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔



دوسری صبح عمران نے فون پر روشی کی آواز سنی وہ کہہ رہی تھی۔ زچہ کی حالت بہتر ہے لیکن وہ بچے کے لئے بے حد بے چین ہے۔ عمران یہ دونوں ماں بیٹی بے حد شریف ہیں۔ لیکن دنیا میں ایسے شریف کہاں ملیں گے جو کسی دوسرے کی شرافت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔

"ہائیں" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہ تم اخلاقیات پر لیکچر دے رہی ہو یا رپورٹ پیش کر رہی ہو۔"

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔"

"ان کے اعزاء پر اس کا کیا رد عمل ہوا ہے۔"

"جب میں ان کے اعزا کو جانتی ہی نہیں تو اس کا جواب کیا دے سکوں گی۔"

"ان سے ملنے کے لئے کوئی بھی نہیں آیا۔"

"نہیں.... ابھی تک تو کوئی بھی نہیں آیا.... وہ دونوں تنہا ہیں۔"

"لڑکی کو اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کرو۔ اس کی ماں کا بیان ہے کہ بچہ غیر قانونی نہیں ہے بلکہ دونوں کی شادی ہوئی تھی، لیکن اس شادی کا باقاعدہ طور پر اعلان نہیں کیا گیا تھا۔ ہاں وہ مرد جو اس مڈوائف کو وہاں سے لے گیا تھا اس کا شوہر تھا۔"

پھر اس نے سوٹ کیس اور بچے کی داستان دہرائی۔

"اوہ.... عمران.... تم نے مجھے اب تک اندھیرے میں کیوں رکھا۔"

"اتنا موقع ہی نہیں ملا تھا کہ تمہیں آگاہ کر سکتا اور سنو میری کار میں جولیا کو جو سر ملا تھا وہ اسی آدمی کا تھا۔"

"میرے خدا...." روشی کی آواز کپکپا رہی تھی۔ "اتنا سنسنی خیز کیس اور تم نے مجھے اندھیرے میں رکھا۔ اچھا اب دیکھنا میں کیا کرتی ہوں۔"

"کیا مطلب۔"

"بس دیکھ لینا۔"

"اے روشی تم کوئی غیر ذمہ دارانہ حرکت نہیں کرو گی۔"

"تم گدھے ہو۔ بس چپ چاپ دیکھتے جاؤ۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ بوڑھی عورت کا بیان درست ہی ہوگا۔"

"اوہو.... کیوں؟ ابھی تو تم ان کی شرافت کے گیت گا رہی تھیں۔"

"پورے واقعات کا علم ہوتا تو نتیجہ اخذ کرنے میں اتنی جلدی نہ کرتی۔"

"آخر بوڑھی کے بیان پر یقین کیوں نہ کیا جائے۔" عمران نے کہا۔

"دنیا کی کوئی ماں اتنی بدھو نہیں ہوتی۔"

"اچ.... چھا.... کاش میں بھی ماؤں کو سمجھ سکتا۔"

"نہیں سمجھ سکتے۔ تاوقتیکہ ماں بننے کی صلاحیتیں نہ پیدا کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آج ہی سے ملتانی مٹی کھانا شروع کر دوں گا۔" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا.... وہ کچھ فکر مند سا نظر آنے لگا تھا۔ اس نے سلیمان کو آواز دی۔

"جی صاحب۔" وہ باورچی خانہ سے بولا۔

"یہاں آؤ۔" عمران دھاڑا۔

"چائے میں ابھی کچھ دیر ہے صاحب۔"

"صاحب کے بچے یہاں آؤ۔"

سلیمان بُرا سا منہ بنائے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

"میں ناشتے میں ملتانی مٹی کا حلوہ کھاؤں گا۔"

"ملتانی مٹی کا حلوہ" سلیمان نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں.... فوراً تیار کرو۔"

"آپ کچھ بھول تو نہیں رہے صاحب۔"

"پتہ نہیں۔ اگر بھول ہی رہا ہوں تو یاد دلاؤ۔"

"غالباً آپ چنے کا حلوہ کھانا چاہتے ہیں لیکن چنے کی بجائے آپ کو ملتانی یاد آ رہی ہے۔"

"ابے مجھے الو بناتا ہے چنے کا حلوہ کیسے بن سکتا ہے۔"

"بن سکتا ہے صاحب۔"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ پرائیویٹ فون کی گھنٹی بجی وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا اور فون کا ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو بول رہا تھا۔

"بڑی دشواری آ رہی ہے جناب۔"

"کیوں کیا بات ہے۔"

"میں نے اس آدمی کا پتہ لگا لیا ہے جو پچھلی رات اس گوریلا نما آدمی کا شکار بن گیا ہوتا۔"

"تفصیل"

"آج اتفاقاً صبح ہی صبح وہ مجھے ایک ٹیکسی میں نظر آ گیا۔ میں نے تعاقب شروع کر دیا لیکن پتہ نہیں وہ اسی عمارت میں مقیم ہے یا وقتی طور پر وہاں گیا تھا۔"

"عمارت کہاں ہے۔"

"گریشم سٹریٹ ہی میں ہے۔" جواب ملا۔ "اور اس کا نمبر تیرہ ہے۔ عمارت بڑی شاندار ہے۔"

"یہ عمارت اسی لائن میں ہے نا جس میں پانچویں عمارت ہے۔"

"جی نہیں۔ اس لائن میں نہیں ہے۔" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"خیر تو اس تعاقب کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔" عمران نے کہا۔

"جی نہیں۔ نتیجہ اگر برآمد بھی ہوا ہے تو میں اسے کوئی اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

"ہوں.... کیا نتیجہ برآمد ہوا ہے۔"

"وہ گریشم اسٹریٹ کی تیرھویں عمارت میں گھسا اور دھکے دے کر نکلوا دیا گیا۔"

"اوہ...."

"جی ہاں.... دو خونخوار قسم کے پٹھان چوکیدار وہاں موجود تھے۔ انہوں نے اسے بڑی بے دردی سے اٹھا کر کمپاؤنڈ کے باہر پھینک دیا تھا۔"

"پھر اس نے کیا کیا۔"

"کچھ نہیں سڑک پر کھڑا دھمکاتا رہا کہ وہ اس عمارت کے مکینوں کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کرے گا۔"

"اور تم اس واقعہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔"

"جی نہیں۔ اگر یہ واقعہ کسی شریف آدمی کو پیش آیا ہوتا تو یقیناً....؟"

"بس خاموش" عمران غرایا۔ "پتہ نہیں آج کل میرے ساتھیوں کو شرافت کا ہیضہ کیوں ہو گیا ہے۔"

"مم.... مطلب یہ کہ....!"

کچھ نہیں خاموش رہو.... اگر آئندہ میں نے اس قسم کے جملے تمہاری زبان سے سنے تو بُری طرح پیش آؤں گا۔" عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔



روشی نے لڑکی کو لٹا دیا۔ وہ ہولے ہولے کراہ رہی تھی۔ روشی نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں بتا سکتی کہ مجھے تم سے کتنی محبت معلوم ہوتی ہے۔ میں یہاں اکثر آیا کروں گی۔"

"اب تم سو جاؤ سسٹر" لڑکی نے کمزور آواز میں کہا۔ "تم ساری رات جاگتی رہی ہو۔"

"مجھے نیند نہیں آئے گی اس وقت تک آہی نہیں سکتی جب تک کہ میں تمہاری طرف سے مطمئن نہ ہو جاؤں۔"

"پگلی...." روشی اس کے گال پر ہلکی سی چپت لگا کر مسکرائی۔ "میں یہ کہہ رہی تھی کہ جب تک تمہارا ٹمپریچر کم نہیں ہوتا مجھے نیند نہیں آئے گی۔ تم رات بھر جاگتی رہتی ہو۔"

لڑکی کچھ نہ بولی۔ اس کے گالوں پر آنسو ڈھلکنے لگے تھے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارا غم کیسے بٹاؤں.... کیا وہ پاگل تھا بے بی۔"

لڑکی کچھ نہ بولی۔ صرف روتی رہی.... بوڑھی عورت نے روشی کو بھی بچے کے غائب ہو جانے کی داستان سنائی تھی۔ لیکن اس کا بیان اس رپورٹ سے مختلف نہیں تھا جو اس نے پولیس کو دی تھی۔

روشی خاموش بیٹھی اسے تحیر آمیز نظروں سے دیکھتی رہی۔

"تمہیں رونا نہ چاہئے۔ صبر کرو۔ اگر دنیا کے سارے آدمی فرشتے ہو جائیں تو دنیا جنت بن سکتی ہے۔"

"خدا کے لئے خاموش رہو۔" لڑکی بولی۔

"اوہ.... معاف کرنا۔ اگر میری اس بات سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہو۔"

"نہیں...." وہ اس کا ہاتھ دبا کر بولی۔ "تم بہت اچھی ہو۔ بہت اچھی۔ میں اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہوں۔ ممی جھوٹ بول رہی ہیں۔ وہ بھی پاگل ہو گئی ہیں۔ وہ میرا شوہر نہیں تھا۔ اس نے مجھ سے شادی نہیں کی تھی۔ وہ ایک بہت بڑا بلیک میلر اور کمینہ تھا۔ ممی کو بلیک میل کر رہا تھا۔ میں نہیں جانتی کہ ممی اس کی خوشامد کئے بغیر مفلس کیسے ہو جاتیں۔ وہ سب کچھ دیکھتی رہیں۔ ان میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس سے شادی کے لئے کہہ سکتیں۔ پہلے پہل وہ شریف آدمی کی طرح یہاں آیا تھا اور میں اسے ایک مخلص دوست سمجھتی تھی پھر.... میں اپنے ہی کو الزام دوں گی.... مجھ سے لغزش ہو گئی ممی کو اس کا علم ہوا۔ لیکن وہ روتی اور چیختی رہیں.... ان کا دماغ اس وقت ماؤف ہو گیا جب وہ بچے کو اٹھا کر لے گیا۔ پھر وہ یہ بھی بھول گئیں کہ وہ انہیں بلیک میل کر رہا تھا اور اب بھی وہ انہیں نقصان پہنچا سکتا تھا۔ انہوں نے ایک افسانہ تراشا اور پولیس کو رپورٹ دے دی۔ لیکن اب وہ پریشان ہیں کیونکہ ان کی تراشی ہوئی داستان بہت کمزور ہے۔"

لڑکی خاموش ہوگئی۔ روشی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "ہاں تمہاری ممی سے غلطی ہوئی۔ انہیں اس مسئلے پر خاموش رہنا چاہئے تھا۔ کیونکہ وہ دراصل وہی چیز لے گیا جو تمہاری بدنامی کا باعث ہوتی۔ وہ تو کوئی بلیک میلر تھا۔ مگر تمہاری ممی مفلس کیوں ہوجاتیں۔"

"میں نہیں جانتی۔ ویسے ہمارا ذریعہ معاش ان تین عمارتوں کا کرایہ ہے جو ممی کو ترکے میں ملی تھیں۔"

"اور ان کا خیال ہے کہ وہ آرتھر کے خلاف کسی قسم کی آواز اٹھانے پر مفلس ہوجاتیں۔"

"ہاں وہ یہی کہتی تھیں۔"

"مگر انہوں نے یہ بہت بُرا کیا۔ انہیں پولیس کو غلط بیان نہ دینا چاہئے تھا۔"

"سب سے زیادہ پریشانی مجھے اسی بات کی ہے۔ مجھے رات کو نیند نہیں آتی۔ میں یہ سوچتی ہوں کہ اگر پولیس کو حقیقت کا علم ہوگیا تو کیسی پریشانیاں ہوں گی۔ میرے خدا...."

اس نے اپنا چہرہ چھپالیا.... اور روشی اس کا شانہ تھپکنے لگی۔

"گھبراؤ نہیں...." اس نے آہستہ سے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ میں تمہارے کسی کام آسکوں۔ مطمئن رہو۔ پولیس اب ادھر کا رخ بھی نہیں کرنے پائے گی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔"

"سب کچھ ہوسکتا ہے۔ تم اس میں اپنا ذہن الجھانے کی بجائے سونے کی کوشش کرو۔ زندگی میں ایسے نشیب و فراز بہت آتے ہیں۔ اس کی پرواہ بالکل نہ ہونی چاہئے۔ اب پھر تم یہی سوچو کہ تمہارا معاملہ ابھی بالکل ڈھکا چھپا ہوا ہے۔"

"کہاں.... پولیس اسے افسانہ بنادے گی۔ پڑوسیوں کو بھی آخر کار علم ہوجائے گا۔"

"میں کہتی ہوں کہ پولیس کو اس سے روکا جائے گا۔ تم سونے کی کوشش کرو میں ابھی آئی۔"

روشی اٹھ گئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ عمران کو فوراً اطلاع دینی چاہئے تاکہ وہ معاملات کو آگے نہ بڑھنے دے۔



گریشم اسٹریٹ کی تیرھویں عمارت کافی شاندار تھی۔ عمران اس کی بائیں جانب والی گلی میں

کھڑا اس کھڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا جو اسی گلی میں کھلتی تھی۔ آج تیسرا دن تھا کہ وہ اس کھڑکی کے نیچے لفنگوں کے سے انداز میں سیٹیاں بجا رہا تھا۔ پچھلے دو دنوں سے اس نے یہ رویہ اختیار کیا تھا۔

قصہ دراصل یہ تھا کہ اس نے پہلے دن اس مکان کے مکینوں سے ملنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن پھاٹک پر کھڑے ہوئے دو پٹھان چوکیداروں نے راستہ روک لیا تھا۔ اس نے اپنا کارڈ نکال کر انہیں دینا چاہا لیکن انہوں نے اسے اٹھا کر سڑک پر پھینک دینے کی دھمکی دی تھی وہ چپ چاپ واپس چلا آیا تھا۔ لیکن پھر اس کھڑکی پر نظر پڑتے ہی دوسری تدبیر سوجھ گئی۔ حالانکہ یہ تدبیر بہت زیادہ خطرناک تھی لیکن عمران کے سر میں جو کچھ بھی سما جائے۔

ویسے وہ اتنا واہیات بھی نہیں تھا کہ خواہ مخواہ کسی شریف آدمی کی پگڑی اچھالنے کی کوشش کرتا۔ اس نے پہلے ہی معلوم کرلیا تھا کہ اس عمارت کے مکین کیسے لوگ ہیں۔ وہاں ایک بوڑھی یوریشین عورت رہتی تھی جس کے ساتھ دو تین لڑکیاں بھی تھیں اور شہر کے چند صاحب حیثیت لوگ ان کے "سرپرست" تھے۔ ان تین دنوں میں بوڑھی کئی بار کھڑکی کھول کر عمران کو گالیاں دے چکی تھی۔ آج بھی حسب معمول اس نے کھڑکی کھول کر ٹوٹی پھوٹی اردو میں کہا....

"او.... حرامجادہ تم کیوں ہمارا پیچھے پڑا ہے۔"

"تم حرامجادہ کا بائی لویڈ ہے.... ڈارلنگ...." عمران رو دینے والی آواز میں بولا۔ "تم اس کا کھبر نہیں لے گا تو وہ مر جائے گا۔ پٹھانوں کو بولو کہ حرامجادہ ہمارا لور ہے۔ اسے آنے دو۔"

"بھاگ جاؤ کتے کا پلا...."

"ہم نہیں۔ ہمارا چھوٹا بھائی ہے کتے کا پلا۔ وہ بھی آئے گا.... ہم سچ بولتا ہے.... مر جائے گا ہم.... ہم کو اپنا پاس بولاؤ۔"

"اچھا ٹھہرو.... ہم پٹھان کو بلاتا ہے۔"

"بلاؤ.... بلاؤ.... ہم یہیں تمہاری گلی میں مرے گا۔ ابھی مرے گا۔"

عورت نے کھٹاکے کے ساتھ کھڑکی بند کردی اور عمران پھر سیٹی بجانے لگا۔ تھوڑی ہی دیر بعد عورت آتی دکھائی دی۔ عمران سنبھل کر کھڑا ہوگیا۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ وہ خود ہی اس پر ہاتھ چھوڑ دیتی۔

"بلاؤں پٹھان کو" عورت اس کے قریب پہنچ کر بولی۔ لیکن اس کی جھلاہٹ میں ہلکی سی

مسکراہٹ بھی لرز رہی تھی۔

"بلالو" عمران نے انگریزی میں کہا۔ "میں مرنے سے نہیں ڈرتا مگر.... میں تم سے.... بات یہ ہے کہ...."

عمران خاموش ہو گیا۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسکے چہرے پر شرم کی سرخی دوڑ گئی ہو۔

"تم پاگل ہو گیا؟" عورت آہستہ سے بولی۔ "تم کسی اچھے گھرانے کے لڑکے معلوم ہوتے ہو۔ مگر تم نہیں جانتے کہ یوریشین لڑکیوں کے اخراجات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔"

عمران نے اسے اپنے کوٹ کی جیبیں دکھائیں، جو نوٹوں کی گڈیوں سے بھری ہوئی تھیں۔

"آؤ.... آؤ.... میرے ساتھ الو کہیں کے.... ورنہ کوئی تمہیں قتل کر دے گا۔"

"عمران اسکے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اس بار پٹھان نے کوئی تعرض نہ کیا مگر اسے گھورتے ہی رہے۔"

"بیٹھ جاؤ...." عورت نے نشست کے کمرے میں آکر ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

عمران کے چہرے پر روایتی حماقت طاری ہو چکی تھی۔

"تم کہاں رہتے ہو۔"

"آسکر اسٹریٹ میں۔"

"اوہ.... وہاں تو کروڑ پتی ہی رہتے ہیں۔" عورت اسے گھور رہی تھی۔ عمران کچھ نہ بولا۔ وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"یہاں میرے پاس ایک بہت اچھی لڑکی ہے۔ مگر تمہیں یہاں کا پتہ کس نے بتایا تھا۔"

"میں ایک سال سے.... تمہیں.... یعنی.... ایک...."

"اوہ۔ اب یہاں آکر تمہارا دم کیوں نکلنے لگا ہے۔ گلی میں تو بہت چہک رہے تھے۔" عورت مسکرائی۔

"میں.... لل.... لڑکی کے لئے نہیں آیا.... مجھے تو.... تم سے...."

"کیا بکتے ہو" عورت جھلا گئی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کی آنکھوں سے حیرت جھانکنے لگی کیونکہ عمران کی آنکھیں ساون بھادوں شروع کر چکی تھیں۔ آنسو بڑی تیزی سے اس کے گالوں پر بہتے رہے۔

"ارے.... ارے.... یہ کیا ہو گیا ہے۔ تمہیں، ٹھہرو میں لڑکی کو بلاتی ہوں۔"

"نہیں۔" عمران ہچکیاں لیتا ہوا بولا۔ "میں بڑا بد نصیب آدمی ہوں مجھے لڑکیاں بالکل اچھی نہیں لگتیں۔"

"پھر تم یہاں کیوں آئے ہو۔"

"تمہارے لئے میں ایک سال سے تمہیں دیکھ رہا ہوں.... اب.... اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔"

"یہ میری بد نصیبی ہے.... میں کیا کروں.... میں شائد پاگل ہو گیا ہوں۔ میں جانتا تھا کہ تم بھی میرا مذاق اڑاؤ گی.... وہی ہوا.... اب میں خودکشی کر لوں گا۔"

عورت کچھ نہ بولی اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

"تم بھی میرا مذاق اڑا رہی ہو۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "مجھے بے حد مایوسی ہوئی ہے۔"

"ارے.... بیٹھو.... بیٹھو...."

"نہیں آج تک کسی نے بھی میرا دل اس طرح نہیں توڑا۔"

"بیٹھ جاؤ۔ تم اس طرح نہیں جا سکتے۔ پٹھان تمہیں اس وقت تک باہر نہیں نکلنے دیں گے جب تک کہ میں ان سے نہ کہوں۔"

"وہ مجھے نہیں روک سکیں گے۔ میں خون خرابے سے نہیں ڈرتا۔"

"بیٹھ جاؤ لڑکے میں استدعا کرتی ہوں۔" عورت نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔ عمران بیٹھ گیا لیکن اس کے چہرے پر شدید ترین غصے کے آثار تھے۔

"سچ سچ بتاؤ۔ تم کیا چاہتے ہو۔"

"اوہ.... میں کیا بتاؤں۔ مگر نہیں ٹھہرو۔ اپنے ڈیڈی سے پوچھ کر بتا سکتا ہوں۔"

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔" بوڑھی عورت یک بیک بپھر گئی۔

"اگر تمہیں اسی پر اصرار ہے تو یہی سمجھ لو۔" عمران نے لاپروائی سے کہا اور اب اس کے چہرے پر حماقت کے آثار نہیں تھے۔

عورت سرخ ہو گئی تھی۔ اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے اور ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی بھوکی شیرنی کی طرح عمران کو پھاڑ کھائے گی۔ دفعتاً اس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"کیوں کیا مجھے نکلوانے کے لئے کسی کو بلواؤ گی۔" عمران نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"یقیناً تم کوئی لفنگے ہو۔"

"اوہو.... تو کیا یہاں شریف آدمی بھی آتے ہیں۔" عمران نے مسکرا کر کہا۔ "مگر دیکھو میں اس گدھے کی طرح اُلو بھی نہیں ہوں جسے تین دن پہلے تمہارے پٹھانوں نے اٹھا کر سڑک پر پھینک دیا۔"

"اوہ...." عورت کے ہونٹ سکڑ گئے اور آنکھیں پھیل گئیں، لیکن پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کی انگلی گھنٹی کے بٹن پر تھی۔ عمران خاموش بیٹھا رہا۔ مگر جیسے ہی وہ دونوں پٹھان کمرے میں داخل ہوئے عمران نے چھوٹتے ہی پشتو میں پوچھا۔ "کیا تم پٹھان ہی ہو۔"

"ہاں ہم پٹھان ہیں۔" ایک نے کہا۔

"مگر پٹھان تو بڑے غیور ہوتے ہیں۔"

"ہاں.... یقیناً۔"

"مگر تم تو غیور نہیں ہو۔"

"کیوں؟" دونوں کو بیک وقت غصہ آ گیا۔

"غیور آدمی مر جاتے ہیں لیکن کسی طوائف کی نوکری نہیں کرتے یہ طوائفیں ہیں۔ ان کا پیسہ حرام ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ طوائفیں کیسے کماتی ہیں.... تم جانتے ہو اور وہی ان کا پیسہ تمہیں ملتا ہے۔" دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"اس آدمی کو یہاں سے نکالو۔" بوڑھی عورت نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اَم تمہارا نوکری نہیں کرے گا۔ تم رنڈی ہے۔" جواب ملا۔

بوڑھی سناٹے میں آگئی، پٹھان دروازے کی طرف مڑ گئے۔ بوڑھی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔

"اب بلاؤ کسے بلاتی ہو۔" عمران نے ہنس کر کہا۔ "ایسے اچانک قسم کے انقلابات میری جیب میں پڑے رہتے ہیں۔"

"اب میں پولیس کو بلاؤں گی۔"

"مجھے بے حد خوشی ہوگی جب میں تمہاری داستان پولیس کی زبانی سنوں گا۔ تم پولیس کو بھی

بلا سکتی ہو۔ لیکن پولیس ان پٹھانوں کی طرح آسانی سے نہیں ٹلے گی۔ مجھے بتاؤ کہ تم نے میرے ایک ساتھی کو ان پٹھانوں کے ہاتھوں کیوں ذلیل کرایا تھا۔"

عورت کچھ نہ بولی۔

"جواب دو۔"

"وہ ایک بُرا آدمی تھا اور کسی اچھی نیت سے نہیں آیا تھا۔"

"اوہ تو کیا یہاں صرف نیک نیت آدمی کا داخلہ ممکن ہے۔"

"میں نہیں جانتی کہ تم کیا چاہتے ہو۔ ورنہ میں اتنی دیر تک تمہاری بکواس نہ سنتی۔"

"کچھ نہیں میں صرف یہ جتانے آیا تھا کہ صرف چار آدمیوں کے مر جانے سے گروہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ میک آرتھر وغیرہ گروہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ اچھا ٹاٹا۔"

عورت صوفے پر نیم دراز رہی ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے ہو گئے ہوں۔

عمران بڑے پُر وقار انداز میں چلتا ہوا عمارت سے باہر نکل آیا۔ تقریباً بیس منٹ بعد وہ ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ سے بلیک زیرو کو فون کر رہا تھا۔

"ہیلو...." دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ایکس ٹو۔"

"یس سر"

"گریشم اسٹریٹ کے تیرھویں مکان کی نگرانی ضروری ہے۔ مارک کرو کہ وہاں کس قسم کے لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔"

"بہت بہتر جناب۔ مگر میری ایک الجھن دور فرمایئے۔"

"کیا بات ہے۔"

"میک آرتھر کے مکان میں ان دونوں کی موجودگی کا کیا مطلب تھا۔ کیا وہ دونوں کسی چیز کی تلاش مین وہاں آئے تھے۔"

"یقیناً انہیں کسی چیز کی تلاش تھی۔ خیر اب اس قصے کو دفن کرو۔ کیونکہ اس کی دوسری ہی رات کو مجھے وہاں کئی کام کی چیزیں ملی تھیں۔"

"اوہ.... تو آپ دوسری رات کو بھی وہاں تشریف لے گئے تھے۔"

"ہاں جب میں کسی کام میں ہاتھ لگاتا ہوں تو کوشش یہی رہتی ہے کہ وہ ادھورا نہ رہنے پائے۔"

"گستاخی ضرور ہے مگر کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ کام کی چیزیں کیا تھیں۔"

"سب سے زیادہ اہم ایک خط تھا جس میں تیرھویں مکان کے کسی فرد نے میک آرتھر کو مخاطب کر کے لکھا تھا کہ اسے اپنی حرکتوں سے باز آجانا چاہئے۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ بعد میں پچھتانا پڑے۔"

"اوہ تب تو واقعی وہ خط بہت اہم تھا۔" بلیک زیرو نے کہا۔

لیکن عمران سلسلہ منقطع کر چکا تھا۔



جولیانا اس خیال سے بہت بے چین تھی کہ اب ایکس ٹو کی نظروں میں اس کی کوئی وقعت نہیں رہ گئی۔ ایک زمانہ وہ تھا جب وہ اپنے سارے پیغامات اسی کے ذریعہ اپنے ماتحتوں تک پہنچایا کرتا تھا۔ مگر اب وہاں عمران کا طوطی بول رہا تھا۔ اس کی دانست میں عمران جو کچھ بھی کرنا چاہتا تھا کر گذرتا تھا اور ایکس ٹو کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی تھی اسے یہ دیکھ کر اور زیادہ غصہ آتا تھا کہ عمران کے ساتھ ہی روشی کی بھی بن آئی ہے۔

وہ ان خیالات میں الجھی ہوئی تھی کہ عمران آگیا۔ سب سے پہلے اس نے حسب معمول "چھیڑ چھاڑ" کی باتیں شروع کیں لیکن جولیا کا موڈ بہت زیادہ خراب دیکھ کر وہ خاموش ہو گیا۔

دفعتاً اس نے عمران سے پوچھا۔ "کیا ایکس ٹو نے روشی کی خدمات بھی حاصل کر لی ہیں۔"

"نہیں تو وہ میری پرائیویٹ سیکریٹری ہے۔"

"اور کسی زمانے میں وہ ایک پیشہ ور لڑکی تھی۔" جولیا نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"یہ بھی درست ہے۔" عمران نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"لیکن تمہیں کیا حق حاصل ہے کہ تم حکومت کے رازوں میں اسے بھی شریک کرو۔"

"وہ خود ہی ایک بہت بڑی حکومت ہے۔ مس فٹنر واٹر۔"

جولیا کچھ نہ بولی۔ اسے عمران کی باتوں پر غصہ آرہا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ عمران روشی کے متعلق اس انداز میں گفتگو کرے۔ عمران اٹھ کر بالکنی پر چلا گیا اور جولیا اسے گھورتی رہی۔ وہ

پھر کمرے میں واپس آگیا۔

"باہر سڑک پر دو ایسے آدمی موجود ہیں جو گریشم اسٹریٹ سے میرا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔ تم اپنے ساتھیوں کو فون کرو کہ وہ یہاں پہنچ جائیں اور اس وقت تک ان دونوں آدمیوں کا تعاقب کریں جب وہ میرا تعاقب کر رہے ہوں۔"

"میں کچھ بھی نہیں کر سکتی۔"

"جہنم میں جاؤ۔" عمران بُرا سا منہ بنا کر اٹھتا ہوا بولا۔ "تم ایسے مواقع پر شکرال کے عمران کو بھول جاتی ہو۔"

"ٹھہرو۔" جولیا بھی اٹھتی ہوئی بولی۔ "تمہیں کیا حق حاصل ہے کہ مجھ سے ایسے لہجے میں گفتگو کرو۔"

عمران اس کی بات کا جواب دیئے بغیر آگے بڑھ گیا۔

وہ نیچے آیا اور کنکھیوں سے ان آدمیوں کی طرف دیکھتا ہوا جو اسی کے انتظار میں وہاں موجود تھے ایک گلی میں مڑ گیا۔ دونوں آدمیوں نے پھر اس کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ جولیا نے بھی محسوس کیا کہ عمران نے غلط نہیں کہا تھا۔ وہ دونوں آدمی اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ جولیا نے غصے میں عمران کی تجویز رد تو کر دی تھی لیکن پھر اس سے صبر نہ ہو سکا اور وہ خود ہی اس کے پیچھے دوڑ گئی۔

اب عمران سب سے آگے تھا اور اس کے پیچھے وہ دونوں آدمی تھے جن کا تعاقب جولیا کر رہی تھی۔

گلی سے نکل کر عمران اپنی کار میں جا بیٹھا۔ شاید وہ اسے وہیں چھوڑ کر جولیا کے فلیٹ تک پیدل آیا تھا۔ تعاقب کرنے والوں نے ایک موٹر سائیکل سنبھالی۔ جولیا اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ نزدیک و دور کوئی ٹیکسی بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ عمران کی کار چل پڑی اور موٹر سائیکل بھی اسٹارٹ ہو گئی۔ اتفاقاً جولیا کو بھی ایک خالی موٹر رکشا مل گیا۔

"چلو اس موٹر سائیکل کے پیچھے چلو۔" اس نے رکشا میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھا صاب۔" رکشے والے نے جواب دیا۔

کچھ دیر بعد عمران نے اپنی کار سینٹ لارنس کالونی کی اسی عمارت کے سامنے روک دی جہاں

پچھلے دنوں جولیا کو ایک تلخ تجربے سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ موٹر سائیکل ایک دوسری سڑک پر مڑ گئی اور جولیا کا رکشا آگے بڑھتا چلا گیا۔

عمارت پر اب بھی "ٹولٹ" کا بورڈ لگا ہوا تھا لیکن آج عمران نے نہ تو کسی کھڑکی کا شیشہ توڑا اور نہ کسی اوزار کی مدد سے قفل پر زور آزمائی کی بلکہ جیب سے کنجی نکال کر قفل کھولا اور اپنے پیچھے دروازہ بھیڑتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ لیکن ابھی وہ صحن تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ کسی نے اسے للکارا۔

"خبردار ٹھہر جاؤ۔"

عمران چونک کر مڑا۔ تعاقب کرنے والوں میں ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ دوسرے نے ایک بڑا سا خنجر نکال لیا تھا اور آہستہ آہستہ عمران کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمران سمجھ گیا کہ مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ پانچویں سر کا بھی اضافہ کیا جائے۔ وہ سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔

"کیوں کیا ارادہ ہے۔" اس نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔ "ایک ہاتھ میں ریوالور اور دوسرے میں خنجر تم لوگ تو اردو شاعری کے محبوب سے بھی دس جوتے آگے معلوم ہوتے ہو۔"

خنجر والا رک گیا شائد اسے اس آدمی سے ایسی بے جگری کی توقع نہیں تھی۔

"آؤ نا۔ تم گولی چلاؤ اور تم خنجر سے وار کرو۔ جو بھی پہلے کامیاب ہوا اسے وکٹوریہ کراس دلوا دوں گا۔"

"گرا کر ذبح کروں گا۔" دفعتاً ریوالور والے نے کہا اور ریوالور جیب میں رکھ لیا۔ پھر اس طرح آگے بڑھا جیسے عمران سچ مچ کوئی چھوٹا سا بچہ ہے جسے گرا لینے میں کوئی دشواری نہ ہو گی۔

عمران چپ چاپ کھڑا رہا اور اس آدمی نے تقریباً تین گز کے فاصلے سے اس پر چھلانگ لگائی لیکن خود ہی اوندھے منہ زمین پر جا رہا۔ عمران اس کے سر پر ٹھوکر رسید کرتا ہوا خنجر والے کی طرف جھپٹا۔ خنجر والے نے بڑی پھرتی سے اس پر حملہ کیا لیکن خنجر دیوار پر لگا اور عمران کا ہاتھ اس کی گردن پر.... دوسرے ہی لمحے میں عمران نے اسے سر سے بلند کر کے زمین پر دے مارا۔

ٹھیک اسی وقت جولیا بھی راہداری میں داخل ہو گئی۔

"اوہ" وہ جہاں تھی وہیں رک گئی۔ پہلے آدمی کو سر پر پڑنے والی ٹھوکر نے بیکار کر دیا تھا اور دوسرے کے لئے اتنی زبردست پٹخنی کیا کم تھی۔ دونوں بے ہوش پڑے تھے۔

اب عمران جولیا کی طرف جھپٹا اور وہ اس کے تیور دیکھ کر گھبرا گئی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا

جیسے وہ اسے بھی اٹھا کر پٹخ دے گا۔

"ارے.... ارے...." جولیا بوکھلا کر پیچھے ہٹی اور عمران اس طرح چونک پڑا جیسے اس نے یہ سب کچھ بحالت خواب کیا ہو۔

"لل.... لاحول...." اس کے ہونٹوں پر ایک جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یعنی تم.... ہوش میں نہیں تھے۔" جولیا ہکلائی۔

"پتہ نہیں۔ ایسے مواقع پر کسی بلڈاگ کی طرح میری آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔"

"یہ کون ہیں۔"

"وہی جنہوں نے چار آدمیوں کی گردنیں کاٹی تھیں۔ اچھا اب تم چپ چاپ یہاں سے کھسک جاؤ کیونکہ اب یہاں ایک انتہائی خوفناک کھیل شروع ہونے والا ہے۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔" جولیا نے کہا۔

"کیا تم نے اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی اطلاع دے دی تھی۔"

"نہیں۔"

"کیوں؟" عمران کی آواز غصیلی تھی جولیا نے اس کی طرف دیکھا اور بوکھلا کر نظر دوسری طرف ہٹالی.... وہ اس وقت احمق عمران نہیں معلوم ہو رہا تھا اس کی آنکھوں سے درندگی جھانک رہی تھی۔

"جاؤ...." وہ غرایا۔

جولیا مڑی اور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے چلتی ہوئی راہداری کے سرے تک آئی اور پھر عمران کی طرف دیکھا جو بے ہوش آدمیوں کو پیٹھ پر لاد کر ایک کمرے میں ڈال رہا تھا۔ جولیا دم بخود کھڑی رہی۔ عمران کمرے کا دروازہ بند کر کے صحن کی طرف چلا گیا۔ جولیا چند لمحے کھڑی رہی اور پھر باہر چلی گئی۔



وہ بہت پریشان تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ سینٹ لارنس کالونی کی ڈیکن لاج سے واپس آئے دو گھنٹے ہو چکے تھے اور وہ مستقل طور پر اختلاج قلب میں مبتلا

ہو گئی تھی۔ عمران اس عمارت میں تنہا تھا اور جن لوگوں سے خود جولیا کا سابقہ پڑ چکا تھا وہی اسے بہت خطرناک معلوم ہوئے تھے اور اب تو شاید بات ان لوگوں تک جا پہنچی تھی جنہوں نے ان خطرناک آدمیوں کے سر کاٹ کر ادھر ادھر پھینک دیئے تھے۔

اس نے کئی بار ایکس ٹو سے فون پر رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن وہ نہیں ملا۔ پھر اس نے ٹرانس میٹر کو بھی آزمایا وہی مایوسی۔ وہ ایکس ٹو کے بغیر سیکرٹ سروس کے آدمیوں کو اس کی مدد کے لئے نہیں بھیج سکتی تھی کیونکہ ادھر کچھ دنوں سے ایکس ٹو کا رویہ یہ ظاہر کر رہا تھا کہ عمران اب باقاعدہ طور پر سیکرٹ سروس کا ممبر نہیں ہے۔

وہ الجھتی رہی کبھی اٹھ کر ٹہلنے لگتی اور کبھی بیٹھ جاتی۔ اس کے لاشعور میں کہیں نہ کہیں عمران سے متعلق کوئی گرہ ضرور موجود تھی، کبھی وہ اس سے اتنی شدید نفرت کرنے لگتی تھی کہ صورت دیکھنے کو بھی دل نہیں چاہتا تھا اور کبھی وہ اس کے لئے بے چین ہو جاتی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ وہ بڑی سرد مہری سے اسے اپنے فلیٹ سے نکال دیتی اور اکثر خود اس کی تلاش میں ماری ماری پھرتی۔

اُس نے ایک بار پھر ایکس ٹو کے نمبر ڈائیل کئے اور جواب نہ ملنے پر اس انداز میں ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا جیسے سارا قصور فون ہی کا رہا ہو۔ لیکن ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو....." اس نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

"مس فٹنر واٹر۔" دوسری طرف سے کسی عورت کی آواز آئی۔

"یس فٹنر واٹر اسپیکنگ"

"میں روشی بول رہی ہوں۔"

"اوہ.... کیوں...." جولیا کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں۔

"میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ مسٹر عمران کہاں مل سکیں گے۔"

"میں کیا بتا سکتی ہوں۔ تم نے غلط جگہ فون کیا ہے۔"

"میں نے سوچا ممکن ہے تمہیں علم ہو۔"

"ٹھہرو۔ یہ بتاؤ۔ نہیں۔" جولیا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "کیا تم غصے کی حالت میں اس کا سامنا کر سکتی ہو۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"مطلب یہ کہ اگر وہ غصے میں ہو تو کیا تم اس کا سامنا کر سکتی ہو۔"

"میں اُس کے گالوں پر طمانچے بھی لگا سکتی ہوں، خواہ وہ اس وقت اژدھے کی طرح پھنکار رہا ہو۔"

"تو میں تمہیں اطلاع دے رہی ہوں کہ وہ پاگل ہو گیا ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"وہ خطرے میں ہے لیکن اس کی حالت اس پاگل سے مشابہ ہے جو گرتی ہوئی عمارتوں کے درمیان کھڑا قہقہے لگا رہا ہو۔ اس پر خون سوار ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ...."

"ٹھہرو۔ کم سے کم الفاظ میں مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔"

"اوہ۔ اوہ کیا تم اس کی مدد کرو گی۔"

"جولیا وقت نہ برباد کرو۔ اگر اس کا بال بھی بیکا ہوا تو...."

"تم یہیں آ جاؤ۔ میرے فلیٹ میں۔ ہم دونوں ساتھ چلیں گے۔ اس نے مجھے وہاں نہیں ٹھہرنے دیا تھا۔ ممکن ہے تمہاری وجہ سے۔"

"اچھا میں آ رہی ہوں۔" روشی نے اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر دس یا پندرہ منٹ بعد وہ جولیا کے فلیٹ میں تھی اور جولیا کہہ رہی تھی۔

"وہ اس وقت سینٹ لارنس کالونی کی ایک عمارت ڈیکن لاج میں کوئی خطرناک کھیل شروع کر چکا ہوگا۔ ویسے شروعات تو میری موجودگی میں ہی شروع ہو گئی تھی۔"

جولیا نے وہ سب کچھ دہرا دیا جو آج اس عمارت میں دیکھا تھا اور یہ بھی بتایا کہ "عمران اس وقت عمران نہیں معلوم ہو رہا تھا۔"

"وہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے کا ماہر ہے۔" روشی مسکرا کر بولی۔ "میرا خیال ہے کہ آج کی رات فیصلہ کن ہوگی۔ لیکن کیا وہ حقیقتاً تنہا ہے۔"

"تنہا.... بالکل تنہا۔"

"کیا سیکرٹ سروس کے ممبر اس کی پشت پر نہیں ہیں۔"

"نہیں کوئی بھی نہیں۔"

"حالانکہ یہ کیس سیکرٹ سروس کا ہے۔ پتہ نہیں کہ تم لوگ کس قماش کے آدمی ہو۔"

"مگر تم سیکرٹ سروس والوں کے متعلق کیا جانو۔"

"میں کیا نہیں جانتی۔"

جولیا کو یہ بات بہت گراں گذری۔ لیکن وہ خاموش رہی پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ دونوں سینٹ لارنس کالونی کی طرف جا رہی تھیں۔ جولیا بہت تیزی سے کار ڈرائیو کر رہی تھی۔

"مگر تم خالی ہاتھ ہو گی۔" جولیا نے کہا۔

"نہیں میرے بیگ میں اعشاریہ تین آٹھ موجود ہے۔" روشی نے لاپروائی سے جواب دیا۔

جولیا اس طرح ہنس پڑی جیسے اسے یقین نہ آیا ہو۔ لیکن جب روشی نے بیگ سے ریوالور نکال کر اسے دکھایا تو جولیا نے حیرت سے پوچھا۔

"تم اسے چلا بھی سکو گی۔"

"کیوں نہیں۔ میں دو پانچ کے کھلونے پسند نہیں کرتی۔ فائر کرتے وقت جب تک اس کا احساس نہ ہو کہ ہاتھ میں حقیقتاً کچھ ہے نشانہ ٹھیک نہیں لگتا۔" روشی نے لاپروائی سے کہا۔

"مگر اس کی حقیقت غیر قانونی ہے۔"

"قطعی نہیں۔ میں لائسنس رکھتی ہوں۔"

جولیا کو شاید یقین نہیں آیا تھا۔ لیکن وہ خاموش ہی رہی۔

سینٹ لارنس کالونی میں پہنچ کر جولیا نے کار کی رفتار کم کر دی.... اور پھر کچھ دیر بعد وہ ڈیکن لاج کے سامنے سے گذریں۔

"یہی ڈیکن لاج ہے۔" جولیا نے کہا۔

"تو روکتی کیوں نہیں۔" روشی بولی۔

"آگے۔ یہاں روکنا درست نہ ہوگا۔ کیا تمہیں کسی کھڑکی میں روشنی بھی نظر آئی تھی۔" جولیا نے کہا۔

"میں نے دھیان نہیں دیا تھا۔ روشی نے جواب دیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد جولیا نے کار روک دی۔ اور وہ دونوں یہاں سے ڈیکن لاج کے لئے پیدل روانہ ہو گئیں۔

عمارت کمپاؤنڈ اور ملحقہ باغات پر اندھیرے اور سناٹے کی حکمرانی تھی۔ وہ دونوں پھاٹک تک آئیں اور پھر رک گئیں۔ سب سے پہلے جولیا ہی نے قدم رکھے تھے کیونکہ اسے وہ سریاد آگیا تھا جو

عمران کی کار میں غالباً اسی جگہ رکھا گیا تھا۔

روشی نے اسے ٹوکا اور وہ پھر آگے بڑھی۔

"مگر کیا یہ ضروری ہے کہ وہ اب بھی یہیں ہو۔" روشی نے کہا۔

"یقیناً۔ مجھے یقین ہے کہ اس نے اس عمارت میں مجرموں کے لئے کسی قسم کا جال پھیلایا ہے۔ کیونکہ وہ خود ہی ان دونوں آدمیوں کو اپنے پیچھے لگا کر یہاں لایا تھا۔"

روشی خاموشی سے آگے بڑھتی رہی۔ وہ دونوں برآمدے میں پہنچیں اور ایک کھڑکی سے انہیں راہداری میں روشنی دکھائی دی۔ مگر وہ سارے دروازے اندر سے بند تھے۔ دفعتاً جولیا نے روشی کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھینچا اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ فرش پر تھی۔ جولیا نے بھی بڑی پھرتی سے اس کی تقلید کی۔ باہر کمپاؤنڈ میں انہیں ایک دھندلا سا سایہ نظر آیا جو آہستہ آہستہ برآمدے کی طرف بڑھتا آرہا تھا۔ لیکن پھر بائیں جانب مڑ کر ایک درخت پر چڑھنے لگا۔ پھر تو ایک نہیں نہ جانے کتنے سائے کمپاؤنڈ میں نظر آنے لگے اور وہ سب اسی درخت کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اتنے میں اندر سے ستار کی آواز آئی اور روشی نے ایک طویل سانس لی۔ ستار بجتا رہا اور سائے ایک ایک کر کے درخت پر چڑھتے رہے۔ درخت کی شاخیں چھت پر جھکی ہوئی تھیں۔

"یہ کسی دن بڑی مصیبت میں پھنسنے والا ہے۔" روشی نے آہستہ سے کہا۔

"ستار کون بجا رہا ہے۔" جولیا نے پوچھا۔

"اس دیوانے کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔"

"وہ تنہا ہے۔" جولیا مضطربانہ انداز میں بولی۔ "اب کیا کریں وہ ایک درجن سے کم نہیں معلوم ہوتے۔"

"میں نے تو یہ عمارت پہلی بار دیکھی ہے۔" روشی نے کہا۔ "کیا اس درخت کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"

"ذریعہ.... کیا بتاؤں.... میں نے بھی اس عمارت کو اچھی طرح نہیں دیکھا۔ ویسے صحن کی عقبی دیوار کم از کم بیس بائیس فٹ ضرور اونچی ہو گی۔"

"تب پھر مجبوراً درخت ہی کو استعمال کرنا ہوگا۔" روشی نے کہا۔

"تم درخت پر چڑھ سکو گی؟" جولیا نے حیرت سے کہا۔

"کیوں نہیں!"

"دفعتاً انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے دروازہ کھولا ہو اور پھر انہیں اپنے قریب ہی ایک سایہ دکھائی دیا۔ یہ کوئی آدمی تھا اور شاید صدر دروازہ کھول کر باہر آیا تھا۔

وہ دونوں چپ چاپ لیٹی رہیں۔ روشی کا خیال تھا کہ ممکن ہے وہ عمران ہی ہو۔ لیکن وہ اب بھی بے حس و حرکت لیٹی رہی۔ ویسے سایہ اس انداز میں جم کر رہ گیا جیسے اسے وہیں کھڑے رہنا ہو۔ اچانک اندر سے فائر کی آواز آئی۔ پھر متواتر دو تین فائر ہوئے۔ لیکن سایہ جہاں تھا وہیں رہا۔ اس پر روشی کو یقین ہو گیا کہ وہ عمران نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے یہ انہیں لوگوں میں سے ہو جو درخت پر چڑھ کر اندر گئے تھے۔ عمران سے تو اس کی توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اندر سے فائروں کی آوازیں سنے اور بت بنا کھڑا رہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ آدمی اس لئے باہر کھڑا ہو کہ اندر والوں کو باہر کا حال معلوم ہوتا رہے۔

روشی نے جولیا کا ہاتھ دباتے ہوئے آگے سرکنا شروع کیا۔ وہ دیوار سے لگ کر سینہ کے بل کھسک رہی تھی اور سایہ دیوار سے تقریباً دو گز آگے تھا۔ روشی بیگ سے اپنا ریوالور نکال چکی تھی۔ لیکن گرفت دستے کے بجائے نال پر تھی ٹھیک سائے کے پاس پہنچ کر وہ رکی اور پھر دیوار سے لگے لگے ہی اٹھنا شروع کیا۔

اس کا ریوالور والا ہاتھ اٹھا اور پوری قوت سے سائے کے سر پر پڑا اور سایہ ہلکی سی آواز کے ساتھ فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ گرتے گرتے روشی نے دو چار ضربیں اور لگا دی تھیں۔ سایہ بے حس و حرکت ہو گیا۔ اندر سے اب بھی فائر کی آوازیں آ رہی تھیں اور یہ اتنی ہلکی تھیں کہ ان کے دور تک پھیلنے کا امکان نہیں تھا۔

روشی نے پلٹ کر جولیا کو بتایا کہ وہ اس آدمی کو بیکار کر چکی ہے جو کچھ دیر پہلے سامنے کھڑا تھا۔ جولیا نے خیال ظاہر کیا کہ کہیں اس آدمی کا تعلق عمران ہی سے نہ رہا ہو۔ اس پر روشی نے ایک بہت بڑا خطرہ مول لیا۔ یعنی مدھم روشنی کی ٹارچ کی مدد سے بیہوش آدمی کا جائزہ لینے لگی۔

"نہیں یہ میرے لئے اجنبی ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم بہت پھرتیلی ہو۔" جولیا نے کہا۔

"آؤ۔" روشی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ اندر تھیں۔

راہداری تاریک پڑی تھی۔ روشی اسے اسی طرح کھینچتی رہی۔ دونوں کے پیروں میں ربر سول جوتے تھے اس لئے وہ بے آواز چلتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں۔

راہداری کے موڑ پر بڑے کمرے کی کھڑکی کے قریب ہی انہیں رک جانا پڑا۔ کیونکہ کھڑکی کے شیشے روشن تھے اور اندر کچھ لوگوں کی موجودگی کا احساس بھی ہوتا تھا۔ دفعتاً کسی نے غرا کر کہا۔ "تم دونوں اتنے بودے تھے کہ ایک آدمی کے ہاتھوں پٹ گئے تم نے اطلاع دی تھی کہ وہ یہیں موجود ہے۔"

"جناب جس وقت میں فرار ہونے میں کامیاب ہوا ہوں وہ موجود تھا۔"

"کہاں موجود تھا۔"

"اوپری منزل کی ایک کھڑکی میں۔"

"کیا تم نے اس کی شکل دیکھی تھی۔"

"نہیں کھڑکی کے شیشوں پر اس کا سایہ تھا۔"

"الو کے پٹھے۔" دوسری آواز کچھ اور زیادہ غصیلی ہو گئی۔ "وہ تو ڈمی تھی ایک تکئے پر فلیٹ ہیٹ رکھ دیا گیا تھا۔ تم دھوکہ کھا گئے تھے۔ مگر اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ....!"

وہ یک بیک خاموش ہو گیا کچھ دیر بعد پھر اس کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا۔ "تم احمق ہو۔ پھر یہاں اندر داخل ہو کر فائر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہاں کھڑکیوں میں ایسے کئی سائے دکھائی دیئے تھے جناب اور وہ سب تکئے اور فلٹ ہیٹ ہی ثابت ہوئے۔"

"اور تم گدھوں کی طرح ان پر گولیاں ضائع کرتے رہے۔ یہ بھی نہ سوچا کہ اس سے باہر والے بھی متوجہ ہو جائیں گے۔ اب چلو یہاں سے، ویسے مجھے یقین نہیں ہے کہ اب ہم دشواریوں کے بغیر یہاں سے نکل سکیں۔ یہ عمارت ہمارے لئے چوہے دان بنائی گئی ہے۔"

ٹھیک اسی وقت کسی نے پیچھے سے روشی اور جولیا کی گردنیں پکڑ لیں اور اب انہیں اپنے سامنے بھی نقاب پوش نظر آئے جو آہستہ آہستہ آگے بڑھتے آ رہے تھے۔ روشی نے ریوالور کی نالی پیچھے کھڑے ہوئے آدمی کے پیٹ سے لگا دی لیکن فائر کرنے کی نوبت نہیں آئی کیونکہ اس

سے پہلے ہی اس کا ریوالور چھین لیا گیا تھا۔

پھر جیسے ہی کمرے کے اندر سے کچھ لوگوں نے باہر نکلنا چاہا نقاب پوشوں کے ریوالور ان کی طرف اٹھ گئے۔ روشی اور جولیا کی گردنیں چھوڑ دی گئیں اور انہوں نے عمران کی آواز صاف پہچانی جو کہہ رہا تھا۔ "جولیا تم سے اچھی طرح سمجھوں گا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ دفع ہو جاؤ۔ مگر اب تم میری آنٹی کو بھی ساتھ لائی ہو۔"

اور پھر ان دونوں کو پیچھے دھکیل دیا گیا۔

روشی کا قد جولیا سے نکلتا ہوا تھا۔ اس لئے وہ پیچھے کھڑی رہ کر بھی سب کچھ دیکھ سکتی تھی۔ ورنہ ان کے آگے چار آدمی موجود تھے جن کی وجہ سے راہداری کی چوڑائی پُر ہو گئی تھی۔ ان چاروں میں ایک یقینی طور پر عمران تھا۔

جو لوگ کمرے سے باہر راہداری میں آ رہے تھے۔ وہ پھر الٹے پاؤں کمرے میں چلے گئے۔ ان کے پیچھے ہی عمران کے ساتھی بھی گھسے جولیا تو پیچھے ہی رہی لیکن روشی کب ماننے والی تھی۔ عمران کے ساتھیوں کے پیچھے ہی وہ بھی کمرے میں داخل ہوئی۔

ان لوگوں نے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے، جو پہلے ہی سے اس کمرے میں موجود تھے لیکن اب بھی ایک لاپروائی سے کھڑا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ اوپر نہیں اٹھائے تھے۔ ان میں صرف یہی آدمی ایسا تھا جس نے اپنی شکل چھپانے کی کوشش کی تھی۔ اس کے سر سے پیر تک کسی قسم کا چست لباس تھا اور آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے جن سے آنکھیں بھی صاف نظر نہیں آتی تھیں۔

"تم تو ہاتھ اٹھانے سے رہے۔" عمران نے اسے مخاطب کیا۔

"آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو۔" اس نے پوچھا۔

"ہا.... کیا یہ بات ابھی تک تم پر واضح ہی نہیں ہو سکی۔"

"ہمارا مطالبہ...."

"کیسا مطالبہ......؟"

"کیا اب تم سچ مچ اسی بات پر مجبور کرنا چاہتے ہو کہ تمہارا بھانڈا پھوڑ دیا جائے۔"

"پتہ نہیں تم کیا بک رہے ہو۔"

"لیونا دے گا سکر۔" عمران مسکرایا۔

"تم پاگل ہو شاید۔"

"ان لوگوں کو باندھ لو۔" عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

لیکن ٹھیک اسی وقت گوریلا نما آدمی نے عمران پر چھلانگ لگائی اور وہ دونوں گتھ گئے۔ عمران کے دوسرے ساتھی ان آدمیوں کو باندھ رہے تھے جو اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑے تھے۔

"بد بختو۔" گوریلا عمران سے گتھا ہوا دھاڑا۔ "لڑ کر مر جاؤ۔ یہ لوگ وہ نہیں معلوم ہوتے جن کی ہمیں تلاش تھی۔ یہ دھوکا ہے۔"

لیکن بد بختوں نے ایک نہ سنی البتہ ان میں سے ایک نے بہت بُرے لہجے میں کہا۔ "اگر ہمارے جسموں پر بلٹ پروف ہوتے تو ہم بھی لڑ کر مر جاتے۔"

"بھئی.... واہ۔" عمران نے ہنس کر کہا۔ "بڑی پیاری بات کہی ہے تم نے۔"

گوریلا اس فکر میں تھا کہ کسی طرح اس کے ہاتھ عمران کی گردن تک پہنچ جائیں اور عمران کوشش کر رہا تھا کہ اسے سر سے بلند کر کے پٹخ دے۔ اسی اثنا میں گوریلا اسے ڈاج دینے میں کامیاب ہو گیا۔ یعنی عمران اس دھوکے میں رہا کہ وہ اس پر جھپٹ پڑنے کی تیاری کر رہا ہے لیکن اس نے دروازے سے راہ داری میں چھلانگ لگا دی۔ عمران اس کے پیچھے جھپٹا روشی عمران کے پیچھے دوڑی۔

صحن میں پہنچ کر گوریلا ایک بار پھر عمران پر جھپٹ پڑا۔ عمران نے اس کا وار خالی دے کر کلائی پر ہاتھ ڈال دیا۔ صحن میں اندھیرا تھا۔ روشی کو صرف دھندلے دھندلے سے سائے نظر آ رہے تھے۔ اچانک اسے اپنی ٹارچ یاد آئی بیگ سے ٹارچ نکال کر اس نے ان دونوں پر روشنی ڈالی۔

"آہا.... یہ کون عقلمند ہے۔" عمران بول پڑا۔

لیکن روشی کچھ نہ بولی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آخر اس جدوجہد کا فیصلہ کیا ہوگا۔ اگر اس کے پاس اس کا ریوالور ہوتا تو وہ گوریلے پر بے دریغ فائر کر دیتی۔

ایک بار گوریلا عمران کو لے دوڑا پتہ نہیں حقیقتاً عمران کے پیر اکھڑ گئے تھے یا وہ کسی چکر میں تھا۔ گوریلا اسے ریلتا ہوا دیوار کی طرف لے جا رہا تھا۔

اچانک روشی چیخی "پولیس...." اور گوریلے کے پیر لڑکھڑا گئے تھے بس اتنی لغزش کافی تھی عمران اسے زمین سے اکھاڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ گوریلے کو سنبھلنے کی مہلت ہی نہ مل سکی۔

حالانکہ اس نے لنگڑ مارنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن عمران کہاں سنبھلنے دیتا تھا۔ پہلے زور میں اسے سینے تک اٹھایا اور دوسرے زور میں سر سے اونچا کر کے زمین پر پٹخ دیا۔ گوریلے کی چیخ سناٹے میں دور تک لہراتی چلی گئی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران اتنی دیر میں اس کے سینے پر سوار ہو چکا تھا۔ اس نے نقاب کے سوراخوں میں انگلیاں ٹھونستے ہوئے کہا۔

"چپ چاپ پڑے رہو۔ ورنہ تمہاری آنکھیں تو نہایت آسانی سے پھوڑی جا سکیں گی۔"

عمران نے اس کے چہرے پر بھی بلٹ پروف کی سختی محسوس کی گویا وہ سر سے پیر تک آہن پوش تھا۔ پھر عمران نے روشی کی مدد سے اسے بے نقاب کر دیا۔ مغلوب بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ اب شاید اس میں مقابلے کی سکت ہی نہیں رہی تھی۔



روشی کے لئے پہلا موقع تھا کہ ایک پورا کیس اس کی آنکھوں کے سامنے نپٹ گیا تھا۔ لیکن وہ حقائق سے بے خبر تھی۔ عمران نے ابھی تک اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔ عمران تین دن تک غائب رہا ایک بار بھی اس کی شکل فلیٹ میں دکھائی نہیں دی سب سے زیادہ الجھن روشی کو اس بات پر تھی کہ اتنے دھوم دھڑکے کا کیس اتنی خاموشی سے طے ہو گیا کہ کسی اخبار نے اس کے متعلق کوئی مبہم سی خبر بھی نہیں چھاپی تھی۔ وہ سوچتی آخر وہ سوٹ کیس اور انگشتری کیسی تھی۔ عمران کے قول کے مطابق بھاگ دوڑ اسی وقت شروع ہوئی تھی جب انگشتری منظر عام پر آئی تھی۔

چوتھے دن عمران اس حال میں فلیٹ میں داخل ہوا کہ شیو بڑھا ہوا تھا اور کریز غائب ہو جانے کی بناء پر پتلون پائجامہ معلوم ہو رہا تھا۔

وہ کرسی پر گر کر جوتے کا فیتہ کھولتا ہوا بولا۔ "روشی کیا ہوا تمہیں یہ تمہارے چہرے پر ہوائیاں کیوں اڑ رہی ہیں۔ آہا میں سمجھا! شائد اس کیس کی الجھن نے تمہارا معدہ بھی خراب کر دیا ہے۔"

"تم کہاں تھے۔" روشی نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔

"میں جہاں تھا غلط تھا۔ میرا صحیح مصرف اب یہی ہو سکتا ہے کہ کسی قبر پر سجادہ نشین بن کر بیٹھ جاؤں۔"

"کیوں۔۔۔ کیا ہوا؟"

"اگر وہ چوتھا آدمی نہ مل جاتا تو میں کہیں کا نہ رہتا کیونکہ وہ گوریلا مردود تو سچ مچ گوریلا ہی ثابت ہوا۔ اس نے ابھی تک زبان نہیں کھولی۔ حالانکہ اس کے خلاف کافی ثبوت اکٹھے ہو چکے ہیں۔"

"اس کیس کا سر پیر بھی ہے کہیں۔"

"یہ کیس۔۔۔۔ اچھا تو سنو! پچھلے سال ایک حکومت کا ایک قاصد کچھ انتہائی اہم کاغذات لے کر یہاں آنے کے لئے روانہ ہوا تھا وہ دراصل اس ملک کے محکمہ سراغرسانی کا نامور آفیسر لیوناوے گاسکر تھا۔ جو کاغذات وہ لا رہا تھا اگر کسی دشمن ملک کے ہاتھ لگ جاتے تو کئی ملکوں کی تباہی لازمی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے بہر حال وہ قاصد پر اسرار طور پر لاپتہ ہو گیا۔ اس کے ملک سے صرف اتنی ہی نشاندہی ہو سکی تھی کہ اس کی بعض اشیاء پر اژدھے کی تصویریں بنی ہوئی تھیں اور انگشتری بھی اژدھے کی شکل کی تھی۔ ظاہر ہے کہ جب ایسی چیزیں اچانک سامنے آئیں گی تو کیا ہو گا۔ تم جانتی ہی ہو کہ سوٹ کیس اور انگشتری کس طرح سامنے آئے۔ کیا یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ چیزیں دیدۂ دانستہ سامنے لائی جا رہی ہیں۔ یہ چیز یقیناً چکرا دینے والی تھی۔ پھر جب تم نے فون پر اس لڑکی کا بیان دہرایا تو میرا نظریہ یکسر بدل گیا۔ مجھے سوچنا پڑا کہ ممکن ہے آرتھر اور اس کے ساتھی اصلی مجرموں کو بھی بلیک میل کرنے کی فکر میں رہے ہوں۔ یہی حقیقت بھی تھی۔ اصل مجرم جنہوں نے لیوناوے گاسکر کو پکڑ کر قید کر رکھا ہے۔ گریشم اسٹریٹ کی اس بوڑھی عورت سے بھی تعلق رکھتے تھے جس کے متعلق میں نے تمہیں فون پر بتایا تھا۔ انہوں نے وہ سوٹ کیس۔ انگشتری اور ایک سگریٹ کیس بوڑھی کے یہاں امانتاً رکھوائے تھے۔ تم کہو گی کہ انہیں وہ چیزیں تلف ہی کر دینی چاہئے تھیں لیکن یہ کہنا غلط ہو گا کیونکہ اس نے اسے محض تفریحاً تو پکڑا نہیں تھا۔ وہ اس فکر میں تھے کہ اسے اس کی تمام چیزوں اور کاغذات سمیت کسی دشمن ملک کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ ظاہر ہے اس کے لئے انہیں ایک لمبی رقم ملتی کی طرح وہ تینوں چیزیں آرتھر اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ لگ گئیں اور انہوں نے ان مجرموں کو بلیک میل کرنا شروع کر دیا۔ لیکن شاید مجرموں نے اس کا نوٹس ہی نہیں لیا۔ لہٰذا انہوں نے انہیں خوفزدہ کرنے کے لئے نت نئی چالیں چلیں۔ سوٹ کیس شارع عام پر پایا گیا اور اس میں ایک نوزائیدہ بچے کی لاش تھی۔ مقصد صرف یہی تھا کہ لاش کے وسیلے سے اس سوٹ کیس کی شہرت ہو جائے اور مجرم خوف زدہ ہو کر ان کے مطالبات پورے کرنے لگیں۔ وہ بلیک

میلر یہ بھی جانتے تھے کہ محکمہ سراغرسانی حرکت میں آگیا ہے۔ لہٰذا انہوں نے سینٹ لارنز کالونی کی عمارت ڈیکن لاج میں جولیا کو یہی سمجھ کر قید کر دیا تھا کہ اس کا تعلق محکمہ سراغرسا سے ہے۔ وہ نہ تو اسے قید رکھنا چاہتے تھے اور نہ قتل کرنا چاہتے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ محکمہ سراغرسانی اپنی جدوجہد تیز کر دے۔ لیکن دوسری طرف مجرم بھی کم نہیں تھے۔ انہوں نے آرتھر کا سر کاٹ کر میری کار میں ڈال دیا اور اس کے تین ساتھیوں کا بھی یہی حشر کیا۔ وہ بھی ان بلیک میلروں پر اپنی دھاک بٹھانا چاہتے تھے۔ مگر شائد انہیں ان کی تعداد کا صحیح علم نہیں تھا۔

میں ایک رات آرتھر کے مکان کی تلاشی لینے کی نیت سے وہاں گیا اور وہاں جو کچھ بھی ہ تھا اس کی اطلاع میں نے تمہیں فون پر دی تھی۔ بہر حال وہاں مجھے ایک ایسا خط ملا جس نے گری اسٹریٹ کی تیرہویں عمارت تک رہنمائی کی اور پھر اس بوڑھی عورت سے ملنے کے بعد میں نے اندازہ لگایا کہ وہ عمارت مجرموں کا اڈہ ہے۔ بوڑھی پر میں نے ظاہر کیا کہ میں بھی آرتھر کے گر سے تعلق رکھتا ہوں۔ اس کے بعد میرا یہ شبہ یقین سے بدل گیا کہ مجرم اس عمارت سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتے تھے۔ بہر حال وہ میرے پیچھے لگ گئے اور میں نے انہیں جال میں پھانسنے کے لئے وہی عمارت ڈیکن لاج استعمال کی جسے بلیک میلر استعمال کر چکے تھے۔ مجرموں کے گروہ کے د آدمی میرا تعاقب کرتے ہوئے عمارت میں داخل ہوئے اور میں نے دونوں کی مرمت کر دی۔ ان میں سے ایک کو ایسے کمرے میں بند کیا جس سے وہ باآسانی فرار ہو سکے، یہی ہوا۔ اس نے وہاں سے فرار ہو کر گوریلے کو حالات سے مطلع کیا اور پھر وہ سب ڈیکن لاج پر چڑھ دوڑے۔ جو بیچاری یہ سمجھتی تھی کہ میں تنہا ہوں۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ میرے دوسرے ماتحت بھی ا کھیل میں شریک ہو گئے تھے۔"

"لیکن لیونا دے گاسکر کا کیا ہوا۔ تم کہتے ہو، گوریلا نے زبان نہیں کھولی۔" روشی نے کہا۔

"آرتھر کا وہ ساتھی جو بچ گیا تھا اس سلسلے میں کارآمد ثابت ہوا۔ اسی سے تو یہ داستان معلو ہوئی ہے۔ پچھلے دنوں سے میں اس کی تلاش میں بھٹکتا پھرا ہوں۔ اسے وہ جگہ معلوم تھی جہاں ل قید تھا۔ لیکن وہ لوگ تو صرف مجرموں کو بلیک میل کر کے ان سے لمبی لمبی رقومات اینٹھنا چا تھے۔ خود لیونا ان کے لئے کوئی وقعت نہیں رکھتا تھا۔"

"آرتھر اس بوڑھی عورت کو کیوں بلیک میل کر رہا تھا۔"

"یہ میں کسی کو بھی نہیں بتا سکتا۔ بس وہ اسے بلیک میل کر رہا تھا۔ مگر صرف اس لڑکی کے لئے۔ لڑکی بھی خاموشی سے برباد ہوتی رہی کیونکہ وہ مفلسی سے ڈرتی تھی وہ جانتی تھی کہ اگر جائیداد ہاتھ سے نکل گئی تو انہیں فاقے کرنے پڑیں گے۔ لیکن یہ قصہ اس لئے نہیں اٹھایا گیا تھا کہ وہ غیر قانونی لڑکا کسی موقع پر استعمال کیا جائے یہ تو محض اتفاق تھا کہ آرتھر سنسنی پھیلانے کے لئے اسی کو استعمال کر بیٹھا تھا۔ ورنہ جب لڑکی سے اس کے تعلقات ہوئے تھے اس وقت لیونا گاسکر کا قصہ اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا۔"

"ٹھہرو"، روشی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "اگر مجرموں نے آرتھر کا سر تمہاری کار میں ڈالا تھا تو وہ تمہیں پہچانتے بھی رہے ہوں گے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے اگر یہ بات ہوتی تو بعد کو میرے جال میں کیسے پھنس جاتے۔ جب کہ میں اس بوڑھی عورت سے میک اپ میں نہیں ملا تھا اگر انہوں نے مجھے اس دن عمارت میں دیکھ لیا ہوتا جب آرتھر کا سر کار میں ڈالا تھا تو وہ ہرگز میرے جال میں نہ پھنستے۔"

روشی کچھ سوچنے لگی اور عمران نے ستار اٹھا لیا۔ لیکن روشی نے دوسرے ہی لمحے میں اسے چھین کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔

﴿تمام شد﴾

عمران سیریز نمبر 23

رائی کا پربت

(مکمل ناول)

پیشرس

لیجئے پھر وہی پیشرس کی مصیبت۔ میں کہتا ہوں ناول لکھنا بہت آسان کام ہے۔ لیکن پیشرس لکھنا بہت مشکل ہے۔ پیشرس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں اسی ناول کے متعلق باتیں کی جائیں جس کا وہ پیشرس ہے۔ لیکن میں ناول کے متعلق کیا عرض کروں یہ تو اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب میں خود ہی اپنے ناول کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا کر آخر میں "ابن صفی" تفضّل حسین لکھ دوں اور اگر اللہ زیادہ توفیق دے تو اس میں "ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (ہنالولو) کا اضافہ بھی کر دوں اور آپ کہیں آہا کیا چیز ہے۔ یہ ابن صفی بھی کہ اتنے اونچے اونچے تفضّل حسین اس کا لوہا نہیں بلکہ فولاد مانتے ہیں۔

کہئے کیا خیال ہے یہی شروع کر دوں اگلے ناول سے؟

خیر اسے پھر سوچیں گے۔ عمران سیریز کے جوبلی نمبر کے متعلق سنئے۔ اس کے اعلان کے بعد سے اب تک لاتعداد خطوط آئے ہیں۔ جن میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ اسے سائنس فکشن ہونا چاہئے۔

مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے جب کہ آج کل سائنس فکشن ہی کا رواج زیادہ ہے۔ کیا کیا جائے آپ کو اسی میں لطف آتا ہے کہ ایک مرغی نے انڈا دیا اور انڈا زمین پر گرتے ہی شق ہوا اور اس میں سے ایک بچہ نکل آیا اور اس بچے نے آن واحد میں جوان ہو کر "ککڑوں کوں" اسٹارٹ کر دی۔ بات کیا تھی؟ مرغی نے تفریحاً ایک ایٹم نگل لیا تھا۔ یہ ایٹمی پڑیا ایسی ہاتھ لگی ہے کہ اس نے طلسم ہوشربا کے "نارنج و ترنج" کے منہ بھی پھیر دیئے ہیں.... ہاں جناب اگر میں صحیح معنوں میں کوئی سائنس فکشن پیش کر دوں تو آپ بور ہو کر کتاب اپنے سر پر مار لیں گے.... میرا دعویٰ ہے.... ویسے تو میں نے بھی بندروں کے بن مانس بنائے ہیں اور آپ نے خوب خوب تالیاں پیٹی ہیں لیکن "موت کی چٹان" میں میں نے جہاں اس کے امکانات پر بحث کی ہے اگر وہ مختصر نہ ہوتی تو آپ کو ہائی بلڈ پریشر ہو جاتا۔

خیر جیسی آپ کی مرضی آپ جو کچھ بھی لکھوائیں گے لکھ دوں گا۔ لیکن میں یہ کبھی نہ چاہوں گا کہ آپ بور ہو کر کتاب اپنے سر پر مار لیں۔

اب اجازت دیجیے۔

ابن صفی

۱۸ر ستمبر ۱۹۵۷ء



وہ دونوں وحشی درندوں کی طرح ایک دوسرے پر جھپٹ رہے تھے۔ ان کے جسموں پر لباس کے بجائے چیتھڑے جھول رہے تھے.... اور دونوں کے ہونٹ ایک دوسرے کے لہو سے سرخ تھے۔ جسے بھی موقع ملتا دوسرے کے جسم پر منہ ضرور مارتا تھا اور دوسرا درد کی شدت سے بلبلا کر اس سے زیادہ درندگی کا مظاہرہ کرتا۔ اسی طرح وہ ایک دوسرے کا گوشت نوچتے رہے۔ ان کے سروں اور ڈاڑھیوں کے بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے۔

یہ جدوجہد کافی دیر سے جاری تھی۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی دوسرے کو زیر نہیں کر سکا تھا۔ ان کی رائفلیں قریب ہی پڑی تھیں۔ اکثر وہ لڑتے لڑتے رائفلوں کی طرف بھی ہاتھ بڑھانا چاہتے لیکن کامیابی نہ ہوتی۔

ان کے چاروں طرف اونچی اونچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور تھوڑے ہی فاصلے پر ایک تیز نالہ پتھروں سے ٹکرا کر جھاگ اڑاتا ہوا بہہ رہا تھا۔

ان کے سروں پر دو عقاب منڈلا رہے تھے کبھی کبھی ان عقابوں کی تیز چیخیں دور تک سناٹے میں لہراتی چلی جاتیں۔

وہ خونخوار کتوں کی طرح غراتے ہوئے ایک دوسرے کو جھنجھوڑتے رہے۔ پہاڑی نالہ چٹانوں کو جھنجھوڑتا ہوا بہتا رہا اور عقاب فضا میں چیختے رہے۔

دفعتاً ان میں سے ایک لڑکھڑا کر گرا۔ اور دوسرے نے جھپٹ کر رائفل اٹھالی۔ پھر گرے ہوئے آدمی کو اٹھنے کی مہلت نہ مل سکی۔ البتہ اس کی چیخیں فضا میں گونجتی رہیں۔ دوسرا آدمی اس کے سر پر پاگلوں کی طرح رائفل کا کندہ مار رہا تھا۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس رائفل کے کندے سے کوئی چٹان توڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ ذرا ہی سی دیر میں گرے ہوئے آدمی کا چہرہ گوشت کا لوتھڑا ہو کر رہ گیا۔ وہ پتہ نہیں کب کا ٹھنڈا ہو چکا تھا لیکن اب بھی رائفل کا کندہ اسی زور وشور کے ساتھ اس کا لہو چاٹ رہا تھا۔

آخر کار دوسرا وحشی بھی رائفل پھینک اس طرح گر پڑا جیسے کھڑے رہنے کی بھی سکت نہ رہ گئی ہو۔

پہاڑی نالہ اب بھی انہیں ہنگامہ خیزیوں کے ساتھ بہہ رہا تھا اور عقاب فضا میں چکرا رہے تھے۔

دوسرا آدمی ایک چٹان پر پڑا ہانپتا رہا۔ کچھ دیر بعد اس نے پھٹی ہوئی آستین سے اپنے ہونٹ صاف کئے اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کے ہاتھ زمین پر ٹکے ہوئے کانپ رہے تھے۔ وہ بدقت تمام اٹھا اور لاش کی تلاشی لینے لگا۔

دفعتاً اس کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔ اسے خوشی کا نعرہ ہی کہا جاسکتا تھا۔ مگر شاید اس میں ایک کراہ بھی شامل تھی۔

وہ پیتل کی اس ننھی سی توپ کو ہتھیلی پر رکھے حیرت سے دیکھ رہا تھا جو مرنے والے کے شکستہ کوٹ کی جیب سے برآمد ہوئی تھی۔ اس توپ کی لمبائی زیادہ سے زیادہ تین انچ رہی ہوگی۔

وہ اسے اس انداز سے دیکھ رہا تھا جیسے کسی بہت بڑے خزانے کی کنجی ہاتھ آگئی ہو۔

شاید وہ بے حد خوش تھا اتنا خوش کہ اپنے جسم کے زخم بھی یاد نہ رہے تھے۔ وہ تھکن بھی یاد نہیں رہی تھی جس نے کچھ دیر پہلے اسے زمین سے اٹھنے نہیں دیا تھا۔

توپ اس نے اپنے پھٹے ہوئے کوٹ کی جیب میں ڈالی اور لاش کو کھینچتا ہوا نالے کی طرف لے جانے لگا۔ مگر کچھ دور چلنے کے بعد رک گیا۔ اس کی آنکھوں میں تفکر کے آثار نظر آنے لگے تھے.... تھوڑی دیر بعد وہ لاش کو وہیں چھوڑ کر نالے کی طرف جا رہا تھا۔

تقریباً پندرہ بیس منٹ تک وہ اپنے چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دیتا رہا۔ اب اسے صحیح

معنوں میں تھکن محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے پیاس بھر پانی پی لیا تو اپنی جگہ سے ہلا بھی نہ جائے گا۔

وہ اٹھا اور ایک طرف چل پڑا۔ اس کی رائفل کاندھے سے لٹک رہی تھی۔ وہ چل تو رہا تھا مگر چال میں ایسی لڑکھڑاہٹ تھی جیسے برسوں صاحب فراش رہنے کے بعد آزمائشی طور پر چلنے کی کوشش کر رہا ہو۔ وہ لڑائی ایسی ہی تھی جس نے اس کے کس بل نکال دیئے تھے۔ جدوجہد کے دوران میں اسے یقین نہیں تھا کہ وہ حریف پر غالب آجائے گا۔ لیکن وہ اتفاقاً ٹھوکر کھا کر گرا تھا اور پھر اس نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ اب بھی اس کی قوت یاد کر کے کانپ جاتا تھا وہ چلتے چلتے ایک غار کے سامنے رکا۔

یہیں سے اس جنگ کا آغاز ہوا تھا۔ حریف نے اسی غار کے دہانے سے للکارا تھا اور یہ للکار بھی عجیب تھی۔ وہ "پربت۔ پربت" چیخ رہا تھا اور پھر اس کے بعد اس نے اس کی زبان سے کوئی دوسرا لفظ نہیں سنا تھا۔ وہ خاموشی سے لڑتا رہا تھا اور خاموشی ہی سے مر گیا تھا۔ للکارنے کے بعد اس نے اس پر فائر کیا تھا۔ لیکن وہ بھی اناڑی نہیں تھا۔ بچ ہی گیا۔ پھر دونوں چٹانوں کی اوٹ لے کر کافی دیر تک ایک دوسرے پر فائر کرتے رہے تھے۔ یہ پسپا ہوتا رہا تھا اور وہ اس کا تعاقب کرتا ہوا اس جگہ آپہنچا تھا جہاں دونوں دست بدست جنگ پر مجبور ہوگئے تھے کیونکہ دونوں ہی کے راؤنڈز ختم ہوگئے تھے۔

فاتح غار کے دہانے پر کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر اندر داخل ہوگیا۔ چاروں طرف تاریکی تھی۔ پتہ نہیں حقیقتاً تاریکی تھی یا اندھیرے کی عادی نہ ہونے کی بناء پر آنکھوں نے تھوڑی سی دھندلاہٹ کو بھی تاریکی میں تبدیل کر دیا تھا اس نے جیب سے دیا سلائی نکال کر جلائی، ہلکی سی روشنی تھوڑی دور تک پھیلی پھر وہ دیا سلائیاں کھینچتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

آخر ایک جگہ اسے رک ہی جانا پڑا کیونکہ اسے یہاں کھانے پینے کے کچھ برتن نظر آئے تھے وہیں ایک آئیل سٹوو بھی تھا اور پتھر کے بڑے ٹکڑے پر مومی شمع نظر آرہی تھی۔ اس نے اسے روشن کر دیا اب وہ آسانی گرد و پیش کا جائزہ لے سکتا تھا۔ ایک گوشے میں ایک گٹھری سی نظر آئی۔

اس نے آگے بڑھ کر اسے کھول ڈالا۔ اس میں دو تین قمیصیں تھیں ایک ڈبہ تمباکو کا تھا اور کچھ کاغذات۔ کاغذات کو اس نے الٹ پلٹ کر دیکھا اور اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ٹھونس لیا۔

پھر غار میں جہاں جہاں بھی پیر جمانے کی جگہ نظر آئی اس نے اس کا جائزہ ضرور لیا۔ کچھ دیر بعد وہ اس غار سے نکل کر ایک طرف چل پڑا۔



جھرگ نار کی شکارگاہ آج کل کافی آباد تھی، جگہ جگہ خیمے ایستادہ نظر آتے تھے اور اکثر مختلف قسم کے سازوں کی آوازیں ان سے بلند ہونے لگتی تھیں۔ بعض شکاریوں کے پاس ریڈیو سیٹ بھی تھے۔

جھرگ نار کے جنگل میں آج کل ہر وقت منگل رہتا تھا۔ ادھر ترائی میں تو ہر وقت فضا میں نغمات اور قہقہے چکراتے رہتے۔ لیکن شمال کی جانب چڑھائی پر دن بھر رائفلوں کی آوازیں گونجتی رہتیں۔ نیچے اتنے زیادہ گھنے جنگل نہیں ہیں جتنے چڑھائی پر ملتے ہیں۔ جتنی زیادہ بلندی پر جائیے اتنے ہی زیادہ دشوار گزار جنگلوں سے سابقہ پڑتا ہے۔

جھرگ نار تو بڑی پُر فضا جگہ ہے۔ ہر وقت سرد ہوا چلتی رہتی ہے اور طبیعت اتنی ہلکی رہتی ہے جیسے پھیپھڑوں کو عرصہ سے ایسی ہی ہوا کی تلاش رہی ہو۔ اس میں جنگلی پھولوں کی بھینی بھینی سی مہک بھی شامل ہوتی ہے۔ یہاں اکثر من چلے شکاری اپنے ساتھ عورتیں بھی لاتے ہیں۔

لیکن جولیانا فٹنر واٹر کسی منچلے شکاری کی محبوبہ نہ ہوتے ہوئے بھی آئی تھی۔ ایک خیمے میں فروکش تھی اور اس کے خیمے کے گرد سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبروں کے خیمے تھے۔ ان میں سے صرف صفدر غائب تھا۔

یہاں ان کی آمد کا مقصد سیر و شکار تو قطعی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ ایکس ٹو کے حکم سے یہاں آئے تھے۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ اس نے انہیں وہاں شکار ہی کھیلنے کا مشورہ دیا ہو۔ بہر حال انہیں اس وقت تک جھرگ نار میں مقیم رہنا تھا جب تک کہ ایکس ٹو واپسی کا حکم نہ دیتا۔

جولیا الجھن میں تھی وہ دن میں کئی بار ٹرانسمیٹر پر ایکس ٹو سے گفتگو کرتی لیکن وہ صرف ان لوگوں کی خیریت پوچھتا تھا اور خوش رہنے کا مشورہ دے کر سلسلہ گفتگو منقطع کر دیتا تھا۔

ان کے پاس مخصوص ساخت کے ٹرانسمیٹر تھے جن سے منتشر ہونے والی آواز صرف اسی

قسم کے ٹرانسمیٹر میں سنی جا سکتی تھی۔

جولیا دن بھر ٹینٹ میں گھسی بیٹھی رہتی اور اس کے دوسرے ساتھی چڑھائی پر شکار کھیلتے پھرتے۔ انہوں نے بھی سوچا تھا چلو اچھا ہی ہے فرصت کا جو لمحہ ہاتھ آئے غنیمت ہے انہیں اس کی قطعی پرواہ نہیں تھی کہ ان کے یہاں آنے کا اصل مقصد کیا تھا۔

البتہ جولیانا الجھن میں مبتلا تھی۔ الجھن دراصل اس بات کی تھی کہ دوسرے شکاری اسے دیکھ کر ہنستے تھے کیونکہ اس کی پوزیشن مضحکہ خیز بھی تھی۔ پانچ مردوں میں ایک عورت جولیا اپنے لئے ان کی طنز آمیز مسکراہٹ دیکھتی اور دل ہی دل میں کباب ہوتی رہتی۔ یہی وجہ تھی کہ اسے اسی خیمے تک محدود ہو جانا پڑا تھا۔ ورنہ جھرگ نار کی فضا ایسی نہیں تھی کہ کوئی گوشہ نشین ہو سکتا۔ باہر زندگی اپنی تمام رعنائیوں سمیت رواں دواں تھی۔ لیکن جولیا خود کو برسوں کی بیمار محسوس کرنے لگی تھی۔ خواہ مخواہ احساس کمتری....! وہ سوچ رہی تھی کہ آخر اسے یہاں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔

وہ خیمے کے دروازے کے قریب آکر کھڑی ہو گئی۔ باہر حد نظر تک ہرے بھرے درخت نظر آ رہے تھے اور ان کی چوٹیوں پر چیلیں منڈلا رہی تھیں۔

دفعتاً ایک گوشے میں رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور جولیا خیمے کے در کا پردہ گرا کر اس کی طرف جھپٹی.... بڑی تیزی سے ہیڈ فون کانوں پر فٹ کئے۔

"ہیلو... جولیا... جولیا...!" آواز آ رہی تھی۔ "ٹو تھری فور.... جولیا.... ہیلو.... جولیا!"

"جولیا اسپیکنگ" جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"ایکس ٹو۔"

"یس سر"

"یہ بہت بُری بات ہے کہ تم اس خیمے میں قید ہو کر رہ گئی ہو۔"

جولیا کا پارہ آسمان سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے دانت پیس کر کہا۔ "میں اسی خیمے میں دفن ہونا چاہتی ہوں۔"

"وہاں اتنی دور.... تمہیں اپنی یہ خواہش یہیں ظاہر کرنی تھی۔" ایکس ٹو کا لہجہ بہت سرد تھا۔

"میں یہاں لوگوں سے آنکھیں ملاتی ہوئی شرماتی ہوں وہ مجھ پر ہنستے ہیں۔ مجھے حقیر سمجھتے

ہیں۔"

"کیوں۔"

"کیا آپ نہیں جانتے کہ یہاں کیسی عورتیں آتی ہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔ پھر۔"

"مجھے یہ پسند نہیں ہے۔"

"اچھا...." دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کیا تم ہالینڈ کی ملکہ بننا پسند کرو گی۔"

"میرا مضحکہ نہ اڑائیے جناب۔"

"جولیا! اگر تمہیں یہ ملازمت پسند نہیں ہے تو میں ہر وقت تمہارے استعفے کا استقبال کرنے کو تیار ہوں۔"

جولیا پھر دانت پیس کر رہ گئی۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"لیس سر۔"

"میں نے کیا کہا ہے۔"

"کیا آپ نہیں سوچ سکتے کہ میں کس پوزیشن میں ہوں۔"

"تم بہت اچھی پوزیشن میں ہو۔ سوائے اس کے کہ کچھ لوگ تمہارے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا رہیں۔ کیونکہ تمہیں اسی حیثیت سے ایک کام کرنا ہے۔"

"اسی حیثیت سے۔" جولیا کی آواز کانپ گئی۔

"ہاں اسی حیثیت۔ مجھے دراصل اپنے ماتحتوں میں ایک ایسی عورت کی ضرورت تھی جو بظاہر عورت لیکن بباطن مرد ہو۔ کیا میں سمجھ لوں کہ میرا انتخاب غلط تھا۔"

"نن.... نہیں.... ٹھہریئے۔ مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

"فی الحال تم خیمے سے باہر نکلو۔ دوسروں سے الگ تھلگ رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پچھلی رات جب ایک شکاری نے اپنے جلسے میں تم سب کو مدعو کیا تھا تو تم وہاں نہیں گئیں تھیں۔"

"جی ہاں! میں نہیں گئی تھی۔"

"اب تم جاؤ گی۔ سمجھیں! کیا تم خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتیں۔"

"کر سکتی ہوں۔"

"پھر اس کی پرواہ نہ کرو کہ لوگ تمہیں کیا سمجھتے ہیں۔ ہمیشہ اس پر نظر رکھو کہ تم کیا ہو۔ کیا میرے دوسرے ماتحتوں تک تم ہی پیغامات نہیں پہنچاتیں اب وہاں بھی تم ہی ان کی انچارج ہو۔"

جولیا کچھ نہ بولی۔

"ہیلو" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"لیس سر"

"مجھے توقع ہے کہ اب تم خیمے ہی تک محدود نہ رہو گی۔"

جولیا کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی پتہ نہیں اس نے "ہاں" کہا تھا یا "نہیں"۔

بہر حال دوسری طرف سے آواز آنی بند ہوگئی۔



بلیک زیرو بھی جھرگ نار ہی میں مقیم تھا۔ لیکن سیکرٹ سروس کے ممبر اس کی شخصیت سے واقف نہیں تھے۔ اسے صرف عمران ہی جانتا تھا اور بلیک زیرو بھی جانتا تھا کہ ایکس ٹو کون ہے۔

شکار گاہ میں وہ تنہا تھا لیکن اس نے اپنا خیمہ دوسروں سے الگ نصب نہیں کیا تھا۔ وہ دوسرے شکاریوں سے ملتا جلتا بھی تھا اور ان کی محبوباؤں کو ایسی نظروں سے دیکھتا تھا جیسے اسے اپنی تنہائی پر رونا آرہا ہو۔ لیکن وہ ایک شاندار ایکٹر تھا.... بعض اوقات اس کی اداکاری بھی حقیقت ہی معلوم ہونے لگتی تھی۔ ورنہ وہ اگر عورتوں کا شائق ہوتا تو عمران کی نظر انتخاب اس پر ہرگز نہ پڑتی۔

اس وقت وہ آج کے شکار کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے خیمے کے در کا پردہ گرا دیا اور کانوں پر ہیڈ فون چڑھاتا ہوا بولا۔

"ہیلو"

"بلیک زیرو" دوسری طرف سے آواز آئی اور اس نے آواز پہچان لی۔ دوسری طرف سے بولنے والا عمران ہی تھا۔

"بلیک زیرو" دوسری طرف سے پھر کہا گیا۔

"یس سر۔ بلیک زیرو اسپیکنگ۔"

"میں بھی اپنی سیکریٹری سمیت آرہا ہوں۔ ایک خیمے کا انتظام کرو۔"

"بہت بہتر جناب۔" بلیک زیرو خوش ہو کر بولا۔ "ابھی ٹھیکیدار کے پاس بہت سے خیمے فالتو ہیں۔ مگر آپ کب تشریف لا رہے ہیں۔"

"کل شام تک پہنچ جاؤں گا۔"

"بہت بہتر جناب۔ میں ابھی تک ان لوگوں کو نہیں پہچان سکا۔"

"فکر مت کرو۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

بلیک زیرو حقیقتاً خوش نظر آرہا تھا۔ اس نے اب شکار پر جانا ملتوی کر دیا وہ آج ہی عمران کے لئے خیمہ نصب کر دینا چاہتا تھا۔

یہاں خیمے بہت آسانی سے مل جاتے تھے شکار کے سیزن میں جنگلات کے ٹھیکیداروں کو خیمے کرائے پر دینے کے سلسلہ میں خاصی آمدنی ہو جاتی تھی۔ اس لئے شکار کا سیزن شروع ہوتے ہی وہ یہاں خیمے اسٹاک کرنے لگتے تھے۔



تنویر، چوہان، کیپٹن خاور، لیفٹیننٹ صدیقی اور سارجنٹ نعمانی ساتھ ہی شکار کے لئے نکلے تھے۔ خاور کے علاوہ اور سب بہت اچھے موڈ میں تھے اور خوب چہک رہے تھے۔ خاور کا موڈ بھی خراب تو نہیں کہا جا سکتا تھا مگر وہ خاموش تھا۔ کبھی کبھی ان کی طرف بھی متوجہ ہو جاتا تھا اور اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آنے لگتی۔ اس کے ساتھیوں کو اس خاموشی پر حیرت بھی نہیں تھی کیونکہ خاور ویسے بھی کم سخن آدمی تھا۔

مگر اس وقت تو وہ الجھن ہی میں تھا۔ خاموشی کی وجہ اس کی کم سخنی نہیں تھی۔

جب وہ شکار کے لئے تیاری کر رہا تھا تو اسے ٹرانسمیٹر پر ایکس ٹو کا ایک پُر اسرار پیغام ملا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ آج اپنے ساتھیوں کو شکار کے لئے ایک مخصوص مقام پر لے جائے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں ایک پہاڑی نالہ شمال مشرق کی پہاڑیوں سے آکر جھرگ نار کی طرف مڑا تھا۔

خیر یہ تو کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ سب سے زیادہ حیرت انگیز ہدایت یہ تھی کہ خاور اپنے

ساتھ شیونگ کا سامان اور ایک عدد سوٹ مع قمیض بھی لے جائے۔ لیکن اس کی غرض و غائت نہیں بتائی گئی تھی۔ خاور ایکس ٹو کے احکام کی تعمیل بے چوں و چرا کرتا تھا.... اور اس کی خواہش تھی کہ اس کے دوسرے ساتھی بھی یہی کیا کریں وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے ایکس ٹو کے اس حکم کا تذکرہ ان سے کر دیا تو وہ سب مل کر اس کا دماغ چاٹ ڈالیں گے اور کام کا وقت قیاس آرائیوں کی نذر ہو جائے گا لہٰذا وہ صرف انہیں نالے کے موڑ کی طرف لے جا رہا تھا۔ اس نے خیال ظاہر کیا تھا کہ ادھر چیتل بکثرت ملتے ہیں۔ لہٰذا آج ادھر بھی دیکھا جائے۔

وہ نالے کے موڑ پر پہنچ کر رک گئے۔ یہ بھی بڑا عجیب و غریب خطہ تھا۔ نالے کے موڑ سے جنگلوں کا سلسلہ اس طرح غائب ہو گیا تھا جیسے کسی رنگین کپڑے میں سفید پیوند لگا دیا جائے۔ نالے کی دوسری جانب خشک اور بھورے رنگ کی دشوار گذار پہاڑیاں تھیں اور ان کا سلسلہ شمال مشرق میں صدہا میل تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ گویا وہ نالہ ہرے بھرے پہاڑوں اور خشک پہاڑوں کے درمیان ایک قدرتی حد بناتا تھا۔

"خاور...." تنویر نے اسے مخاطب کیا۔ "کیا تم اس نالے کا پانی پینے کیلئے یہاں آئے تھے۔"

"کیا مطلب۔"

"یہاں شکار کہاں ہے۔"

"اوہ.... اوہ" خاور نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں نے سوچا تھا ممکن ہے چیتل یہاں پانی پینے کے لئے آتے ہوں۔"

تنویر نے اس طرح آنکھیں پھاڑ کر خاور کی طرف دیکھا جیسے اپنے کانوں پر اعتبار نہ ہو۔ جیسے خاور کا دماغ خراب ہو گیا ہو۔ کیونکہ اس کی زبان سے اس قسم کے بچگانہ جملے غیر متوقع تھے۔ خاور عام حالات میں ایک سنجیدہ اور فلسفی قسم کا آدمی ثابت ہوتا تھا اس لئے اس کا یہ جملہ اس کے ساتھیوں نے حیرت سے سنا۔

"تم اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو مجھے۔" خاور نے ہنس کر کہا۔

"کچھ نہیں۔" تنویر بدستور اسے گھورتا ہوا بولا۔ "تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔"

"اگر ہم کچھ دیر یہاں بیٹھیں تو کیا حرج ہے۔" خاور نے کہا۔

"نہیں ہم یہاں نہیں بیٹھیں گے۔"

”تمہاری مرضی۔“ خاور لاپرواہی سے بولا۔ ”میں تو بیٹھوں گا۔“

”آخر بات کیا ہے۔“ چوہان نے پوچھا۔

”ایکس ٹو کا حکم۔“

تنویر نے ایک طویل سانس لی اور بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد فیصلے لہجے میں بولا۔ ”ہم لوگ بالکل کتے کے پلوں کی طرح اس کے پیچھے دم ہلاتے ہوئے چل رہے ہیں۔“

”آفیسر ہی ٹھہرا۔“ خاور کا جواب تھا۔

”آفیسر۔“ تنویر دانت پیس کر رہ گیا۔

”کیوں کیا تمہیں اس کے آفیسر ہونے سے انکار ہے۔“ خاور مسکرایا۔

”وہ آفیسر سے بھی زیادہ کچھ اور ہے۔“ تنویر نفرت انگیز لہجے میں بولا۔ ”کوئی بُری روح جو ہم سے چمٹ گئی ہے۔“

”جعفری اور ناشاد کا پیچھا تو چھوٹ گیا اس بُری روح سے“ خاور نے کہا۔ ”تم اگر چاہو تو تم بھی گلو خلاصی کرا سکتے ہو۔“

”یار تم نہیں سمجھتے۔“ چوہان آنکھ مار کر بولا۔ ”یہ سو فیصدی جولیا کا قصہ ہے۔“

”بے کار بکواس مت کرو۔“ تنویر چڑ گیا۔

”اگر تم....“ چوہان خاور سے کہتا رہا۔ ”کسی عورت کے چکر میں پڑ جاؤ لیکن عورت کسی اور کے چکر میں ہو تو اس کسی اور کے لئے تمہارے پاس گالیوں کے علاوہ اور کیا ہو گا۔“

”آہا.... وہ ایکس ٹو کے چکر میں ہے۔“ خاور مسکرایا۔

”سو فیصدی۔“ چوہان نے کہا۔ ”وہ اسی فکر میں رہا کرتی ہے کہ کسی طرح ایکس ٹو کی شخصیت سے واقف ہو جائے۔“

”تم نہیں بند کرو گے بکواس۔“ تنویر کو باقاعدہ طور پر غصہ آ گیا۔

”اوہو۔“ یک بیک خاور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

سامنے کے ایک تنگ سے درے سے ایک شکستہ حال آدمی لنگڑاتا ہوا نکلا تھا اور ہاتھ ہلاتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے جسم پر لباس کی بجائے چیتھڑے جھول رہے تھے کاندھے سے

رائفل لٹکی ہوئی تھی۔ سر اور ڈاڑھی کے بال اس طرح بڑھائے ہوئے تھے کہ وہ پتھر کے زمانے کا کوئی آدمی معلوم ہوتا تھا۔

نالے کے کنارے پہنچ کر اس نے شانے سے رائفل اتار دی اور اس کا کندہ پانی میں ڈال دیا۔ پھر وہ اسی طرح گہرائی کا اندازہ کرتا ہوا نالا پار کرنے لگا۔ کبھی کبھی اس کے قدم لڑکھڑا بھی جاتے تھے۔ لیکن وہ کسی نہ کسی طرح سنبھل ہی جاتا تھا۔

”اوہ۔ ارے....“ دفعتاً خاور بولا۔ ”یہ تو صفدر ہے۔“

ساتھ ہی وہ نالے کی طرف جھپٹا اور اسے سہارا دینے کے لئے پانی میں اتر گیا۔ یہاں بہاؤ میں زور نہیں تھا۔ ورنہ شائد صفدر ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکتا۔

وہ خاور کا سہارا لے کر بڑبڑایا۔ ”مجھے مضبوطی سے پکڑو اب مجھ میں سکت نہیں رہ گئی۔ میں بہت تھک گیا ہوں۔“

”تم اپنا بوجھ مجھ پر ڈال دو.... بالکل فکر نہ کرو۔“ خاور نے نرم لہجے میں کہا۔

وہ اسے کنارے لایا اور صفدر بے دم ہو کر زمین پر گر گیا۔ اس کا جسم بخار کی شدت سے تپ رہا تھا۔ وہ سب اس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ انہیں اسے اس حال میں دیکھ کر حیرت ہوئی تھی کیونکہ انہیں یہ معلوم تھا کہ صفدر دو ماہ کی رخصت پر ہے۔ آج سے ایک ماہ پہلے اس نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

”مگر مجھے ایکس ٹو نے یہ نہیں بتایا تھا کہ میں کپڑے کیوں لے جاؤں۔“ خاور بڑبڑایا۔ ”شیونگ کا سامان کیوں لے جاؤں۔ بس یہ کہا تھا کہ تم لوگ اس وقت تک وہاں ٹھہرنا جب تک کوئی خاص واقعہ پیش نہ آ جائے۔ اگر میں پہلے ہی تم لوگوں کو اس سے آگاہ کر دیتا تو تم یہی سمجھتے کہ میں مذاق کر رہا ہوں یا میرا دماغ الٹ گیا ہے۔“

کوئی کچھ نہ بولا وہ سب صفدر کو تشویش کن نظروں سے دیکھ رہے تھے اور صفدر آنکھیں بند کئے گہری سانسیں لے رہا تھا۔

”اسے اٹھاؤ۔ لے چلیں۔“ تنویر آہستہ سے بولا۔

”یوں نہیں۔ سب سے پہلے شیو کرنا ضروری ہے اور لباس کی تبدیلی....“ خاور نے کہا۔

”کہیں سچ مچ تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔“ تنویر بولا۔

"آہا.... پھر ایکس ٹو نے لباس اور شیونگ کے سامان کے لئے کیوں تاکید کی تھی۔"

"اس کا بھی دماغ چل گیا ہو گا۔"

"اسی لئے اس نے اس کام کے لئے مجھے منتخب کیا تھا۔" خاور مسکرایا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔

"اب مجھے اس کی حالت درست کرنی چاہئے۔"

ان لوگوں کے ہنسنے اور مسکرانے کی پرواہ نہ کر کے خاور نے اس کا شیو بنایا اور پھر چوہان کی مدد سے اس کا لباس تبدیل کر دیا۔ صفدر ہوش ہی میں تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں البتہ وہ کچھ بول نہیں رہا تھا۔ لیکن جب تنویر نے وہ پوٹلی کھولنی چاہی جو اس کے سینے پر بندھی ہوئی ملی تھی تو وہ بول پڑا۔ "نہیں اسے مت کھولو۔"

"کیوں"

"نہیں!" صفدر نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں اس حالت میں بھی ہر اس شخص کو سزا دے سکتا ہوں، جو ایکس ٹو کی حکم عدولی کرنے کی ہمت کرے۔ یہ ایکس ٹو کا حکم ہے کہ اس پوٹلی کی چیزیں عمران کے علاوہ اور کسی کو نہ دکھائی جائیں۔"

"اوہ۔" تنویر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"مگر عمران یہاں ہے کہاں۔" چوہان نے کہا۔

"میں اس کی تلاش میں بوڑھا ہو سکتا ہوں لیکن ایکس ٹو کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مجھے اس مسئلہ پر دکھ نہ پہنچاؤ۔ ہو سکتا ہے میں آج ہی مر جاؤں اس صورت میں بھی حکم ملا ہے کہ یہ پوٹلی خاور کے سپرد کی جائے اور انہیں بھی یہی ہدایت کر دی جائے کہ وہ اسے عمران کے علاوہ اور کسی کو نہ دیں۔"

"مگر یہ تمہارے جسم پر زخم کیسے ہیں۔" خاور نے تشویش کن لہجے میں کہا۔ "یہ صرف دانتوں کے ہی نشانات ہو سکتے ہیں۔"

"پھر اطمینان سے بتاؤں گا۔ مجھ سے بولا نہیں جا رہا تھا۔" صفدر نے کہا اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

وہ لوگ اسے وہاں سے لے جانے کی تیاری کرنے لگے۔



دوسرے دن شام تک عمران اور روشی جھرگ نار پہنچ گئے۔ وہ جمال پور تک ہوائی جہاز سے آئے تھے اور جمال پور سے یہاں تک کا سفر لاری سے کرنا پڑا تھا۔

بلیک زیرو کو علم تھا کہ اس کی سیکریٹری روشی اس کے ساتھ ہی رہتی ہے۔ لہٰذا اس نے دو خیموں کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ ایک ہی خیمے میں دو بستروں کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ خیمے تک پہنچانے کے بعد بلیک زیرو عمران کی ہدایت کے مطابق ان سے الگ ہو گیا اور اب بظاہر ان سے کوئی تعلق نہیں رکھنا تھا۔

روشی کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ عمران یہاں کیوں آیا ہے۔ دارالحکومت سے روانگی کے وقت اس نے روشی سے کہا تھا کہ وہ اپنی خالہ کی سالگرہ میں شرکت کے لئے جمال پور جا رہا ہے لہٰذا اگر وہ بھی اس کے ساتھ چلنا چاہے تو اسے خوشی ہو گی۔ روشی نے یہ تجویز بے چون و چرا مان لی تھی۔ بلکہ اسے اس پر خوشی بھی ہوئی کہ عمران اسے اپنے اعزاء سے ملانا پسند کرتا ہے۔ اس کی عرصہ سے خواہش تھی کہ وہ عمران کے قریبی عزیزوں سے بھی ملے۔

لیکن جمال پور کے ہوائی اڈے سے عمران نے کسی سے فون پر گفتگو کرنے کے بعد اسے اطلاع دی تھی کہ اس کی خالہ نے جھرگ نار کے جنگلات کا ٹھیکہ لے لیا ہے اس لئے سالگرہ کا جشن وہیں برپا ہو گا اس بے تکی.... پر روشی نے اسے اتنی سلواتیں سنائی تھیں کہ عمران انگلیوں پر ان کا شمار کرنے سے قاصر رہا تھا۔

بلیک زیرو کے رخصت ہوتے ہی روشی اس پر جھپٹ پڑی۔

"تم اس طرح مجھے الو کیوں بنایا کرتے ہو۔"

"اوہ۔ سنو تو سہی ایک بار تم نے کہا تھا کہ تم بارہ سنگھے پر بیٹھ کر ہاتھی کا شکار کر سکتی ہو۔"

"اب خیریت اسی میں ہے کہ یہاں اس طرح لانے کی وجہ بتا دو، ورنہ تمہیں پچھتانا پڑے گا۔"

"کیا تمہیں یہاں لا کر بھی پچھتانا ہی پڑے گا۔" عمران نے مایوسانہ لہجے میں پوچھا۔

اور روشی اسے اس طرح گھورنے لگی جیسے کچا چبا جائے گی۔ غالباً وہ سوچ رہی تھی کہ اسے اب کیا کرنا چاہئے۔

عمران نے صندوق سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ روشی خاموشی سے دیکھتی رہی۔

"ہیلو.... یس.... عمران جھرگ نار پہنچ گیا ہے.... اگر صفدر کی حالت بہتر ہو تو اسے عمران کے خیمے میں بھیج دو۔ اوور اینڈ آل۔"

عمران نے ہیڈ فون اتار دیئے اور روشی آنکھیں نکال کر بولی۔ "تو یہ کہو جولیا بھی یہیں ہے اور شائد تمہارے دوسرے ماتحت بھی ہوں....؟ یہ کیا معاملہ ہے؟"

"وہ سب شکار کھیل رہے ہیں۔" عمران مسکرا کر بولا۔ "ایکس ٹو کی پوری ٹیم شکار کھیلے گی۔"

"کیا قصہ ہے۔"

"قصہ یہ ہے کہ جب حاتم طائی شہزادہ شتر بے مہار چریا کوٹی کو گورداسپور کا گڑ کھلا چکا تھا تو..."

"بس بس...." روشی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "جہنم میں جاؤ میں کچھ نہیں پوچھوں گی۔ لیکن کان کھول کر سن لو.... کہ...."

"ایک منٹ" عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اپنے دونوں کان اکھاڑنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ "کان تو کھول لیتے دو پھر آگے سنانا۔"

"کچھ نہیں.... اچھی بات ہے۔" روشی سر ہلا کر بولی۔ "میں صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ میں تمہارے لئے کوئی کام نہ کروں گی۔"

"نہیں.... اتنا کام ضرور کرو کہ.... ہپ.... ٹھہرو...."

اس نے دوبارہ ہیڈ فون کانوں پر چڑھائے اور بلیک زیرو سے رابطہ قائم کر کے اپنے خیمے کا محل وقوع معلوم کیا اور پھر جولیانا فٹنر واٹر کو مخاطب کر کے بتایا کہ وہ صفدر کو کہاں بھیجے۔ اس دوران میں روشی اسے گھورتی رہی تھی۔ لیکن جیسے ہی عمران ٹرانسمیٹر کو صندوق میں بند کر کے اس کی طرف مڑا اس کے چہرے سے لاپروائی اور بے تعلقی ظاہر ہونے لگی۔

عمران نے بھی اُسے نہیں چھیڑا۔ شاید اس وقت خود بھی خاموش رہنا چاہتا تھا۔ کچھ دیر بعد روشی نے اس کے چہرے پر گہرے تفکرات کے آثار دیکھے۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد صفدر خیمے کے در پر نظر آیا۔ وہ تنہا تھا۔ عمران اس طرح ہاتھ پھیلا کر

اس کی طرف دوڑا جیسے یہ ملاقات بالکل اتفاقیہ طور پر ہوئی ہو۔ صفدر نے البتہ کسی قسم کی گرمجوشی کا اظہار نہیں کیا۔ اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ ذہنی اور جسمانی کسل پر کوئی جذبہ حاوی ہو سکتا۔ وہ بید کی کرسی میں گر گیا۔

"میں زیادہ دیر تک نہیں بیٹھ سکوں گا۔ عمران صاحب۔" صفدر نے کمزور آواز میں کہا۔

"اوہ اچھا ٹھیک ہے۔" عمران نے روشی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "تم ذرا دیکھو.... میں نے سامنے والے سیمر کے درخت پر ایک بندر دیکھا تھا مگر یہاں بندر نہیں پائے جاتے.... میں یقین کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بندر نہیں تھا۔"

"یقین کر لو کہ وہ بندر نہیں تھا۔" روشی اڑ گئی.... وہ باہر نہیں جانا چاہتی تھی۔

"کیسے یقین کر لوں.... تم جا کر دیکھ آؤ نا.... شاباش۔"

روشی اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتی ہوئی باہر چلی گئی۔

"آپ بیمار معلوم ہوتے ہیں مسٹر صفدر...." عمران نے آہستہ سے کہا۔

"بہت زیادہ عمران صاحب" صفدر کمزور آواز میں بولا۔ "میرے خدا میں نے ایک ماہ تک جانوروں کی طرح زندگی بسر کی ہے۔ ہاں ٹھہریئے کیا آپ کو مکمل رپورٹ دینی پڑے گی۔"

"نہیں مجھے رپورٹ سے کوئی سروکار نہیں۔" عمران بولا۔ "مجھ سے صرف اتنا کہا گیا ہے جو کچھ آپ مجھے دیں اسے احتیاط سے رکھ لوں۔"

صفدر نے ادھر اُدھر دیکھ کر کچھ کاغذات اور پیتل کی ایک ننھی سی توپ جیب سے نکالی اور عمران کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "اب آج رات میں سکون سے سو سکوں گا۔"

عمران نے کاغذات یا توپ کا جائزہ لئے بغیر انہیں جیب میں ٹھونس لیا۔ وہ صفدر کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"اب مجھے اجازت دیجئے۔" صفدر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "کیا آپ کو علم ہے کہ ہم سب یہیں موجود ہیں۔"

"اوہ" عمران اس طرح چونکا جیسے یہ اطلاع اس کے لئے بالکل نئی اور حیرت انگیز رہی ہو۔ پھر مسکرا کر پوچھا۔ "کیا وہ بھی ہے.... یعنی کہ.... وہ...."

"جولیا" صفدر مسکرایا۔

"آہا... پتہ نہیں کیوں میں اس کا نام ہمیشہ بھول جاتا ہوں۔ لیکن کیا وہ شکار کھیلنے آئی ہے۔"

"پتہ نہیں۔ ان لوگوں کو نہیں معلوم کہ وہ یہاں کیوں بھیجے گئے ہیں۔"

"گڈ.... یہ ایکس ٹو بھی مجھے پاگل معلوم ہوتا ہے۔"

"مجھے تو یہ طریقہ کار بے حد پسند ہے۔" صفدر نے سر ہلا کر کہا۔

"شاید آپ بھی کافی دنوں تک دھکے کھاتے رہے ہیں۔" عمران مسکرا کر بولا۔

"کچھ بھی ہو۔ مجھے بہر حال بہت شاندار آفیسر ملا ہے اور میں ایسے ہی آفیسروں کے تحت کام بھی کر سکتا ہوں۔"

"خدا رحم کرے آپ کے حال پر۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے دوسرے ساتھی آپ سے خوش نہ ہوں گے مسٹر صفدر۔"

"مجھے ان کی پرواہ کب ہے۔ میں صرف کام کرنے کے لئے یہاں ہوں۔"

"خدا آپ کے حال پر مزید رحم کرے۔" عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ "اگر آپ کی مستعدی کا یہی عالم رہا تو ایکس ٹو آپ کی ہڈیوں تک کا پسینہ نکال لے گا۔"

"پسینہ مردوں کا سنگھار ہے.... عمران صاحب۔" صفدر مسکرایا۔

"خدا آپ کے حال پر اتنا رحم کرے کہ.... ہپ...."

عمران یک بیک خاموش ہو گیا۔ کیونکہ روشی در پر کھڑی کہہ رہی تھی کہ "محکمہ جنگلات کے آفیسر شکار کا پرمٹ دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"کہاں ہے محکمہ آفیسرات کا جنگل.... اوہ.... کا جنگ.... فیسر یعنی کہ.... وہ کہاں ہے۔"

"چپراسی نے یہ اطلاع دی ہے کہ تمہیں اس کے دفتر میں جا کر پرمٹ دکھانا ہو گا۔"

"ارے تو وہ چپراسی کہاں ہے۔"

"وہ اطلاع دے کر واپس جا چکا ہے۔"

"تو تم وہاں کیوں کھڑی ہو.... بندر کا کیا ہوا۔"

"اچھا عمران صاحب۔" صفدر نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

"اوہ جی ہاں.." عمران نے چونک کر مصافحہ کیا اور صفدر خیمے سے نکل گیا۔ روشی اندر آ گئی۔

"تم مجھے یہاں کیوں لائے۔" روشی بپھر گئی۔

"تاکہ تمہیں اپنی خالہ بنا کر تمہاری سالگرہ کر دوں۔" عمران آہستہ سے بولا۔ "تم بالکل عقلمند ہو۔ ذرا سی بھی حماقت تم میں نہیں پائی جاتی۔ میں اس کی موجودگی میں تمہیں کیسے راز دار بنا لیتا۔"

"جب یہاں جولیا موجود تھی تو مجھے کیوں لائے تھے۔"

"افسوس کہ تمہاری موجودگی میں وہ میری خالہ نہیں بن سکتی۔"

روشی کچھ نہ بولی اس کا موڈ بہت زیادہ خراب ہو گیا تھا۔

عمران نے خیمے کے در کا پردہ گرا دیا اور آستین چڑھاتا ہوا بولا۔ "میں آج تمہیں ذبح کر ڈالوں گا۔ جب تمہیں غصہ آتا ہے تو تمہارا اوپری ہونٹ ناک سے مل جانے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔ یہ مجھے قطعی ناپسند ہے تمہارے ہونٹ کا یہ انداز مجھے گالیاں دیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ لہٰذا یا تو تم اپنا اوپری ہونٹ کٹوا دو یا پھر کوشش کیا کرو کہ تمہیں غصہ نہ آئے۔"

"اگر تم میرے لئے علیحدہ خیمے کا انتظام کرو گے تو میں شکار کا پرمٹ پھاڑ دوں گی۔"

"میرے خدا....؟" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ "پھر کیا ہو گا.... مس روشی۔"

روشی کچھ نہ بولی۔ یہ دھمکی فضول تھی وہ جانتی تھی کہ عمران شکار کھیلنے نہیں آیا۔ اگر آمد کا مقصد شکار کھیلنا ہوتا تو وہ یہاں اپنے ماتحتوں کو کیوں اکٹھا کرتا۔

"تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔" روشی نے پھر سوال کیا اور اسکے انداز میں جھلاہٹ نہیں تھی۔

"ہاں سنو.... میرے لئے ایک عورت ضروری ہے.... آہا.... تم مسکرا رہی ہو۔ میں ایکسٹو کی حیثیت سے بول رہا ہوں.... جولیانا فنٹر واٹر اس ضرورت کو پورا کر سکتی تھی لیکن وہ ہر تم کی عورت نہیں ہے۔ نہ اتنی چالاک ہے اور نہ اتنی ذہین جتنی کہ تم ہو۔"

"پھر تمہارے ماتحتوں میں اس کا کیا کام۔"

"وہ یورپ کی کئی زبانیں بول سکتی ہے اور سمجھ سکتی ہے۔" عمران نے کہا۔ "میں تمہیں جس مقصد کے تحت یہاں لایا ہوں وہ بھی جلد ہی ظاہر ہو جائے گا۔"

روشی کچھ نہ بولی۔ لیکن وہ استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"میں تقریباً دو ماہ سے پریشان ہوں۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "صفدر کی ایک غلطی کی بناء پر شاید ابھی کچھ اور وقت بھی پریشانی ہی میں گزرے گا۔ کاش وہ اس آدمی کو نہ مار ڈالتا۔"

"کس آدمی کو۔"

"ٹھہرو۔ مجھے ایسے گروہ کی تلاش ہے جو ایک غیر ملک کے اشارے پر یہاں مسلح بغاوت پھیلانے کی اسکیم بنا رہا ہے۔"

"اوہ....! مگر تمہیں اس گروہ کے وجود کا کیسے علم ہوا۔ میرا خیال ہے کہ ابھی تک میں نے ملک کے کسی بھی حصے میں مسلح بغاوت کے آثار کی خبر نہیں سنی۔"

"لیکن میں ان کی تیاریوں سے متعلق سنتا رہا ہوں۔" عمران نے کہا۔ "ابھی کچھ ہی دنوں کی بات ہے کہ شکرال اور ہمارے ملک کی سرحد کے قریب دو قبیلوں کے درمیان بڑی خون ریز جنگ ہوئی تھی۔ جانبین کے درجنوں آدمی مارے گئے اور تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ان کے پاس جدید ترین رائفلیں تھیں۔"

"کیا بات ہوئی۔" روشی ہنس پڑی۔ "جدید ترین رائفلوں کی موجودگی میرے لئے حیرت انگیز کیوں ہونے لگی۔"

"میرے لئے بھی نہ ہوتی۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اگر ان کی ساخت اپنے یہاں کی جدید ترین رائفلوں کی سی ہوتی۔"

"پھر"

"ساخت کے اعتبار سے وہ ایسے ملک سے تعلق رکھتی ہیں، جو اب تک دنیا کے کئی ممالک میں مسلح بغاوتیں کرا کے اپنی پسند کی حکومت قائم کرا چکا ہے۔"

"اوہ.... مگر ہو سکتا ہے کہ یہ چیز صرف انہیں قبائلیوں تک محدود رہی ہو۔"

"ہاں.... یہ بھی کہا جا سکتا تھا مگر اتفاق سے ایک واقعہ دارالحکومت کے قریب ہی پیش آیا ہے.... کچھ دن ہوئے لینڈ کسٹمز پوسٹ کے قریب ایک ٹرک الٹ گیا جس پر ریت لدی ہوئی تھی۔ لیکن ریت کے اندر تقریباً پچاس ویسی ہی رائفلیں چھپی ہوئی تھیں۔ جیسی ان قبائلیوں کے پاس دیکھی گئی تھیں۔"

"ٹرک کس کا تھا۔"

"یہ آج تک معلوم نہ ہو سکا۔"

"کیوں.... کیا اس پر ٹریفک کے نمبر نہیں تھے۔"

"یقیناً تھے.... لیکن ان کا اندراج رجسٹر میں کبھی نہیں ہوا تھا۔ مردہ ڈرائیور کے پاس سے لائسنس بھی نہیں برآمد ہوا۔"

"اوہ.... تب تو یقیناً.... لیکن تمہاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری تفتیش کافی آگے بڑھ چکی ہے۔"

"یقیناً.... میں دو ماہ سے اسی چکر میں ہوں۔ لہٰذا کچھ نہ کچھ کامیابی تو ضرور ہوئی ہو گی۔"

"کیا کامیابی ہوئی ہے۔"

"مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہاں ایک منظم گروہ اس کے لئے کام کر رہا ہے اور اس گروہ والوں کا امتیازی نشان توپ ہے۔ وہ اسی توپ سے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔"

"مگر تمہیں اس امتیازی نشان کا علم کیسے ہوا۔"

"بار بار جب کوئی چیز سامنے آتی ہے تو اسے اہمیت دینی ہی پڑتی ہے۔"

"قبائلیوں کی جنگ میں کام آنے والوں میں سے دو کے داہنے بازوؤں پر توپ کی تصویریں بنی ہوئی تھیں اور یہی تصویر اس ٹرک کے ڈرائیور کے داہنے بازو پر نظر آئی تھی جو لینڈ کسٹمز پوسٹ کے قریب الٹ گیا تھا اور اب یہ دیکھو۔" عمران نے پیتل کی ننھی سی توپ نکال کر روشی کے سامنے رکھ دی۔

روشی اسے الٹ پلٹ کر دیکھتی ہوئی بولی۔ "یہ کیا بلا ہے۔"

"ایک ننھی سی توپ جس سے چیونٹی کا بھی شکار نہیں کیا جا سکتا۔"

"یہ تمہیں ملی کہاں سے۔"

"صفدر لایا تھا۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "اب صفدر کی کہانی سنو۔ میں نے اسے اسی علاقے میں قیام کرنے کا حکم دیا تھا۔ جہاں دو قبیلے آپس میں لڑ گئے تھے۔ صفدر کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ معاملے کی نوعیت کیا ہے۔ لہٰذا وہ کافی محنت اور ذہانت سے کام کرتا رہا۔ لیکن ایک جگہ چوک گیا۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ اگر اسے اس آدمی کی اصلیت کا علم ہوتا تو وہ اسے کبھی جان سے نہ مارتا۔"

"تم پھر بہکنے لگے.... مجھے اس آدمی کے متعلق تفصیل سے بتاؤ۔"

"اوہ اچھا.... صفدر ان قبائلیوں کی تلاش میں تھا جن کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ اتفاقاً

ایک دن ایک آدمی سے مڈ بھیڑ ہوگئی۔ اس نے اس پر فائر کر دیا، بہر حال دونوں کے درمیان بڑی خوں آشام جنگ ہوئی۔ صفدر نے اسے مار ڈالا۔ مرنے والے کے پاس سے یہ توپ اور چند کاغذات برآمد ہوئے تھے، جو اس نے میرے سپرد کر دیئے۔ اس نے مجھے ٹرانسمیٹر پر اس واقعے کی اطلاع دیتے ہوئے کہا تھا کہ اس کی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ وہاں ٹھہر سکے لہٰذا میں نے اسے واپس بلالیا۔ اب سوچ رہا ہوں کہ کسی اور کو بھیجوں۔"

"مگر یہاں ان سبھوں کی موجودگی کی کیا وجہ ہے۔"

"صفدر کو میں نے ایک ماہ پہلے بھیجا تھا۔ لیکن خود میں بھی یہاں کام کر تا رہا ہوں۔ میں نے چند مزید ایسے آدمیوں کا پتہ لگایا ہے جن کے بازوؤں پر توپ کی تصویر موجود ہے اور وہ آج کل یہاں شکار کھیل رہے ہیں۔"

"اوہ.... اور یہ پیتل کی توپ"

"ہو سکتا ہے کہ یہ بھی نشان ہی کے طور پر استعمال کی جاتی ہو۔" عمران نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

"مگر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ مسلح بغاوت ہی کرانا چاہتے ہیں۔"

"ارے تو کیا پھر وہ ان رائفلوں کو تل کر کھائیں گے۔ آخر تم بعض اوقات عقلمندوں کی سی باتیں کیوں کرنے لگتی ہو۔"

دفعتاً عمران چونک کر خیمے کے در کی طرف مڑا کوئی باہر موجود تھا۔ اس نے جھپٹ کر پردہ اٹھادیا۔ ایک طویل قامت آدمی کے سامنے کھڑا تھا۔

"فرمایئے۔ جج.... جناب۔" عمران ہکلایا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے وہ اس کے تن و توش سے مرعوب ہو گیا ہو۔ اب اس کے چہرے پر حماقت کے آثار بھی نظر آنے لگے تھے۔

"میں آپ کا پرمٹ دیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا چپراسی نے آپ کو اس کی اطلاع نہیں دی تھی۔"

"اوہ.... چپ.... چپ راسی۔" عمران مڑ کر روشی کی طرف دیکھنے لگا اور روشی آگے بڑھ کر بولی۔ "جی ہاں چپراسی نے اطلاع دی تھی لیکن ہمیں آپ کا آفس نہیں معلوم تھا۔"

"خیر کوئی بات نہیں" وہ آدمی مسکرایا۔ "میں خود ہی حاضر ہو گیا۔"

"مگر ہم شکاری کب ہیں۔" روشی اٹھلائی۔ "کیا یہ ضروری ہے کہ یہاں سب شکار ہی کھیلنے

کی غرض سے آئیں۔"

"اوہ..... معاف کیجئے گا۔ بات دراصل یہ ہے کہ یہاں آنے والے عموماً اسی غرض سے آتے ہیں۔"

"تو ہم نہیں آئے اس غرض سے۔ کیا اس غرض سے نہ آنا کوئی جرم ہے۔"

"ہرگز نہیں.... ہرگز نہیں۔ میں معافی چاہتا ہوں۔!" وہ جانے کے لئے مڑا۔

روشی ایک ہلکے سے قہقہے کے ساتھ بولی۔ "ٹھہریئے۔ اب آئے ہیں تو دیکھتے ہی جایئے۔"

وہ رک گیا اس کے ہونٹوں پر جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ تھی۔ روشی نے پرمٹ اسے دکھایا۔

"شکریہ" اس نے روشی کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا اور عمران سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا۔

عمران روشی کی طرف مڑ کر آہستہ سے بولا۔ "اس کی صلاحیت جولیا میں نہیں ہے۔"

"مگر یہ کیا حماقت ہے کہ تم اپنے سارے احکامات اسی کے ذریعے دوسروں تک پہنچاتے ہو۔ اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ تمہارے بعد اسی کی حیثیت ہے۔"

"یقیناً.... بات دراصل یہ ہے کہ میرے ماتحت اپنوں میں سے کسی کی برتری ہرگز نہ تسلیم کرتے۔ لیکن وہ جولیا کی برتری کے خلاف کبھی آواز نہیں اٹھاتے۔"

"اور تمہیں بحیثیت عمران تو چٹکیوں میں اڑاتے رہتے ہیں۔"

"لیکن بحیثیت ایکس ٹو۔" عمران مسکرایا۔

"بحیثیت ایکس ٹو بھی وہ تم سے متنفر ضرور ہیں۔"

"سب نہیں۔ صرف ایک آدمی تنویر۔"

"آخر وہ کیوں متنفر ہے تم سے۔"

"کیوں کہ جولیا شاید ایکس ٹو سے حماقت کرنے لگی ہے۔"

"لیکن ایکس ٹو مجسم حماقت ہے۔" روشی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"بس ختم کرو۔ تم بہت دیر سے مجھے بُرا بھلا کہہ رہی ہو۔ اب میں ان کاغذات کو دیکھنا چاہتا ہوں۔"

اس نے کاغذات کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ بیساختہ اچھل پڑا۔ اس کی جیب میں

سیٹی سی بجی تھی۔ جس کی آواز روشی نے بھی سنی۔

وہ دونوں حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

لیکن عمران نے جلد ہی وہ جیب خالی کر دی۔ ساری چیزیں زمین پر گریں اور وہ انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ یہ وہی کاغذات تھے اور وہی پیتل کی توپ جو کچھ دیر پہلے صفدر سے ملے تھے۔

اچانک عمران توپ کو اٹھا کر اپنے چہرے کے برابر لایا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے دہانے کے سوراخ میں مکھیاں بھنبھنا رہی ہوں۔ دوسرے ہی لمحے میں توپ کا دہانہ اس کے کان سے جا لگا اور اب وہ صاف سن رہا تھا۔ دہانے کے سوراخ سے آواز آ رہی تھی۔

"گن تھرٹی تھری.... گن تھرٹی تھری.... تم جواب کیوں نہیں دیتے.... گن تھرٹی تھری.... گن تھرٹی تھری۔"

روشی عمران کو برابر گھورے جا رہی تھی۔ عمران نے توپ کا دہانہ اس کے کان سے لگا دیا اور اس کی آنکھیں اور زیادہ پھیل گئیں۔

پھر فوراً ہی دہانہ عمران کے کان سے آ لگا آواز اب بھی آ رہی تھی۔ "گن تھرٹی تھری اگر تم نے ایک گھنٹے بعد جواب نہ دیا تو.... یہ سمجھ لیا جائیگا کہ تم کسی حادثہ کا شکار ہو گئے۔"

اس کے بعد ہی پھر سیٹی کی آواز آئی جو اتنی تیز تھی کہ روشی نے بھی سنی۔

عمران نے کان سے دہانہ ہٹا لیا۔ اب کسی قسم کی آواز نہیں آ رہی تھی۔

"ٹرانسمیٹر۔" عمران آہستہ سے بڑبڑایا۔

"لاؤ دیکھوں۔" روشی نے پیتل کی ننھی سی توپ اس کے ہاتھ سے لے لی وہ اسے الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔

"تم جواب میں کچھ بولے کیوں نہیں تھے۔" روشی نے آہستہ سے کہا۔

"کہاں بولتا۔ کس طرح بولتا۔ نہیں یہ ایک زبردست غلطی ہوتی۔ گن تھرٹی تھری کیا بلا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اس آدمی کا نمبر شناخت رہا ہو۔ جس کے پاس یہ ٹرانسمیٹر تھا۔ جدید ترین روشی، میرا دعویٰ ہے کہ یہ ٹرانسمیٹر ایٹمی بیٹری سے چلتا ہے.... اور ایٹم کا استعمال کن ملکوں نے شروع کر دیا ہے۔"

"گن تھرٹی تھری۔" روشی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "اگر تھری تھری اس کی شناخت کا نمبر تھا

تو یقیناً ان لوگوں کی تعداد زیادہ ہو گی۔"

"ٹھہرو...." عمران اپنا داہنا گال کھجاتا ہوا بولا۔ "تم یا تو تفریح کیلئے باہر نکل جاؤ.... یا یہیں بیٹھو لیکن تمہیں فرض کر لینا پڑے گا کہ تم اندھی گونگی اور بہری ہو.... میں کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم تنہا رہ کر کام چوپٹ کرو گے۔" روشی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "تم کیا کام کرنا چاہتے ہو۔"

"اس ٹرانسمیٹر کا تفصیلی جائزہ لوں گا۔"

"یہ تم میری موجودگی میں بھی کر سکتے ہو۔"

"یہی تو مصیبت ہے کہ نہیں کر سکتا۔"

"میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس نے وہ کاغذات زمین سے اٹھائے اور انہیں دیکھنے لگا۔ تحریر انگریزی میں تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے مختلف اوقات میں موصول ہونے والے پیغامات نوٹ کئے ہوں۔ مثلاً "چھ ترپن.... گن فورٹین کی اطلاع کے مطابق روانگی ہو چکی ہے۔ آٹھ تیس.... گن فورٹین.... وعدہ کے مطابق نہیں بولا.... نو تیس پھر گن فورٹین سے اطلاع ملی کہ.... گن ففٹی سکس کامیاب نہیں ہو سکا۔"

اس قسم کی اطلاعات سے تین چار صفحات بھرے ہوئے تھے۔ عمران نے کاغذات کو تہہ کر کے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا اور اب اس کی توجہ توپ نما ٹرانسمیٹر کی طرف مبذول ہو گئی تھی۔ روشی خاموش بیٹھی رہی۔



جولیانا فنٹر واٹر پیچ و تاب کھا رہی تھی.... عمران کی آمد کا مقصد یہ تھا کہ اب ان کی باگ دوڑ اسی کے ہاتھ میں رہے گی.... اس پر سے ستم یہ کہ روشی بھی اس کے ساتھ آئی تھی۔ جولیا نے سوچا کہ یہ موقع بہتر ہے کیوں نہ ایکس ٹو کو کم از کم روشی ہی کے خلاف بھڑکا دیا جائے۔ وہ تھوڑی دیر تک اس کے متعلق سوچتی رہی پھر صندوق سے ٹرانسمیٹر نکالنے کے لئے اٹھی ہی تھی کہ خیمے کے باہر عمران نظر آیا۔ جولیا پھر بیٹھ گئی۔ عمران تنہا تھا۔ وہ جولیا سے اجازت حاصل کئے بغیر اندر آ گیا۔

"تم واپس جاؤ" جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اور باہر رک کر مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کرو۔"

"شاید میں غلطی سے یہاں چلا آیا ہوں۔"

وہ واپسی کے لئے مڑا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت تنویر خیمے میں داخل ہوا اور عمران کو دیکھ کر ایسا منہ بنایا جیسے اس نے جولیا کے جسم پر کیچوے رینگتے ہوئے دیکھ لئے ہوں۔

"سالیکم...." عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اسے سلام کیا۔

"صفدر کہاں ہے۔" تنویر نے گونجیلی آواز میں جولیا سے پوچھا۔

"کیوں۔" جولیا کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

"کیا یہ ضروری ہے کہ وجہ بھی بتائی جائے۔"

"یقیناً۔"

"میں اس سے پوچھوں گا کہ ہم لوگ یہاں کیوں جھونکے گئے ہیں۔"

"اور وہ تمہیں بتادے گا۔" دفعتاً عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔

"اس کے فرشتے بھی بتائیں گے۔" تنویر غصیلی آواز میں بولا۔

"تنویر۔" یک بیک عمران کا لہجہ بدل گیا۔ "اپنے خیمے میں واپس جاؤ۔ میں ایکس ٹو کے نائب کی حیثیت سے تمہیں حکم دیتا ہوں۔"

"اپنا لہجہ درست کرو۔" تنویر سانپ کی طرح پھپھکارا۔

"جولیا دروازے کا پردہ گرادو۔" عمران نے جولیا کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ جولیا کانپ گئی۔ اس وقت عمران میں اسے شکرال کے عمران کی جھلکیاں نظر آ رہی تھیں۔ اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پردہ گرایا اور پھر اپنی کرسی پر واپس آ گئی۔

"کیا تم اپنے خیمے میں واپس نہیں جاؤ گے۔" عمران نے تنویر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔" تنویر بھی دانت پیستا ہوا اسے گھور رہا تھا۔

"اچھا تو تنویر.... نہ میں معطل کرتا ہوں اور نہ برخاست کرتا ہوں لیکن میڈیکل گراؤنڈ پر کم از کم چھ ماہ چھٹی ضرور دلوادیتا ہوں۔" عمران نے کہا اور اپنا کوٹ اتار کر ایک طرف ڈال دیا۔

"ارے۔ ارے۔ یہ کیا۔" جولیا بوکھلا کر اٹھی۔

"خاموش بیٹھو۔" عمران غرایا۔

"تم اس سے بدتمیزی نہیں کر سکتے۔" تنویر کہہ کر عمران پر جھپٹ پڑا لیکن اسے حسرت ہی رہ گئی کہ اس کا گھونسہ عمران کے جبڑے پر پڑا ہوتا۔ کیونکہ عمران نے بجلی کی سی سرعت سے اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر مروڑ دیا تھا اور اس کا یہ فعل اتنا غیر متوقع تھا کہ تنویر کو سنبھلنے کی مہلت نہ ملی وہ بے اختیارانہ انداز میں اس کی طرف پشت کر کے جھکتا چلا گیا۔ دفعتاً عمران نے اس کے شانوں کے درمیان گردن کے نیچے ایک زوردار گھونسہ رسید کیا اور تنویر منہ کے بل نیچے چلا گیا۔

جولیا کرسی پر پڑی کانپ رہی تھی اور تنویر زمین پر اوندھا پڑا اس طرح ہاتھ پیر پھینک رہا تھا جیسے اس کی ریڑھ کی ہڈی کی کوئی گرہ اپنی جگہ سے کھسک گئی ہو۔

وہ چند لمحے اسی طرح ہاتھ پیر پھینکتا رہا پھر ساکت ہو گیا۔

"ارے.... کک.... کیا.... تم نے اسے.... مم.... مار ڈالا۔" جولیا کانپتی ہوئی ہکلائی۔

"نہیں۔ صرف ایک ماہ کی چھٹی کی سفارش کی ہے۔ یہ تقریباً ایک یا ڈیڑھ گھنٹے بعد ہوش میں آئے گا۔ صفدر کو تیز بخار ہے اس کا بستر بھی اسی کے برابر لگوادینا۔ پھر یہ اس سے پوچھ لے گا کہ تم لوگوں کو یہاں کیوں جھونکا گیا ہے۔"

وہ اپنا کوٹ اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھا اور پھر پردہ اٹھا کر باہر نکلتے نکلتے رک گیا۔

"آج رات کو تم اسی خیمے کے سامنے باہر ناچو گی۔ چوہان اکارڈین بجائے گا اور تم دونوں پر بہت زیادہ نشے کی سی کیفیت طاری ہو گی۔" اس نے جولیا کی طرف مڑ کر کہا اور باہر چلا گیا۔

جولیا چند لمحے کرسی پر بے حس و حرکت پڑی رہی پھر اٹھ کر تنویر کے پاس آئی جو بیہوش پڑا گہری سانسیں لے رہا تھا۔

وہ کچھ دیر تک جھکی اسے دیکھتی اور پلکیں جھپکاتی رہی پھر پاگلوں کی طرح اپنے خیمے سے نکل کر کیپٹن خاور کے خیمے کی طرف بھاگی۔

خیمے میں خاور اور چوہان موجود تھے۔ جولیا کو اس حال میں دیکھ کر وہ بھی بوکھلا گئے۔

"تنویر بے ہوش ہو گیا ہے۔" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"کیوں۔ کیسے۔" دونوں نے بیک وقت پوچھا۔

"بس باتیں کرتے.... کرتے.... گرا.... اور بیہوش ہو گیا۔"

"کہاں۔"

"میرے خیمے میں۔ اسے وہاں سے اٹھاؤ۔"

وہ دونوں اس کے ساتھ خیمے میں آئے اور پھر تنویر کی بیہوشی کے اسباب موضوع بحث بن گئے۔ لیکن جولیا نے انہیں صحیح بات نہیں بتائی۔ ہو سکتا ہے وہ تنویر کو شرمندہ نہ کرنا چاہتی رہی ہو۔



جولیا کے خیمے کے سامنے اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ اکارڈین کی آواز رات کے سناٹے میں دور دور تک پھیل رہی تھی۔ چوہان واقعی بہت اچھا اکارڈین بجا رہا تھا اور جولیا جھوم جھوم کر ناچ رہی تھی۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دونوں بہت زیادہ نشے میں ہوں۔

حالانکہ وہ ایک چاندنی رات تھی لیکن پھر بھی شکاریوں نے زیادہ لطف اندوز ہونے کے لئے مشعلیں روشن کر لی تھیں۔

کبھی کبھی چوہان اور جولیا چیخ چیخ کر ایک دوسرے کو بُرا بھلا بھی کہنے لگتے۔ مفت کا تماشہ تھا لوگ بے حد دلچسپی لے رہے تھے اور ان لوگوں کو بتا رہے تھے کہ ناچ کیسے شروع ہوا تھا جنہیں اس کا علم نہیں تھا۔ بہت کم لوگ جانتے تھے کہ پہلے دونوں میں بڑی لڑائی ہوئی تھی۔ غالباً ناچنے اور ساز بجانے کے متعلق کسی بحث پر بات بڑھ گئی تھی۔ دیکھنے والوں کے خیال کے مطابق دونوں نشے میں دھت تھے۔ بات بڑھی اور چوہان اکارڈین لایا اور جولیا اسے بُرا بھلا کہتی ہوئی ناچنے لگی۔

بھیڑ بڑھتی گئی۔ شاید ہی کیمپ کا کوئی شکاری وہاں نہ پہنچا ہو عمران اور بلیک زیرو بھی قریب ہی قریب موجود تھے۔ عمران کے ہاتھ میں مشعل تھی اور بلیک زیرو میک اپ میں تھا۔

دفعتاً بلیک زیرو کے آگے کھڑے ہوئے ایک شکاری نے پلٹ کر غصیلے لہجے میں کہا۔

"اندھے ہو گئے ہو، اوپر چڑھے آ رہے ہو۔"

"تم خود اندھے ہو۔ زبان سنبھال کر بات کرو۔" بلیک زیرو بھی بگڑ گیا۔

"شٹ اپ" شکاری چیخا اور بلیک زیرو نے اس کے تھپڑ رسید کر دیا بس پھر کیا تھا دونوں گتھ گئے۔ بلیک زیرو نے پہلے ہی جھٹکے میں اس کی قمیض پھاڑ دی۔ پھر دوسری بار اس کا ہاتھ اس کی

داہنی آستین میں پر پڑا۔ اور وہ شانے سے الگ ہو کر زمین پر آ رہی۔

عمران نے مشعل بلند کی اتنے میں اس شکاری کے کئی حمایتی بھی بیچ میں کود پڑے۔ لیکن اب بلیک زیرو وہاں کہاں تھا۔ وہ اتنی پھرتی اور چالاکی سے شکاریوں کے نرغے سے نکلا تھا کہ عمران بھی متحیر رہ گیا تھا۔

پھر وہ بھی اس بھیڑ سے دور ہٹتا چلا گیا.... کیونکہ اب وہاں ٹھہرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ وہ اس شکاری کے بازو پر توپ کی تصویر دیکھ ہی چکا تھا۔

یہ سارا بکھیڑا اسی لئے کیا گیا تھا۔ عمران کو اس شکاری پر شبہ تھا لہٰذا وہ اس کا داہنا بازو دیکھنا چاہتا تھا۔ اس وقت اس نے نہ صرف اس کا داہنا بازو دیکھ لیا بلکہ اس کے حمایتیوں سے واقف ہو گیا تھا۔

ایک طرف پٹا ہوا شکاری چیختا چنگھاڑتا رہا اور دوسری طرف جولیا جھوم جھوم کر ناچتی رہی۔

چوہان اکارڈین بجاتا ہوا چیخ چیخ کر کہتا رہا۔ "اے شور مت مچاؤ۔ سنو میں کیسا بجا رہا ہوں۔ دیکھو وہ کیسا ناچ رہی ہے۔ خدا کے لئے فیصلہ کرو۔ کیا اس کے پیر اکارڈین کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ہاہا یہ اس رفتار سے نہیں ناچ سکتی۔ ہاہا.... ہو ہو.... ہی ہی.... ٹارارم.... ٹارم.... ٹارم.... تارارارم...."



دوسری صبح روشی بھی عمران سے الجھ پڑی۔ اسے یہ تو معلوم ہی تھا کہ رات وہ ڈرامہ کس لئے اسٹیج کیا گیا تھا۔ لیکن اس سے بے خبر تھی کہ تنویر کی مرمت کیوں کی گئی تھی۔ اس سے پہلے اس نے کبھی عمران پر اتنی درندگی سوار نہیں دیکھی تھی۔ نہ وہ آج کل تفریحی گفتگو کرتا تھا اور نہ اس کے چہرے پر حماقت ہی طاری رہتی تھی۔ البتہ جب وہ خیمے سے باہر نکلتا تھا تب تو ضرور اس کے چہرے سے حماقت برسنے لگتی تھی اور دوسرے شکاری روشی کو ایک احمق کی محبوبہ یا بیوی سمجھ کر اس سے قریب ہونے کی کوشش کرتے تھے۔

"تمہیں بتانا پڑے گا کہ تم نے بیچارے تنویر کو کیوں مارا۔" روشی نے کہا۔

"بیچارے تنویر کو اگر میں بے کار نہ کر دیتا تو پچھلی رات اتنا شاندار ڈرامہ کبھی نہ ہو سکتا۔ وہ

جولیا کو کبھی اس طرح نہ ناچنے دیتا۔ شاید ایکس ٹو کی راہ میں بھی روڑے اٹکانے کی کوشش کرتا۔ تم نہیں جانتیں۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ جولیا پر بُری طرح مرتا ہے۔ لیکن کسی طرح مر بھی نہیں چکتا۔"

"اگر وہ احکامات کی تعمیل نہیں کرتا تو اسے الگ کردو۔"

"یہ ناممکن ہے۔ ناشاد اور کیپٹن جعفری ملٹری کی سیکرٹ سروس سے آئے تھے اور پھر وہیں واپس چلے گئے لیکن تنویر کو الگ کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ایکس ٹو کا راز افشاء ہو جائے۔ اس کی واپسی کسی دوسرے محکمہ میں نہ ہوگی اور پھر یوں بھی اسے میں علیحدہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ کام کا آدمی ہے۔ بات یہ ہے کہ جب میرا کام چل ہی رہا ہے تو پھر کسی قسم کی تبدیلی کی کیا ضرورت ہے جس حرکت سے میں اسے باز رکھنا چاہتا تھا اس سے وہ اچھی طرح باز رہا۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم آہستہ آہستہ پاگل ہوتے جا رہے ہو۔"

عمران کچھ نہ بولا۔

روشی کہتی رہی "میں نے معلوم کیا ہے تنویر سچ مچ اٹھنے بیٹھنے سے معذور ہے۔"

"وقتی اعصابی اختلال۔" عمران آہستہ سے بولا۔ "وہ ایک ہفتہ سے زیادہ اس حالت میں نہیں رہے گا۔"

دفعتاً وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اس کے کوٹ کی اندرونی جیب سے سیٹی کی آواز آئی تھی۔ یہ اس توپ نما ٹرانسمیٹر کا اشارہ تھا۔ اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر روشی کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور ٹرانسمیٹر جیب سے نکال کر کان سے لگالیا۔

آواز آرہی تھی۔ "ہیلو.... تھرٹی تھری.... تھرٹی تھری، اُوور...."

عمران نے اُسے کان سے ہٹا کر منہ کے قریب لاتے ہوئے کھانسنا شروع کر دیا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یس.... تھرٹی تھری اسپیکنگ.... اوور...."

"تم اب کیسے ہو.... اوور....!"

"ابھی تک میں ٹھیک نہیں ہو سکا.... اُوور...." عمران نے جواب دیا۔

"کہیں سے کوئی اطلاع ملی ہے.... اُوور...."

"ہاں.... ایٹ نائن مطمئن ہے.... اُوور...."

"اوور.... اینڈ آل...."

عمران نے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈال لیا۔

روشی اسے چند لمحے گھورتی رہی پھر بولی۔ "تم نے یہ تو شروع کر دیا ہے لیکن ان کے متعلق تمہاری معلومات زیادہ نہیں ہیں۔"

"ہوں" عمران کچھ سوچ رہا تھا۔

روشی نے کہا۔ "تم نے پچھلی رات اس شکاری کا راز معلوم کر لیا.... اب کیا کرو گے۔"

"تمہاری اس سے شادی کروں گا۔" عمران جھلا گیا۔

"تم اتنے چڑچڑے تو نہیں تھے۔"

"نہیں تھا تو مجھے اس سے کیا فائدہ تھا اور اگر اب ہو گیا ہوں تو اس سے کیا نقصان ہے۔"

"آہا۔" روشی ہنس پڑی۔ "عقلمند ہوتے جا رہے ہو۔"

عمران کچھ کہنے کے بجائے باہر چلا گیا۔ روشی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر وہ بھی خیمے سے نکل آئی۔ ابھی دھوپ اچھی طرح نہیں پھیلی تھی ویسے صبح ہی سے آسمان صاف نہیں تھا۔ اکثر سفید بادلوں کے جھنڈ کے جھنڈ سورج کے سامنے آجاتے اور دھوپ غائب ہو جاتی۔

رات کے ہنگامے کا اثر اب بھی فضا میں موجود تھا۔ پٹے ہوئے شکاری کے ساتھی جھگڑا کرنے والے کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے مگر اب وہ کہاں ملتا۔ اب اس کے چہرے پر ڈاڑھی کہاں تھی۔ ویسے وہ اب بھی خیمے میں موجود تھا اور کئی بار آسمان کا رنگ دیکھنے کے لئے باہر بھی نکلا تھا۔

روشی سے بھی ان میں سے ایک نے پوچھا۔ "کیا آپ بھی کسی ڈاڑھی والے سے واقف ہیں۔"

"واہ" روشی مسکرا کر بولی۔ "ہزاروں سے واقف ہوں۔ خود میرے پاپا بھی ڈاڑھی رکھتے تھے۔"

وہ لوگ ہنسنے لگے اور اسی آدمی نے کہا۔ "میرا مطلب تھا کہ یہاں آپ نے کسی ڈاڑھی والے کو تو نہیں دیکھا۔"

"نہیں مجھے اب تک کوئی نہیں دکھائی دیا۔ کیوں؟"

"کیا آپ کو پچھلی رات والے ہنگامے کا علم نہیں۔"

"اوہ، اوہ.... تو کیا وہ کوئی ڈاڑھی والا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"اور آپ اس کو اس وقت یہاں تلاش کر رہے ہیں۔"

"یقیناً کیونکہ ہمیں ابھی تک کوئی خیمہ خالی نہیں ملا۔"

"میرا خیال ہے کہ.... بعض خیموں میں کئی آدمی رہتے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"ہو سکتا ہے وہ کسی ایسے ہی خیمے سے تعلق رکھتا ہو اور اب چپ چاپ یہاں سے چلا گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس کے ساتھی آپ کو کچھ بتانے سے رہے۔ ارے واہ.... مگر اسے جاننے کی کیا ضرورت ہے کیا ڈاڑھی کے علاوہ کوئی اور بھی پہچان ہے آپ کے پاس۔"

"نہیں۔"

"تب تو آپ لوگ نشے میں معلوم ہوتے ہیں۔" روشی اٹھلائی۔

"کیوں۔ کیوں۔"

"ارے۔ اس نے اپنی ڈاڑھی صاف کر دی ہو گی اور اس وقت نہایت اطمینان سے آپ کو یقین دلا رہا ہو گا کہ نہیں صاحب میری نظروں سے تو آج تک کوئی ڈاڑھی والا گزرا ہی نہیں۔"

وہ آدمی خفیف ہو گیا اور دوسرے ہنسنے لگے۔ حتیٰ کہ پٹنے والا بھی ہنس رہا تھا اور وہ پانچوں ہی روشی میں بے حد دلچسپی لے رہے تھے۔

"ہو سکتا ہے۔" روشی چہک کر بولی۔ "وہ اس وقت آپ ہی میں موجود ہو اور اس نے ڈاڑھی والے کو تلاش کرنے کے سلسلے میں اپنی خدمات پیش کی ہوں۔"

"جی نہیں۔ ہم ایک دوسرے کو عرصے سے جانتے ہیں۔ مگر آپ بہت ذہین معلوم ہوتی ہیں۔"

"ارے نہیں۔" روشی ہنسنے لگی۔

وہ ایک شاندار ایکٹریس تھی اور اس وقت کسی ایسی عورت کا رول ادا کر رہی تھی جسے مردوں کے سامنے اپنے ذہن و جسم پر قابو نہ رہ جاتا ہو۔

"نہیں آپ بے حد ذہین ہیں۔ اور کیا۔"

"اوہ دیکھئے۔" یک بیک روشی سنجیدہ ہو گئی۔ "میرا شوہر آ رہا ہے وہ ایک احمق اور بدگمان

آدمی ہے۔ آپ محتاط رہیں تو بہتر ہے۔"

اس کے بعد وہ بلند آواز میں کہنے لگی۔ "جی نہیں میں نے خیمے کے آس پاس تو کسی بھی ڈاڑھی والے کو نہیں دیکھا۔"

عمران قریب پہنچ گیا تھا اور اس کے چہرے پر وہی قدیم حماقت اٹھکیلیاں کرتی پھر رہی تھی۔

"کک.... کیا بات ہے۔" اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں روشی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں ڈیئر۔" روشی نے متحیرانہ آواز میں کہا۔ "یہ لوگ اسی آدمی کی تلاش میں ہیں جس نے پچھلی رات یہاں ہنگامہ کرایا تھا۔"

"اوہ.... مم.... مگر ہم کیا جانیں۔"

"مائی ڈیئر" روشی آنکھیں نکال کر اور انگلی نچا کر بولی۔ "ہر وقت فلسفیوں کی طرح نہ سوچا کرو۔ یہ شریف آدمی کب کہتے ہیں کہ وہ میرا ماموں یا تمہارا چچا تھا۔"

"پھر کیا بات ہے۔" عمران نے ان لوگوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں یہ صرف اتنا پوچھ رہے تھے کہ میں نے اپنے خیمے کے آس پاس کوئی ڈاڑھی والا تو نہیں دیکھا۔"

"دیکھا تھا تم نے؟" عمران نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"نہیں۔"

"بس تو پھر اب آپ لوگ جائیے۔" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "انہوں نے نہیں دیکھا تھا۔"

"آپ نے تو نہیں دیکھا تھا۔" ایک آدمی نے مسکرا کر پوچھا جس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"میں کیوں بتاؤں۔"

"اوہ.... ڈیئر...." روشی اسے چمکار کر بولی۔ "بتا دو اگر دیکھا ہو۔"

"نہیں دیکھا تھا۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "مگر میں یہ صرف تمہیں بتا رہا ہوں۔"

"نہیں جناب۔" روشی ان لوگوں سے بولی۔ "مجھے یقین ہے کہ انہوں نے نہ دیکھا ہو گا۔ ورنہ مجھے ضرور بتا دیتے۔"

وہ لوگ آگے بڑھ گئے اور روشی عمران کے پیچھے چلنے لگی۔ ایک جگہ اس نے مڑ کر دیکھا۔ وہ

لوگ بھی مڑ مڑ کر اسے دیکھ رہے تھے۔ روشی ہنسی اور ان کے لئے ہاتھ ہلایا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سب کچھ عمران سے چھپا رہی ہو۔

"عمران خیمے کے قریب پہنچ کر اس کی طرف مڑا اور آہستہ سے بولا۔

"تم بہت اچھی جا رہی ہو۔ غالباً تم نے ان پر یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ میں نہ صرف تمہارا شوہر بلکہ بالکل اُلو کا پٹھا بھی ہوں۔"

"تم اپنے متعلق بالکل صحیح رائے رکھتے ہو۔ مجھے یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی۔" روشی مسکرائی۔

"ہاں۔ لیکن تم اس بات کا خیال رکھنا کہ یہ کبھی گواہ کی حیثیت سے عدالت میں نہ پیش ہو سکیں گے۔"

"کیا مطلب۔"

"یہی کہ ممکن ہے کبھی تم قانونی حیثیت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگو کہ میں الو کا پٹھا تمہارا شوہر بھی ہوں۔"

"اوہو تو کیا میں نے انہیں یہ باور کرا کے غلطی کی ہے۔"

"نہیں تو..... مجھے ہمیشہ اس کا اعتراف ہی رہا ہے کہ تم ایک ذہین عورت ہو۔"

"اب مجھے کیا کرنا ہو گا۔"

"وہی جو تم کرنا چاہتی ہو۔" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"میں انہیں اپنے اعتماد میں لینا چاہتی ہوں۔"

"فی الحال اس سے زیادہ کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا اور وہ دونوں خیمے کے اندر چلے گئے۔



تنویر آنکھیں بند کئے بستر پر پڑا ہوا تھا۔ جولیا نے اسے آواز دی اس کے ہاتھ میں کافی کی پیالی تھی۔ تنویر نے آنکھیں کھول دیں۔

"اوہ شکریہ۔" اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی اور وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ بیٹھ تو گیا لیکن شاید کراہوں کا روکنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

جولیا نے اُسے کافی کی پیالی دی اور آہستہ سے بولی۔ "میں نے انہیں اصل واقعہ نہیں بتایا تھا۔ یہ کہہ دیا تھا کہ تم گفتگو کرتے کرتے اچانک بیہوش ہو گئے تھے۔"

"مگر میں اسے چھپانا نہیں چاہتا۔" تنویر پھر مسکرایا۔ "یہ محض اتفاق تھا کہ ایسا ہو گیا۔ ورنہ میں اس کی ہڈیاں چور کر دیتا۔ مین نے دراصل کسی چیز سے ٹھوکر کھائی تھی ورنہ اس کے فرشتے بھی میرا ہاتھ نہ پکڑ سکتے۔ خیر اب تم مجھے ٹھیک ہو لینے دو۔ پھر دیکھنا۔"

جولیا کچھ نہ بولی۔ صرف اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے وہ خود بھی عمران کا بُرا انجام دیکھنے کی متمنی ہو۔ ویسے حقیقت تو یہ تھی کہ وہ تنویر کی بکواس سن کر دل ہی دل میں ہنس پڑی تھی۔

تنویر خاموشی سے چائے پیتا رہا۔ پھر پیالی اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "پچھلی رات کیا ہوا تھا۔ میں نے سنا ہے کہ عمران نے تمہیں ناچنے اور چوہان کو اکارڈین بجانے پر مجبور کیا تھا۔"

"تم نے غلط نہیں سنا۔"

"آخر یہ کیا بیہودگی ہے۔ اگر میں ٹھیک ہوتا تو کیا وہ ایسا کر سکتا تھا۔"

"میرا خیال ہے اس کی ذمہ داری براہِ راست ایکس ٹو پر عائد ہوتی ہے۔" جولیا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "ورنہ عمران اس کی جرأت ہرگز نہیں کر سکتا کہ مجھے اس طرح کسی کام پر مجبور کرے۔"

"ایکس ٹو ناانصاف ضدی اور ناعاقبت اندیش ہے۔" تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "میں تو اسے کبھی برداشت نہ کروں گا کہ عمران ایک آفیسر کی حیثیت سے ہمارے سروں پر مسلط کیا جائے۔"

"یہ نہ کہو تنویر کیا تم نے شکرال میں عمران کی برتری تسلیم نہیں کی تھی۔"

"اوہو۔ وہ اور بات تھی۔ ہمارے ساتھ مجبوری یہ تھی کہ ہم شکرالی نہیں بول سکتے تھے۔ مگر نہیں ہم میں ایک ایسا نہیں تھا۔ صفدر مگر وہ سو فیصدی عمران کا آدمی تھا..... ویسے میں صرف اپنے لئے دعوےٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر مجھے شکرالی بولنی آتی ہوتی تو یہ عمران صاحب بھیک مانگتے رہ جاتے۔"

جولیا کچھ نہ بولی۔ اسے دراصل تنویر کی اس بکواس پر غصہ آرہا تھا۔ لیکن اس نے اس وقت غصہ ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ اب عمران کے متعلق گفتگو ہی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ تنویر بھی

خاموش ہو گیا لیکن جیسے ہی جولیا نے اٹھنا چاہا اس نے کہا۔ "بیٹھو۔ خدا کے لئے ذرا دیر اور بیٹھو۔ مجھے بتاؤ کہ پچھلی رات والی حرکت کا مقصد کیا تھا۔"

"تنویر۔ کیا تم مجھے صفدر کے متعلق کچھ بتا سکو گے کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اس نے کیا چیز عمران کے حوالے کی ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔"

"پھر تم مجھ سے وہ بات کیوں پوچھ رہے ہو جس کا مجھے علم نہیں ہے۔"

"میں نے کہا ممکن ہے اس نے تمہیں بتایا ہو۔"

"وہ کسی کو کچھ نہیں بتاتا۔" جولیا نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "لیکن وہ عورت روشی ہم سب سے زیادہ جانتی ہوگی۔"

"تم دیکھو نا خود ہمارا آفیسر ہی قوانین کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ آخر ایکس ٹو کسی ایسے آدمی کو اس قسم کے کام کیوں سونپتا ہے جس کا رویہ غیر ذمہ دارانہ ہو۔ کیا یہ ہمارے محکمے کے قوانین کے خلاف نہیں ہے کہ کوئی ایسا آدمی ہمارے رازوں میں شریک ہو جو ہم سے کسی قسم کا بھی تعلق نہ رکھتا ہو۔ میرا اشارہ اسی عورت کی طرف ہے۔"

"خیر اب تم آرام کرو۔" جولیا مسکرائی۔ "جتنا سوچو گے اتنا ہی تمہیں غصہ آئے گا اور یہ تم جانتے ہی ہو کہ خالی خولی غصے سے اپنی ہی صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔"

"کہہ لو۔ تم بھی مضحکہ اڑا لو۔ لیکن تم بہت جلد سنو گی کہ میں نے عمران کو قتل کر دیا۔"

جولیا نے اس خیال پر کوئی تبصرہ کئے بغیر کافی کی پیالی اٹھائی اور خیمے سے نکل گئی۔



عمران نے رائفل کاندھے سے لٹکائی اور باہر نکلنے ہی والا تھا کہ روشی اسے روک کر بولی۔

"آخر اس معاملے کا اختتام کہاں اور کیسے ہوگا۔"

"کیا تم آج کل اس معاملے کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچ رہیں۔"

"ہاں۔ آج کل میرے ذہن میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں رہتا۔"

"تب مجھے یقین ہے کہ تم کوئی بڑا کارنامہ انجام دے سکو گی۔"

"مگر تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"دیکھو روشی۔" عمران ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "میرا اندازہ ہے کہ یہ لوگ ملک میں زہر پھیلا رہے ہیں اور یہ کوئی بہت بڑی تنظیم ہے لہٰذا یا تو کوئی اعلیٰ پیمانہ پر اس کے خلاف قدم اٹھایا جائے یا پھر سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ اس تنظیم کے سربراہ پر ہاتھ ڈال دیا جائے اعلیٰ پیمانہ کے اقدام کا جہاں تک تعلق ہے وہ ملک اور ملک کی پُرامن فضا کے لئے سود مند ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ اعلیٰ پیمانہ پر کوئی کام شروع کرنے کا یہ مطلب ہے کہ عام آدمی کو بھی اس سازش کا علم ہو جائے لیکن اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہو سکتا۔ بیسوی صدی کے نصف کے بعد کا ذہن جھنجھلاہٹ کا شکار ہے۔ تم جانتی ہو کہ تخریب پسندی کی بنیاد جھنجھلاہٹ ہی پر ہوتی ہے اور جھنجھلاہٹ تخریب کاری کے لئے بہانے تلاش کرتی رہتی ہے اور تم یہ بھی جانتی ہو کہ غیر یقینی حالات نے آدمی کو مستقبل سے مایوس کر دیا ہے لہٰذا وہ ہر چمکدار چیز کے پیچھے دوڑنے لگتا ہے۔ خواہ وہ آگ ہی کیوں نہ ہو۔ اگر یہ تنظیم منظر عام پر آ گئی تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جھلائے ہوئے ذہنوں کی ہمدردیاں حاصل کر لے، ظاہر ہے کہ دنیا کی ہر تنظیم اپنے جواز کے لئے بہترین قسم کے دلائل رکھتی ہے۔ اگر وہ دلائل ان جھلائے ہوئے ذہنوں نے تسلیم کر لئے تو جانتی ہو کیا ہوگا پھر یہ ہوگا روشی کہ اس آگ کے لئے سات سمندر بھی ناکافی ہوں گے۔ لہٰذا میں اس سانپ کو بانبی سے باہر نکلنے سے پہلے ہی کیوں نہ ختم کر دوں.... اور اسے ختم کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اس کے سر کو کچل دیا جائے۔ یعنی اس تنظیم کے سربراہ کی گردن دبوچ لی جائے۔"

"اوہ۔ عمران ڈیئر۔" روشی تحیر آمیز مسرت کا اظہار کرتی ہوئی بولی۔ "تم یہ سب کچھ بھی سوچ سکتے ہو۔"

"میں آج کل ہر وقت سنجیدہ رہتا ہوں روشی۔ حقیقتاً میں بہت پریشان ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ زہر عام آدمیوں میں نہ پھیلنے پائے۔"

روشی اُسے حیرت سے دیکھتی رہی اور عمران خیمے سے نکل آیا.... آج وہ شکار کے لئے چڑھائی پر جانا چاہتا تھا۔

کیمپ کے خاردار تاروں کے باہر اسے شکاریوں کا مجمع نظر آیا۔ عمران ان کی طرف توجہ دیئے بغیر چلتا رہا۔

"اے.... مسٹر.... کیا نام ہے آپ کا۔" عمران نے کسی کو پکارتے سنا اور غیر ارادی طور پر آواز کی طرف مڑ گیا۔

ایک شکاری ہاتھ ہلا کر اسے واپس آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ عمران رک گیا اور وہ شکاری خود ہی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔

"آگے تارک بابا موجود ہے۔" اس نے کہا۔

"تارک بابا...." عمران نے احمقانہ انداز میں دہرایا۔ "یہ کیا ہوتا ہے۔"

"اوہ.... وہ جانوروں کا بابا ہے۔"

"میں جانوروں کا خالو ہوں۔" عمران نے غصیلی آواز میں کہا۔

شکاری ہنس پڑا۔ عمران نے اسے پہچان لیا تھا۔ یہ انہیں شکاریوں میں سے ایک تھا جو کچھ دیر پہلے ڈاڑھی والے کے متعلق روشی سے پوچھ گچھ کر رہے تھے۔

"آپ خواہ مخواہ خفا ہو رہے ہیں۔" اس نے کہا۔ "وہ آپ کو آگے نہیں بڑھنے دے گا اور آپ کے قدموں پر گر پڑے گا.... دھاڑیں مار مار کر روئے گا۔"

"اچھا۔" عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"وہ کہتا ہے کہ خدا نے تمہیں آدمی بنایا ہے۔ بے زبان جانوروں پر رحم کرو۔"

"ارے واہ۔" عمران نے احمقانہ انداز میں قہقہہ لگایا۔ پھر سنجیدہ ہو کر آہستہ سے بولا۔ "میں اس کے قدموں پر گر جاؤں گا اور دھاڑیں مار مار کر روؤں گا اور اس سے کہوں گا کہ میں ایک ایسی عورت کا شوہر ہوں جو مجھے بیوقوف سمجھتی ہے اس لئے مجھے جانور تو کیا خود آدمیوں کو بھی مار دینے کا حق حاصل ہے۔ کیا آپ وہی نہیں ہیں، جو ایک ڈاڑھی والے کو تلاش کر رہے تھے۔"

"جی ہاں۔ میں وہی ہوں۔"

"اور آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ وہ مجھے کس طرح الو بنا رہی تھی۔"

"نہیں جناب.... میں نے تو....!"

"آپ غلط کہہ رہے ہیں۔ آپ نے محسوس کیا تھا اور آپ مسکرا رہے تھے۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور جانے کے لئے مڑ گیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ پھر مڑا اور شکاری سے بولا۔ "میں یہاں اپنی جان دینے آیا ہوں تا کہ اس عورت سے پیچھا چھوٹ جائے۔ اگر میں شام تک

واپس نہ آؤں تو اسے بتا دیا جائے گا کہ تیرے گدھے شوہر نے کسی درندے کو کھا لیا۔"

شکاری اس طرح خاموش کھڑا تھا جیسے خود اس سے کوئی جرم سرزد ہو گیا۔

پھر عمران آگے بڑھتا چلا گیا۔ بالکل اسی انداز میں جیسے کسی فلم کا ناکام عاشق محبوبہ کی بیوفائی کی تاب نہ لا کر افق کے پار چلے جانے کا عہد کر بیٹھا ہو۔

وہ چلتا رہا حتیٰ کہ کیمپ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ یہ راستہ جس پر وہ چل رہا تھا گھنی جھاڑیوں کے درمیان پیچ و خم کھاتا ہوا چڑھائی تک چلا گیا تھا۔ اچانک ایک جگہ عمران رک گیا۔ کیونکہ اس کے سامنے ایک لحیم شحیم بوڑھا آدمی اس انداز میں دونوں ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا جیسے اس کا راستہ روک رہا ہو۔ اس کے ٹخنوں سے کمر تک گیروے رنگ کا ایک تہمد لپٹا ہوا تھا اور اوپر کا جسم برہنہ تھا۔ سفید گھنی ڈاڑھی سینے تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ عمر کے اعتبار سے حیرت انگیز طور پر تندرست تھا۔ آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔

"خدا کے لئے آگے نہ بڑھو۔" اس نے لجاجت آمیز لہجے میں کہا۔ "جانورں پر رحم کرنا سیکھو۔ خدا تم پر رحم کرے گا۔"

"واقعی...." عمران خوش ہو کر بولا۔ اب وہ پھر احمق نظر آنے لگا تھا۔

"ہاں۔" بوڑھا بھی اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"مگر میں تو جنگل میں خیر سگالی کے مشن پر آیا ہوں۔" عمران نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

"خیر سگالی کا مشن...."

"جی ہاں۔ یہ رائفل کسی لگڑ بگڑ کو اپنی جماعت کی طرف سے تحفتاً پیش کروں گا۔"

"آپ میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کر رہے ہیں صاحب زادے۔" بوڑھے نے نرم لہجے میں کہا۔ "آپ میرے منہ پر تھوکئے۔ میرے جسم کو اپنے پیروں تلے کچلئے لیکن میں آپ کو ادھر نہیں جانے دوں گا۔ وہ بے زبان جانور آپ کی بستی میں نہیں جاتے۔ وہ اپنی تفریح کے لئے آپ کا خون نہیں بہاتے۔"

"اسی لئے تو میں جانوروں کی اتنی عزت کرتا ہوں۔"

"لڑکے بہتر یہ ہے کہ میرا مذاق اڑانے کی بجائے میرے منہ پر تھوک دو۔"

"بڑے میاں کیا تمہیں آدمیوں پر رحم نہیں آتا۔" عمران نے پوچھا۔

"کیوں۔"

"دنیا میں بہتیرے آدمی۔ آدمیوں سے جانوروں کا سا برتاؤ کرتے ہیں تم انہیں چھوڑ کر جنگل میں کیوں آئے ہو۔"

"کچھ بھی ہو۔ میں آپ کو ہرگز نہ جانے دوں گا۔" وہ عمران کے پیروں پر گرتا ہوا بولا۔

لیکن ٹھیک اسی وقت عمران نے ایک چیخ سنی جو اوپر سے آئی تھی.... چڑھائی سے جہاں دور تک سدا بہار درخت بکھرے ہوئے تھے۔

"یہ کسی آدمی کی چیخ تھی...." عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں تھی تو...."

"شاید کسی جانور نے اس پر حملہ کیا ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔" بوڑھا آدمی زمین سے اٹھتا ہوا بولا۔

"آیئے دیکھیں۔"

"ہاں.... ہاں.... مگر آپ کسی جانور پر رائفل نہیں چلائیں گے۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ بوڑھے کو ایک طرف ہٹا کر آگے بڑھ گیا۔ چیخ پھر سنائی دی اور عمران آواز کی طرف دوڑنے لگا۔ اس نے کاندھے سے رائفل اتار کر دوڑتے ہوئے دو ہوائی فائر بھی کیئے۔ بوڑھا اس کے پیچھے دوڑتا ہوا چیخ رہا تھا۔ "نہیں نہیں۔ تم فائر نہیں کرو گے۔"

عمران اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ اس نے اس کے متعلق یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ کوئی پڑھا لکھا چالاک آدمی ہے اور شہرت حاصل کرنے کے لئے اس قسم کی حرکتیں کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے آنے والے انتخاب میں امیدوار کی حیثیت سے کھڑا بھی ہو رہا ہو۔ اس نے اس سے پہلے بھی ایسے بہتیرے تارک اور مہاتما دیکھے تھے اور ان کے متعلق کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ لوگ محض شہرت حاصل کرنے کے لئے بہت وقت برباد کر دیتے ہیں اور "خدمت" کا موقع ان "بیچاروں" کو بہت کم ملتا ہے۔

وہ دوڑتا رہا اور پھر ایک جگہ اسے اس طرح رکنا پڑا کہ اس کے جسم کو جھٹکا سا لگا۔ وہ بہت مشاق آدمی تھا۔ ورنہ گر پڑنے میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ وہ کسی درخت کے تنے سے ٹکرا جاتا۔

اس سے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر ایک آدمی پڑا تڑپ رہا تھا اور اس کے سینے سے خون کا فوارہ سا چھوٹ رہا تھا۔

عمران جھپٹ کر اس کے قریب پہنچا۔ زخمی کے ہونٹ انتہائی کرب کے عالم میں کھلتے اور بند ہوتے رہے۔ دفعتاً اس کے حلق سے ایک لرزا دینے والی چیخ نکلی.... یہ تین الفاظ تھے جنہوں نے چیخ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ عمران نے صاف سنا تھا اور ان الفاظ کو سمجھنے میں بھی غلطی نہیں کی تھی۔ زخمی نے چیخنے کے انداز میں "رائی کا پربت" کہا تھا اور یہ اس کی آخری چیخ تھی کیونکہ اس کے بعد ہی اس کا جسم ساکت ہو گیا تھا۔

عمران نے بوڑھے کی طرف دیکھا جو آنکھیں پھاڑے لاش کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہ کون ظالم تھا۔" بوڑھے نے آہستہ سے کہا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ پھر عمران نے اسے لاش پر گرتے ہوئے دیکھا۔ وہ اس کے منہ پر منہ مل کر کہہ رہا تھا۔ "میرے بچے میرے لال تمہیں کس نے مارا.... اے خدا.... اے خدا.... آدمی پر رحم کر.... آدمی پر رحم کر میرے معبود۔ اسے انسانیت کی راہ سے نہ بھٹکنے دے۔"

عمران اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ وہ مرنے والے کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ یہ وہی شکاری تھا پچھلی رات بلیک زیرو نے جس کی آستین پھاڑی تھی اور عمران نے مشعل کی روشنی میں جس کے بازو پر توپ کی تصویر دیکھی تھی۔ اس کے سینے پر کسی دھاردار چیز سے حملہ کیا گیا تھا عمران نے اس کے سینے پر دو زخم دیکھے تھے۔

وہ کافی دیر تک حملہ آور کو تلاش کرتا رہا۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ پھر لاش کی طرف واپس آیا بوڑھا دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے لاش کے قریب دو زانو بیٹھا ہوا تھا۔

اس ماحول میں وہ آج سے ہزاروں سال پہلے کا آدمی معلوم ہو رہا تھا۔ نیم عریاں گرانڈیل اور فولاد کے بازو رکھنے والا اس کی سفید ڈاڑھی سینے پر پھیلی ہوئی تھی۔

عمران نے قریب جا کر آہستہ سے اس کا شانہ چھوا بوڑھے نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں کچھ اور زیادہ سرخ ہو گئی تھیں۔

"کیا یہ آپ کا کوئی عزیز تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"کیا تم میرے عزیز نہیں ہو۔" بوڑھے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا آپ پہلے سے اسے جانتے ہیں۔"

"میں ازل ہی سے سب کو جانتا ہوں۔ فرشتوں نے خدا سے میرے متعلق کہا تھا کہ یہ زمین پر بڑا فتنہ فساد برپا کرے گا اور خود میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا۔"

"دیکھو بڑے میاں یہ ایک آدمی کی لاش ہے کسی جانور کی نہیں اس لئے اگر تم اپنا فلسفہ دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھو تو بہتر ہے۔"

"یہ میری لاش ہے۔ یہ تمہاری لاش ہے یہ ساری دنیا کی لاش ہے۔ میرے خدا میں کیا کروں۔ میں کیا کروں میرے مالک تو نے مجھے سڑے ہوئے کیچڑ سے بنایا تھا لیکن میں غرور سے تن گیا تو نے مجھے زمین پر پھینکا تھا مگر میں ہر وقت آسمان پر رہتا ہوں۔ میرے معبود میں کیا کروں۔"

"تم یہ کرو بڑے میاں کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ ابھی تھوڑی دیر بعد جھرگ نار کی چوکی کا ہیڈ کانسٹیبل آئے گا اور تم آسمان سے نیچے اُتر آؤ گے۔ لہٰذا اگر پہلے ہی اتر آؤ تو کیا حرج ہے۔ ہم دونوں کی مٹی پلید ہونے والی ہے اس لئے تمہیں سڑے ہوئے کیچڑ کا بھی مزہ آ جائے گا۔"

"کیا مطلب۔ میں نہیں سمجھا۔" بوڑھے نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"یہ لاش صرف میں نے اور تم نے دیکھی ہے۔ لہٰذا پولیس والے ہم دونوں ہی میں سے کسی ایک کو پھانسنے کی کوشش کریں گے۔"

"تو کیا ہوگا.... اس سے کیا ہوگا.... کیا ساری دنیا کے آدمی پھنس جائیں گے۔ اگر ہم دونوں پھانسی پا جائیں تو کیا زندگی ختم ہو جائے گی۔"

"زندگی ختم ہو یا نہ ہو مگر میری نالائق بیوی ضرور بیوہ ہو جائے گی اور میں یہی چاہتا ہوں۔ اچھا اب تم ہی بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔"

"مجھ پر اس قتل کا الزام عائد کر دو۔" بوڑھے نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر میں تمہیں راہ میں نہ روکتا تو شاید یہ بچ بھی جاتا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ خود ہی چوکی والوں کو بلا کر لاؤں گا۔ ان سے کہوں گا کہ مجھ کو گرفتار کر لو۔ اگر تم اس جھنجھٹ سے بچنا چاہتے ہو تو میں تمہارا نام بھی نہ لوں۔"

"مجھے اس زحمت سے بچا لو۔ پیارے بابا۔" عمران نے گھگھیا کر کہا۔

"بچا لوں گا۔ صاف بچا لوں گا۔ خواہ خود پھانسی کے تختے پر پہنچ جاؤں۔" بوڑھے نے کہا اور اچھل کر ڈھلان میں دوڑتا چلا گیا۔ اس عمر میں اس کے پھرتیلے پن اور تیز رفتاری پر عمران عش

عش کر رہا تھا۔

اس کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی عمران لاش پر جھک پڑا اور بڑی تیزی سے اس کی جامہ تلاشی لے رہا تھا۔



بوڑھے نے عمران کا نام نہیں لیا تھا۔ لیکن عمران پولیس کی تفتیش سے بچ نہ سکا۔ کیونکہ بہتیروں نے عمران کو چڑھائی کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ ہو سکتا ہے اسی وقت کچھ اور شکاری بھی چڑھائی پر رہے ہوں۔ لیکن ان کا نام نہیں آنے پایا۔ خود مقتول کے متعلق اس کے ساتھیوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ اس وقت جنگل میں موجود ہے۔ بوڑھا خود ہی چوکی کے ہیڈ کانسٹیبل کو جائے واردات پر لایا تھا اور اس نے بیان دیا تھا کہ وہ خود ہی اس کے قتل کا ذمہ دار ہے اگر وہ شکاریوں کو جنگل میں جانے سے نہ روکتا تو شاید وہ آدمی جو اکیلا پڑ گیا تھا اس طرح قتل نہ ہوتا۔

عمران نے محسوس کیا کہ پولیس والے نہ تو اس کے بیان کی تردید کر رہے ہیں اور نہ اس سے جرح کر رہے ہیں اور نہ اسے بولنے سے روکتے ہی ہیں۔ بس وہ سن رہے تھے اس کی باتیں۔ بالکل اسی انداز میں جیسے وہ اس کے مقابلے میں بالکل حقیر ہوں۔ بعد میں عمران کو معلوم ہوا کہ اس علاقے کے لوگ اس کا بے حد احترام کرتے ہیں اور اس سے خائف بھی ہیں۔

مزید چھان بین کرنے پر عمران کو معلوم ہوا کہ وہ بہت مشہور آدمی ہے۔ سرکاری حلقوں میں وہ تیاگی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور منجھے ہوئے سیاست دانوں میں اس کا شمار تھا۔ لیکن اب اسے سیاست سے دلچسپی نہیں رہ گئی تھی بلکہ سماج سدھار کے سلسلے میں اکثر اس کا تذکرہ اخبارات میں آتا رہتا تھا۔

جب تک دوسروں نے عمران کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ وہ بھی چڑھائی پر گیا تھا بوڑھے نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ مگر جب اس کا نام آ ہی گیا تو اس نے پولیس والوں کو بتایا کہ جب وہ عمران کو چڑھائی پر جانے سے روک رہا تھا تو اس نے دو چیخیں سنی تھیں۔ چوکی کے ہیڈ کانسٹیبل نے عمران کا بیان بھی لیا۔ عمران نے اپنا نام میک فلکنس لکھوایا۔

مقتول شکاری کے ان ساتھیوں نے جو پچھلی رات اس کے حمائتی بن گئے تھے بتایا کہ وہ اسے زیادہ دنوں سے نہیں جانتے تھے ان کی ملاقات جھرگ نار ہی میں ہوئی تھی اور وہ اس کے گہرے دوست بن گئے تھے۔

ظاہر ہے ان کے اس بیان پر عمران کی رگ تجسس پھڑکنے لگی ہوگی اور وہ اس فکر میں پڑ گیا ہوگا کہ کسی طرح انَ چاروں آدمیوں کے بھی بازو دیکھے جائیں۔

شام سے پہلے پولیس والوں سے چھٹکارا نہ مل سکا۔

اور پھر جب عمران خیمے میں واپس گیا تو روشی نے بتایا کہ توپ نما ٹرانسمیٹر سے کئی بار سیٹی کی آواز آچکی ہے۔

"انہیں شبہ ہوگیا ہے۔ روشی۔" عمران نے کہا۔ "اگر یہ بات نہ ہوتی وہ شکاری کیوں مارا جاتا اور شاید وہ اسی تصویر کی وجہ سے مارا گیا ہے جس کے دیکھنے کے لئے بلیک زیرو نے اس کی قمیض پھاڑی تھی۔"

"وہ بوڑھا کون تھا۔" روشی نے پوچھا۔

عمران نے اسے بوڑھے کے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔ "وہ عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہے۔ میں اس سے پہلے صرف اس کا نام سنتا رہا ہوں۔"

"میں نے بھی سنا ہے کہ وہ اکثر شکاریوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور انہیں شکار کے لئے نہیں جانے دیتا.... لیکن وہ شکاری کیوں مار ڈالا گیا۔"

"کسی دن تم بھی اسی طرح مار ڈالی جاؤ گی۔" عمران اداس ہو کر بولا۔ "وہ لوگ جو مجھے بُرا بھلا کہتے ہیں اسی طرح مار ڈالے جاتے ہیں۔"

دفعتاً ایک گوشے میں رکھی ہوئی باسکٹ سے سیٹی کی آواز آئی اور وہ اسی طرف جھپٹا۔

ٹرانسمیٹر نکال کر اس نے کہا۔ "تھرٹی تھری گن تھرٹی تھری پلیز اوور۔"

پھر اس نے توپ کا دہانہ کان سے لگایا۔ آواز آئی۔ "گن تھرٹی تھری تم کیسے ہو.... اُوور...."

"میں نہیں جانتا کہ کتنی دیر کی بے ہوشی کے بعد اٹھا ہوں.... اُوور۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ تم وہاں زیادہ دنوں تک نہیں ٹھہر سکو گے اُوور۔"

"میں یہیں مر جانا پسند کروں گا اُوور...."

"شاباش.... تمہارے جسم میں اچھا خون ہے اور اچھی روح ہے ایک خاص ہدایت سنو اور اسے اپنے حلقے کے لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرو۔ پہچان کے لئے صرف پاسورڈ کافی ہیں۔ بازو کے نشانات مشتبہ ہوگئے ہیں۔ اُوور...."

"ہدایت کا اعلان کر دیا جائے گا.... اُوور...."

"اُوور اینڈ آل۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ گفتگو ختم ہوگیا۔

عمران نے فوراً ہی اپنا ٹرانسمیٹر نکالا اور جولیا کو مخاطب کیا۔

"یس سر" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"صفدر اب کیسا ہے۔"

"ٹھیک ہے جناب۔ اب وہ پھر کہتا ہے کہ میں کام کرنے کے قابل ہوں اس لئے بے کار نہیں بیٹھنا چاہتا۔"

"اچھا تو اسے عمران کے پاس بھیج دو۔"

"بہت بہتر۔ لیکن عمران یہاں کیا کر رہا ہے۔"

"جو کچھ بھی کر رہا ہے بہتر کر رہا ہے۔ مجھے علم ہے کہ تمہیں پچھلی رات ناچنا بہت ناگوار گزرا تھا لیکن وہ بہت ضروری تھا۔"

"کیا ہمیں اس کا مقصد نہیں معلوم ہو سکے گا۔"

"ابھی نہیں۔"

عمران نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ روشی اسے تشویش کن نظروں سے دیکھتی رہی۔

"ہاں" ٹرانسمیٹر کو صندوق میں رکھ کر اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "وہ شکاری محض اس لئے مار ڈالا گیا کہ پچھلی رات کے ہنگامے میں اس کی آستین پھاڑ ڈالی گئی تھی اور اس کے بازو پر توپ کی تصویر دیکھ لی گئی تھی اس تنظیم کے کسی آدمی کو شبہ ہوگیا ہے کہ کوئی توپ کے نشانات کے متعلق چھان بین کر رہا ہے۔"

"اوہ" روشی کچھ سوچنے لگی پھر بولی۔ "کیا اسے بوڑھے آدمی نے نہیں روکا تھا۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ بوڑھے کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی چڑھائی پر پہنچ گیا ہو۔"

"خاموش رہو شاید صفدر آ رہا ہے۔"

"کیا میں اندر آسکتا ہوں۔" باہر سے آواز آئی۔

"ضرور.... ضرور....." عمران بولا اور روشی کو اشارہ کیا کہ وہ باہر چلی جائے۔

صفدر پردہ اٹھا کر اندر آیا اور روشی باہر چلی گئی۔

"بیٹھئے مسٹر صفدر۔" عمران نے بید کی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ "اب آپ اچھے ہیں میرا خیال ہے کہ اب میں آپ کی بعض خواہشات پوری کر سکوں گا۔ ایکس ٹو کا خیال ہے کہ آپ اس کی پارٹی میں سب سے زیادہ کار آمد آدمی ہیں۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ وہ بے حد سنجیدہ نظر آرہا ہے۔

"سب سے پہلے تو آپ یہ بتائیے کہ آپ نے اس آدمی کی لاش کا کیا کیا تھا۔"

"میں نے اسے ایک چھوٹے سے غار میں دفن کر دیا تھا۔"

"گڈ۔ ہاں تو اب سنئے وہ ننھی سی توپ دراصل ایک مخصوص قسم کا ٹرانسمیٹر ہے۔"

"اوہ۔"

عمران اسے اس کے متعلق بتانے لگا اور اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ اس ٹرانسمیٹر کو کس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔

"اب میں چاہتا ہوں کہ آپ پھر وہیں واپس جائیں۔" اس نے کہا۔

"آپ کو گن تھرٹی تھری کا رول ادا کرنا ہے جو پیغامات آپ کو اس ننھے سے ٹرانسمیٹر پر موصول ہوں انہیں مجھ تک پہنچا دیجئے۔ میرے ٹرانسمیٹر کا نمبر تھری سکس ہے اور آپ اپنے ٹرانسمیٹر کا نمبر مجھے نوٹ کرا دیجئے۔"

"تھری تھری۔" صفدر بولا۔

"ٹھیک آپ کو ایک بیمار آدمی کا رول ادا کرنا ہے مسٹر صفدر.... یعنی اس وقت آپ کا بیمار ہونا لازمی ہے۔ جب آپ اس توپ نما ٹرانسمیٹر پر کسی سے گفتگو کرنے لگیں کچھ کھانسئے.... کچھ کراہئے.... آواز بھرائی ہوئی سی ہونی چاہئے تاکہ شناخت نہ کی جا سکے۔"

"میں سب سمجھ رہا ہوں۔" صفدر سر ہلا کر بولا۔

"آپ کو خوف تو معلوم نہیں ہوتا مسٹر صفدر۔"

"ہرگز نہیں۔ کیا اب آپ میری توہین کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔" صفدر کے ہونٹوں پر

خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔

"بس مسٹر صفدر..... جب آپ کو واپس بلانا مقصود ہوگا تو آپ کو ٹرانسمیٹر پر اطلاع دی جائے گی... اور ہاں۔ جب بھی آپ کسی قسم کا خطرہ محسوس کریں مجھے فوراً اطلاع دیں۔ آپ کی مدد کی جائے گی۔ اس کا ذمہ ایکس ٹو نے لیا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد صفدر چلا گیا اور عمران نے اپنا ٹرانسمیٹر نکالا۔ توپ نما ٹرانسمیٹر وہ صفدر کے حوالے کر چکا تھا اپنے ٹرانسمیٹر پر اس نے کیپٹن خاور کو متوجہ کیا۔

"یس سر۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"صفدر کہیں جانے کا ارادہ رکھتا ہے اس پر نظر رکھو۔"

"کیا اسے روک دوں جناب۔"

"نہیں۔ اس کا تعاقب کرو مگر اس طرح کہ اسے علم نہ ہونے پائے۔ تم اپنی ضروریات کا مختصر سا سامان بھی ساتھ لے لینا۔ ممکن ہے صفدر کا سفر طویل ہو جائے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"جہاں بھی وہ قیام کرے اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر تم بھی اپنے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کر لینا۔"

"بہت بہتر جناب ایسا ہی ہوگا۔"

"بس" عمران نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ روشی اس کے قریب ہی کھڑی سن رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "آخر اس سے کیا فائدہ۔ صفدر پر یہ بات کیوں نہ ظاہر ہو کہ وہاں اس کا کوئی مددگار بھی موجود ہے۔"

عمران مسکرایا۔ مسکراتا ہی رہا اور پھر بولا۔ "تم جانتی ہو کہ ایکس ٹو عمران ہے۔ اس لئے ناممکن ہے کہ عمران سے حماقتیں سرزد نہ ہوں۔"

"مگر آج کل تو تم بے حد سنجیدہ نظر آرہے ہو۔"

"فکر نہ کرو۔ یہ بھی ایک طرح کی حماقت ہی ہے۔ تمہیں نہیں معلوم کہ میں اس طرح اپنی صحت تباہ کر رہا ہوں.... اگر میں ایک دن سنجیدہ رہتا ہوں تو دوسرے دن میرا وزن کم از کم تین پونڈ ضرور گھٹ جاتا ہے۔"

"مجھے خاور اور صفدر والی حماقت کا مقصد بتاؤ۔"

"کیوں نہ میں تمہیں اپنی اور تمہاری حماقت کا مقصد بتاؤں۔"

"چلو یہی بتادو۔" روشی مسکرائی۔

"میری اور تمہاری حماقت کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہاری شکل دیکھ دیکھ کر بور ہوتا رہوں۔"

"تم جاؤ جہنم میں.... میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے واپس جاؤں گی۔" روشی جھلا گئی۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں تمہاری شکل یاد کر کے بور ہوتا رہوں گا۔"

"خود بڑے حسین ہیں۔" روشی بُرا سا منہ بنا کر جلے بھنے لہجے میں بولی۔

"کاش میں نے اپنے حسن سے فائدہ اٹھایا ہوتا۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "یقین مانو اگر مجھے اس کا موقع ملا ہوتا تو اس وقت، ڈیڑھ درجن بابوں کا بچہ ہوتا.... اررر.... ہپ یعنی.... بچوں کا باپ ہوتا۔"

"بکواس مت کرو۔ تم خود کو نہ جانے کیا سمجھنے لگے ہو۔" روشی نے کہا اور خیمے سے نکل گئی۔

اس نے یہاں کئی دوست بنا لئے تھے۔



جولیا اپنے خیمے میں تنہا تھی۔ عمران نے پردہ ہٹایا اور اس سے اجازت طلب کئے بغیر اندر داخل ہو گیا۔ جولیا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا ارادہ تھا کہ اب عمران سے ملاقات ہونے پر اس کی اچھی طرح خبر لے گی۔ لیکن نہ جانے کیوں اس کی شکل دیکھتے ہی سارا غصہ کافور ہو گیا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ عمران سے کئی باتیں اگلوانے کے چکر میں رہی ہو۔ اسی لئے بدمزاجی کا مظاہرہ کرنا مناسب نہ سمجھا ہو۔

"کل کے بعد اب دکھائی دیئے ہو۔" اس نے مسکرا کر شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

عمران اس طرح پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگا جیسے جولیا نے یہ بات کسی دوسرے سے کہی ہو۔ پھر متحیرانہ انداز میں بولا۔ "مجھے تو کوئی بھی نظر نہیں آیا۔"

"کون؟ کیا کہہ رہے ہو۔"

"تم نے یہ بات کس سے کہی تھی۔"

"تم سے۔"

"مجھ سے" عمران اپنے سینے پر داہنے ہاتھ کا انگوٹھا مارتا ہوا بولا۔ "اگر تم نے یہ بات مجھ سے کہی ہے تو...."

"تم ہمیشہ فضول باتیں چھیڑ دیتے ہو اور کام کی باتیں رہ جاتی ہیں۔"

"اچھا تو آج نہ رہ جائیں کام کی باتیں۔" عمران سر ہلا کر بولا اور ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"سب سے پہلے تو یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے پچھلی رات پریشان کیوں کیا تھا۔"

"میں نے کیا پریشان کیا تھا۔"

"تم بہت اچھا ناچ رہی تھیں۔ لیکن چوہان بالکل کسی گدھے کی طرح اکارڈین بجا رہا تھا۔"

"یہ ناچ کیوں ہوا تھا۔"

"دیکھنے کے لئے مس فٹنر واٹر۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ لوگ کتنے محظوظ ہو رہے تھے۔"

"تمہیں کیا حق تھا کہ مجھے اس طرح ذلیل کرو۔" جولیا کو غصہ آ گیا۔

"تم کتنا اچھا ناچتی ہو۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"اگر ایکس ٹو کا خیال نہ ہوتا تو تمہیں دیکھتی۔"

"ہائیں۔ تو کیا ابھی تک تم نے میری طرف سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔"

"تم نے تنویر کو کیوں مارا تھا۔ اس کی حالت اچھی نہیں ہے۔ کیا ایکس ٹو تمہیں اس کے لئے معاف کر دے گا۔"

"نہ معاف کرے گا تو اسے بھی ماروں گا۔"

"تنویر تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"تو پہلے ہی کب اس نے مجھے زندہ چھوڑا ہے۔"

"تم نہیں بتاؤ گے۔"

"کیا۔"

"یہاں ہم لوگوں کی آمد کا مقصد۔"

"میں تو چاند میں شہد لگا کر چاٹنے آیا ہوں۔"

"کیا مطلب۔"

"ہنی مون کا مطلب پوچھتی ہو۔" عمران اسی انداز میں سر جھکائے ہوئے بڑبڑایا۔

"اوہ۔ تو تم نے شادی کرلی روشی سے۔"

"کیا؟" عمران یک بیک اچھل پڑا۔ وہ جولیا کو غصیلی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں نہیں جانتا تھا کہ تم میرے دوستوں کی دشمن ہو۔"

"کیا بات ہوئی۔"

"بات یہ ہوئی کہ جس لڑکی سے میری شادی ہونے والی ہو اس کے لئے یہی بہتر ہوگا کہ اسے کسی چھوٹے سے صندوق میں بند کر کے اس کا دم گھٹ جانے کا انتظار کیا جائے.... پھر اگر تم میرے کسی دوست کے لئے یہ سوچو تو میں کیا سمجھوں گا۔"

"تم سے خدا ہی سمجھے گا۔" جولیا دانت پیس کر بولی۔ "تم مجھے بور کرنے کیوں چلے آتے ہو۔"

"میں تو تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ تم واقعی بہت اچھا ناچتی ہو۔ میں کسی موقع پر تمہیں رات بھر نچاؤں گا۔"

"میں تمہیں گولی مار دوں گی۔"

"تم جانتی ہی ہو کہ گولیوں سے بچنے کا آرٹ مجھے آتا ہے۔"

"جاؤ۔ خدا کے لئے مجھے بور نہ کرو۔ اگر تم اسی طرح ایکس ٹو کے لئے کام کرتے رہے تو میں بہت جلد استعفیٰ دے دوں گی۔"

"پھر کیا میں تم سے ملنا چھوڑ دوں گا۔ تم جانتی ہو جب تم سے نہیں ملتا تو میری کیا حالت ہوتی ہے۔"

"کیا حالت ہوتی ہے؟" جولیا نے پر اشتیاق لہجے میں پوچھا۔ یک بیک اس کے چہرے سے جھلاہٹ کے آثار بالکل غائب ہوگئے تھے۔

"میں بے حد خوش رہتا ہوں۔" عمران بے حد خوش ہو کر بولا۔

اور جولیا کے چہرے پر پہلے تو خفت کی زردی نظر آئی اور پھر وہ بہت زیادہ جھلا گئی۔

"بس اب جاؤ.... یہاں سے.... نکلو...."

"ایکس ٹو کی خواہش ہے کہ تم مجھے کبھی کبھی خود کو بور کرنے کی اجازت دے دیا کرو۔"

"ختم کرو۔" جولیا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "جنگل میں جو لاش ملی تھی اس کے پاس تم موجود تھے کیا قصہ ہے۔"

"قصہ! بہت دیر بعد تمہیں یاد آیا۔ یہ حال ہے کارکردگی کا۔" یک بیک عمران کا موڈ بالکل بدل گیا۔

"کارکردگی۔ جہنم میں گئی کارکردگی۔ ہمیں علم کس بات کا ہوتا ہے۔ ہم کیا جانیں کہ کب کیا ہوتا ہے اور کسی واقعے کا ہماری ذات سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔"

"اب میں تم سے کہتا ہوں کہ مرنے والے کے ساتھیوں کا پتہ لگاؤ ان کی تعداد اس کیمپ میں کتنی ہے۔"

"میں کیسے پتہ لگاؤں گی۔"

"جیسے باتیں بناتی ہو۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ تم لوگ یہاں شکار کھیلنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔"

"یقیناً جب تک ہمیں حالات کا علم نہ ہو ہم یہی سمجھیں گے۔"

"اتنا ہی علم کافی ہے کہ میں تمہیں یہ کام سونپ رہا ہوں کہ تم مرنے والے کے ساتھیوں کا پتہ لگاؤ۔"

جولیا کچھ نہ بولی۔ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "بس میں یہ کہنے آیا تھا مجھے کل نو بجے تک رپورٹ چاہئے۔"

"مگر ان لوگوں کو تو تم جانتے ہی ہو گے جن کے ساتھ وہ رہتا تھا ان پانچ آدمیوں نے اپنا بیان پولیس کو دیا ہے۔"

"یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف وہی پانچ ہوں۔" عمران نے کہا اور خیمے سے نکل آیا۔



شام کو بوڑھا آدمی پھر کیمپ میں نظر آیا۔ مگر اس کی حالت مجنونوں کی سی تھی وہ چاروں طرف چیختا پھر رہا تھا۔ کبھی تو اس کی آواز اتنی بے ہنگم ہو جاتی تھی کہ زبان سے ادا ہونے والے الفاظ صاف نہیں سمجھے جا سکتے تھے.... اور کبھی سب کچھ صاف سنا جا سکتا تھا۔

آخر کار وہ ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے گرد بھیڑ اکٹھا ہو گئی تھی اور وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

اچانک وہ داہنا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم سب جانوروں کا خون بہا کر خوش ہوتے ہو۔ مگر میں تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ ایک دن تمہارا بھی خون اسی طرح بہے گا۔ تم جانوروں کی طرح ذبح کر ڈالے جاؤ گے۔ میں ایک بہت بڑے خطرے کی بو سونگھ رہا ہوں۔ فضا میں بارود کے دھوئیں کی مہک میں ابھی سے محسوس کر رہا ہوں حالانکہ خطرہ ابھی کچھ دور ہے۔"

"کیا یہ تیسری جنگ کی پیش گوئی ہے بابا۔" کسی نے پوچھا۔

"نہیں یہ اس جنگ کی خبر ہے جب بیٹا باپ کو مارے گا.... باپ بیٹے کی ٹانگیں چیر کر پھینک دے گا۔ بھائی بھائی کا گلا گھونٹے گا.... اور سنو گے؟"

"یہ کون سی جنگ ہو گی بابا۔" پھر کسی نے پوچھا۔

"یہ جنگ نہیں ہو گی۔ خدا کا قہر ہو گا۔ یہ بھی کوئی جنگ ہوئی کہ ایک جسم سے تعلق رکھنے والے دو ہاتھ ایک دوسرے کو نوچ کر رکھ دیں۔ کیا یہ خدا کا قہر نہیں ہوگا۔ اگر تم اپنا سارا جسم اپنے ہی دانتوں سے لہولہان کر ڈالو۔"

دفعتاً مجمع سے ایک چیخ بلند ہوئی اور لوگ اچھل اچھل کر منتشر ہونے لگے۔ لیکن بات صرف اتنی سی تھی کہ ایک احمق نے اپنے ہی دانتوں سے اپنی کلائی لہولہان کر لی تھی اور اب اس طرح منہ بنائے کھڑا تھا جیسے اس کی حماقت کا کوئی جواب ہی نہ ہو۔ جو لوگ اسے پہچانتے تھے بے ساختہ ہنس پڑے۔

ٹھیک اسی وقت ایک یوریشین عورت چیختی ہوئی مجمع میں داخل ہوئی اور زخمی آدمی کی کلائی پکڑ کر اور زیادہ چیخنے لگی.... وہ بوڑھے کو بُرا بھلا کہہ رہی تھی۔

"تمہارے جسم میں کوئی خبیث روح ہے، بوڑھے تم نے اس پر جادو کر دیا ہے۔ تم قاتل ہو۔ تم لوگوں کو مجبور کرتے ہو کہ وہ خود ہی اپنی گردنیں کاٹ ڈالیں۔"

بوڑھا چند لمحے حیرت سے منہ پھاڑے اسے گھورتا رہا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم سچ کہتی ہو میری بچی میں انتہائی گنہگار آدمی ہوں کہ میرے جسم میں کسی خبیث روح کا شبہ ہونے لگے۔ میں بہت گنہگار ہوں، میری بچی.... ہاں میں نے قانون کے محافظوں سے کہا تھا کہ میں ہی

اس بدنصیب کا قاتل ہوں۔ لیکن انہوں نے مجھے گرفتار نہیں کیا۔"

"خاموش! اے واہیات عورت۔" اس احمق آدمی نے کہا جس نے اپنی کلائی زخمی کر لی تھی۔

"اگر تم نے بابا کی شان میں کوئی نازیبا کلمہ اپنی زبان سے نکالا تو میں اس وقت.... کیا کروں گا؟"

وہ اس طرح خاموش ہو کر سوچنے لگا جیسے سچ مچ اسے یاد نہ آ رہا ہو کہ اسے اس وقت کیا کرنا تھا۔

"کیا تم دونوں" بوڑھا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "شوہر اور بیوی ہو۔"

"ہاں۔" احمق شکاری سر ہلا کر بولا۔ "یہ میری شوہر ہے اور میں اس کا بیوی ہوں۔"

دوسرے لوگ ہنس پڑے اور عورت دانت پیسنے لگی۔

وہ احمق آدمی کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیتی ہوئی بولی۔ "چلو یہاں سے.... ہٹو.... تمہارا دماغ بالکل خراب ہو گیا ہے۔"

بوڑھا انہیں جاتے دیکھتا رہا۔ دوسرے شکاری بے تحاشہ ہنس رہے تھے۔ اس بھیڑ میں جولیا بھی تھی۔ لیفٹیننٹ صدیقی، چوہان اور سارجنٹ نعمانی بھی تھے۔ ان کے منہ حیرت سے کھلے ہوئے تھے۔ عمران اور روشی کی یہ مشترکہ حماقت کسی کی بھی سمجھ میں نہ آ سکی۔ کچھ دیر بعد بوڑھے نے کہا۔ "ہٹ جاؤ، میرے بچو.... مجھے راستہ دو.... لیکن میرے پیچھے کوئی بھی نہ آئے۔"

لوگ ہٹ گئے۔ بوڑھا آگے بڑھا۔ وہ اسی طرف جا رہا تھا جدھر عمران اور روشی کا رخ تھا۔

بعض لوگوں نے بوڑھے کے پیچھے جانا چاہا مگر دوسروں نے روک دیا۔

روشی اور عمران خیمے میں داخل ہو چکے تھے۔ بوڑھے نے باہر سے بلند آواز میں کہا۔ "میری بچی تم مجھے خبیث کہہ سکتی ہو.... لیکن میرے بچے کی توہین نہیں کر سکتیں۔"

"ارے جاؤ.... اپنا راستہ دیکھو۔" اندر سے روشی کی آواز آئی۔ "میں ان کا قیمہ کر کے ڈال دوں گی.... دیکھتی ہوں میرا کوئی کیا بگاڑ لیتا ہے۔"

"میں تمہارا آملیٹ بنا کر کھا جاؤں گا۔ تم قیمہ کر کے دیکھو تو۔" عمران کی خوفزدہ سی آواز آئی۔ "میرے پیارے بابا.... اندر آ جاؤ.... ورنہ یہ عورت مجھے قتل پر مجبور کر دے گی۔"

"تمہارے شوہر کی اجازت سے میں اندر آ رہا ہوں میری بچی!" بوڑھے نے کہا اور خیمے میں داخل ہو گیا۔ عمران ایک کرسی پر پڑا ہانپ رہا تھا اور روشی اس انداز میں کھڑی ہوئی تھی جیسے اس سے پہلے بھی دو چار طمانچے جھاڑ چکی ہو۔

"تم کون ہوتے ہو دوسروں کے معاملات میں دخل انداز ہونے والے۔" روشی بوڑھے پر پلٹ پڑی۔

"تم دوسرے نہیں اپنے ہی ہو۔ تم دونوں میرے بچے ہو۔ مجھے تم دونوں سے ہمدردی اور محبت ہے اور اگر تم ایسا نہیں سمجھتیں میری بچی.... تو مجھ پر پتھر چلاؤ اتنے پتھر مارو کہ میں یہیں ہلاک ہو جاؤں۔"

"ذرا مار کر تو دیکھے.... میں اس کا آملیٹ....!"

"نہیں میرے بچے۔" بوڑھا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم مت بولو۔"

"نہیں اسے بھی بولنے دو اور تم بھی بولو...." روشی آنکھیں نکال کر بولی۔

"میں تم سے صرف یہ کہنے آیا ہوں میری بچی کہ تم میں مشرق کا بھی خون ہے اس لئے اپنے اجداد کی روحوں کو شرمندہ نہ کرو تمہارا تعلق اس مشرق سے ہے جہاں عورتیں اپنے شوہروں کو پوجتی ہیں۔"

"تم سیدھے بیٹھ جاؤ۔ میں تمہاری پوجا کروں گی۔" روشی عمران کو گھونسہ دکھا کر بولی۔

"بابا میں اپنی پوجا کرانا نہیں چاہتا۔" عمران رو دینے والی آواز میں بولا۔

"تم اور بابا دونوں جہنم میں جاؤ۔" روشی نے چیخ کر کہا اور خیمے سے باہر چلی گئی۔

عمران بیٹھا بسورتا رہا اور بوڑھا سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ ان کا سر سینے پر جھکا ہوا تھا۔ چوڑے چکلے بازوؤں کی مچھلیاں کچھ اور ابھر آئی تھیں۔

"بابا" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "ابھی تم باہر کیا کہہ رہے تھے۔ جسے سن کر میرا دماغ قابو میں نہ رہا اور میں نے۔"

عمران نے بوڑھے کو اپنی زخمی کلائی دکھاتے ہوئے اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

"میں تمہارے سینے میں ایک دردمند دل دیکھتا ہوں بچے.... میں جو کچھ بھی کہہ رہا تھا غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ ایک بہت بڑا فتنہ سر اٹھانے والا ہے۔ میں بہت کچھ دیکھ رہا ہوں۔ لیکن لوگ مجھے پاگل سمجھتے ہیں۔ کبھی ملک میں بہت بڑے بڑے سیاست دان میری باتیں بہت غور سے سنتے تھے لیکن آج وہ مجھے اس قابل نہیں سمجھتے کہ مجھ سے گفتگو بھی کریں میں اگر کسی کو یقین بھی دلانا چاہتا ہوں کہ ملک کی فضا مکدر ہونے والی ہے تو وہ مجھے قہقہوں میں اڑا دیں گے۔ لیکن میری

آنکھیں نہ جانے کیا کیا دیکھ رہی ہیں۔

"کیا دیکھ رہی ہیں بابا۔ مجھے بھی بتاؤ۔"

"بتانے سے فائدہ۔" بوڑھا ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "تم بھی میری طرح اپنا سر پیٹتے پھرو گے اور کوئی تمہاری باتوں پر یقین نہیں کرے گا۔"

"ہو سکتا ہے میں سر پیٹنے کی بجائے کوئی ٹھوس کام کر سکوں، چیونٹی کو بھی حقیر نہ سمجھنا چاہئے بابا۔"

"بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ تم کبھی احمق معلوم ہوتے ہو اور کبھی عقلمند۔" بوڑھا اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "اچھا یہ بتاؤ تمہیں اس مرنے والے کی آخری چیخ یاد ہے۔"

"ہاں شاید یاد ہے۔"

"اس نے کیا کہا تھا۔"

"شاید۔ ملائی کا شربت کہا تھا۔"

"نہیں رائی کا پربت کہا تھا۔"

"ہو سکتا ہے یہی کہا ہو۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "مجھے شربت ہی یاد ہے میرے دادا جب مرنے لگے تھے تو انہوں نے سنگترے کا شربت مانگا تھا۔ اسی لئے میں نے کہا شاید اس نے بھی کسی قسم کا شربت ہی مانگا ہو۔ ملائی کا شربت۔"

عمران خاموش ہو کر منہ چلانے لگا۔ جیسے سچ مچ ملائی کے شربت کی لذت محسوس کر رہا ہو۔

بوڑھا چند لمحے اسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "بھلا تم کیا کر سکو گے۔ تمہارا حافظہ بھی درست نہیں ہے۔"

"میں شربت کو پربت تسلیم کر لوں تو میرا حافظہ درست ہے۔ ورنہ نہیں ہے۔" عمران نے بُرا مان کر کہا۔ "لیکن کیا آپ بتائیں گے مرتے وقت پربت چبانے کی خواہش ہوتی ہے یا شربت پینے کی۔"

"اس نے رائی کا پربت کہا تھا۔"

"رائی...." عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا اور پھر ہنس پڑا۔ "واہ رائی کا پربت... بھلا کیا بات ہوئی۔ ہو سکتا ہے اس نے رائی کی وہسکی مانگی ہو۔"

"اس نے رائی کا پربت کہا تھا۔" بوڑھے نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا پھر مضطربانہ انداز میں خیمے کے دروازے تک گیا اور باہر جھانک کر پھر واپس آگیا۔

"میں نے سوچا ممکن ہے کوئی ہماری باتیں سن رہا ہو۔" اس نے کہا۔ چند لمحے معنی خیز انداز میں عمران کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "میرے بچے تم خود کو بیوقوف ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے میری روح جو دوسری روحوں کو اچھی طرح پہچانتی ہے یہی کہہ رہی ہے کہ تم بہت ذہین ہو اور تمہارے اعصاب فولاد کا جواب ہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"اور میری روح اچھی طرح جانتی ہے کہ تم اس سلسلے میں میری مدد کرو گے۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح یہ خطرہ ٹل جائے۔"

"میں مدد کروں گا۔ مگر خطرے سے بھی تو آگاہ کرو۔"

"چڑھائی پر" وہ آہستہ سے بولا۔ "میں نے ایک جگہ اسلحہ کا ڈھیر دیکھا ہے اور وہ سب کا سب ساخت کے اعتبار سے غیر ملکی ہے.... میں عرصہ سے دیکھ رہا ہوں کبھی غار بالکل خالی پڑا رہتا ہے اور کبھی وہاں رائفلوں مختلف قسم کی گنوں اور بموں کے ڈھیر نظر آتے ہیں۔ میں نے اکثر راتوں کو چھپ کر ان پراسرار آدمیوں کو دیکھا ہے، جو اس غار کو کبھی ان چیزوں سے بھر دیتے ہیں اور کبھی خالی کر دیتے ہیں۔"

"آپ نے پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی۔"

"میں نے کئی بار کوشش کی ہے لیکن وہ مجھے پاگل سمجھتے ہیں ان میں اتنی ہمت کہاں ہے کہ میرے ساتھ چڑھائی پر جا سکیں۔"

"کیوں!"

"ان کا خیال ہے کہ بُری روحیں میرے قبضے میں ہیں اور میں ان لوگوں کو چڑھائی پر لے جا کر ان کی بھینٹ چڑھا دوں گا۔"

"کیا یہ میں نہیں سوچ سکتا۔"

"نہیں۔ میری روح تمہارے اندر جھانک رہی ہے۔ وہاں اسے ضعیف الاعتقادی کی ہلکی سی جھلک بھی نظر نہیں آتی۔"

"چلو.... میں چلا جاؤں گا تمہارے ساتھ۔"

"تنہا....؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"نہیں۔" عمران آہستہ سے رازدارانہ لہجے میں بولا۔ "اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے چلوں گا اور اسے وہیں کہیں مار کر ڈال دیں گے۔ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو گی۔"

"بیکار باتیں نہ کرو۔ تم اپنے دوستوں کو بھی لے چلو۔ ہو سکتا ہے وہاں کوئی خطرناک صورت بھی پیدا ہو جائے۔ مثلاً ان لوگوں سے مڈھ بھیڑ ہو جائے جو وہاں اسلحہ لے کر آتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے میں اپنے دوستوں کو بھی لے چلوں گا۔"

"لیکن ایسے ہی آدمیوں کو جن پر تمہیں پورا اعتماد ہو۔"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔" عمران نے کہا۔

روانگی رات پر ٹھہری۔ بوڑھے نے کہا تھا کہ اس کام کے لئے رات ہی مناسب ہو گی۔



صفدر غار سے باہر نکلا۔ چاروں طرف چاندنی بکھری ہوئی تھی اور ہوا بڑی خوشگوار تھی۔ اس نے دو تین گہری گہری سانسیں لیں اور ایک پتھر پر بیٹھ کر سگریٹ سلگانے لگا.... غار کے اندر وہ گھٹن سی محسوس کرتا تھا لیکن دن کو وہ غار سے باہر نہیں نکلا تھا۔ ابھی تو کھانے پینے کا مسئلہ بھی آسان ہی تھا کیونکہ وہ اپنے ساتھ مچھلی اور گوشت کے بند ڈبے لایا تھا۔ پچھلی بار اس نے یہاں ایک ماہ گزارا تھا۔ اس لئے اچھی طرح جانتا تھا کہ ان ڈبوں کے ختم ہو جانے پر بھی کھانے کا مسئلہ کچھ ایسا زیادہ مشکل نہ ہو گا۔ کیونکہ نالے کے جنوب والے جنگل میں ایسے پرندے بکثرت ملتے ہیں جن کا گوشت لذیذ بھی ہوتا ہے اور زود ہضم بھی۔

لیکن وہ توپ نما ٹرانسمیٹر اس کے لئے وبال جان ہو گیا۔ وہ بعض اوقات سوچنے لگتا کہ کہیں اس کی زبان سے کوئی غلط بات نہ نکل جائے۔ آج ہی وہ تین بار گفتگو کرتے وقت ہچکچایا تھا اور اسے یقین نہیں تھا کہ اس نے دوسری طرف سے بولنے والے کے سوالات کے صحیح جوابات دیئے تھے۔

چاندنی بڑی خوشگوار تھی لیکن صفدر کا ذہن اس سے بے پرواہ اپنی موجودہ مہم کے متعلق

سوچ رہا تھا۔ پتہ نہیں اس کا اختتام کہاں اور کس طرح ہو۔ اسے پورے حالات سے آگاہی بھی نہیں تھی۔

دفعتاً وہ چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس نے کسی قسم کی آواز سنی تھی۔ لیکن قبل اس کے وہ سنبھلتا اسے اپنے چاروں طرف چار رائفلیں نظر آئیں۔ ظاہر ہے کہ وہ رائفلیں آسمان سے نہیں ٹپکی تھیں بلکہ وہ چار آدمی ہی تھے جنہوں نے ان کا رخ اس کی طرف کر رکھا تھا۔

"پربت" وہ چاروں بیک وقت بولے۔

"گن تھرٹی تھری۔" صفدر نے بے ساختہ کہا۔ لیکن اس کے جواب میں اس نے چار قہقہے سنے اور لفظ پربت پھر دہرایا گیا۔ صفدر نے پھر وہی گن تھرٹی تھری کہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں چار رائفلیں اس کے جسم سے آلگیں۔

"تم کون ہو۔" ایک نے گرج کر پوچھا۔

"گن تھرٹی تھری۔"

"یہ کیا بلا ہے۔"

لیکن صفدر نے اس سوال کا جواب نہیں دیا اس کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ اسے اتنا موقع بھی تو نہیں ملا تھا کہ وہ جیب سے اپنا ریوالور ہی نکال لیتا۔

"اسے غار کے اندر لے چلو۔" ایک نے کہا۔

صفدر کے جسم پر رائفل کی نالوں کا دباؤ بڑھ گیا۔ اسے غار کی طرف دھکیلا جا رہا تھا۔ وہ ایک بے جگر آدمی تھا۔ مگر اس وقت ہاتھ پیر ہلانے کا یہی مطلب ہوتا کہ اس کا جسم چھلنی ہو جائے۔ وہ چپ چاپ غار میں چلا آیا۔ وہ سوچ رہا تھا کاش مرنے سے پہلے وہ ایکس ٹو کو اس نئی افتاد کی اطلاع دے سکتا۔ ورنہ ہو سکتا تھا کہ دھوکے میں رہ کر اس کا کام بگڑ جاتا۔

صفدر کو زمین پر گرا دیا گیا۔ ایک رائفل کی نال اس کے سینے پر رکھ دی گئی اور دو آدمیوں نے اس کی جامہ تلاشی لی۔ اس کی جیب سے ایک ریوالور اور توپ نما ٹرانسمیٹر برآمد ہوئے۔

"تھرٹی تھری کہاں ہے۔" ایک نے پوچھا۔

"میں تھرٹی تھری ہوں۔" صفدر بھی اسی انداز میں غرایا۔ "اب یہ مذاق ختم کرو۔ ورنہ نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔"

"پربت" اسی آدمی نے کہا۔

صفدر کچھ نہ بولا اور وہ لوگ پھر ہنسنے لگے۔ لیکن ایک آدمی جو دوسروں سے زیادہ خونخوار معلوم ہوتا تھا غرایا۔ "تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے۔"

"جس نے تم جیسے احمقوں کو ایسی خدمات سپرد کی ہیں جنہیں تم انجام نہ دے سکو۔" صفدر جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اسے مار ڈالنا چاہئے۔" ایک آدمی نے مشورہ دیا۔ "اس سے کچھ اگلوا لینا بہت مشکل کام ہوگا۔ وقت نہ برباد کرو۔ ہو سکتا ہے یہ تنہا نہ ہو۔"

"یارو کہیں تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا ہے۔" صفدر نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"تم ہمیں بیوقوف نہیں بنا سکتے۔ اب اسی پر تمہاری زندگی اور موت کا انحصار ہے کہ ہمیں سب کچھ بتا دو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔"

"تم سب نشے میں معلوم ہوتے ہو۔" صفدر پاگلوں کی طرح چیخنے لگا۔ "پاگل ہو گئے ہو جاؤ، یہاں سے... نکلو.... یہاں سے.... تم.... دشمن ہو.... غدار ہو.... حکومت سے مل گئے ہو۔"

دفعتاً پشت سے آواز آئی۔ "تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ اگر کسی نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو یہیں ڈھیر ہو گا۔"

وہ سب سناٹے میں آ گئے اور صفدر نے آہستہ سے اپنے سینے پر رکھی ہوئی رائفل کی نال ایک طرف ہٹا دی۔

"کیا تم نے نہیں سنا۔ اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔ رائفلیں زمین پر ڈال دو۔" پھر کہا گیا۔

ان پر ٹارچ کی روشنی پڑ رہی تھی۔ اس بار صفدر نے بولنے والے کی آواز صاف پہچان لی۔ یہ کیپٹن خاور کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

صفدر نے اپنے قریب کھڑے ہوئے آدمی کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔ صفدر نے بڑی پھرتی سے ان کی جامہ تلاشی لی اور ان کی جیبوں سے مختلف قسم کی چیزیں نکال کر ایک طرف ڈھیر کر دیں۔ ایک کی جیب سے ویسا ہی توپ نما ٹرانسمیٹر بھی برآمد ہوا جیسا صفدر کے پاس تھا۔

کیپٹن خاور نے اپنی پشت پر بندھے ہوئے تھیلے سے ریشم کی ڈور کا لچھا نکالا اور پھر وہ ایک ایک

کر کے انہیں باندھنے ہی جا رہا تھا کہ غار کے دہانے کے قریب ہی قدموں کی آوازیں آئیں۔

یہاں ایک مومی شمع تھی جس کی روشنی اتنے بڑے غار کے لئے ناکافی تھی۔ آوازیں قریب آ رہی تھیں۔ صفدر جھپٹ کر غار کے دہانے کی طرف آیا۔ لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔ آنے والے کئی تھے اور شاید انہوں نے سچویشن کو بھی سمجھ لیا تھا۔ کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں ان میں سے ایک نے خاور پر فائر جھونک دیا۔ مگر خاور محفوظ رہا۔ کیونکہ اس نے انہیں دیکھتے ہی پوزیشن لینے کی کوشش کی تھی۔ اُدھر صفدر نے دو فائر کئے دو چیخیں غار میں گونجیں اور پھر وہ بھی اچھل کر اسی پتھر کے پیچھے پہنچ گیا جس کے پیچھے خاور نے پوزیشن لی تھی۔

خاور کی گولی مومی شمع پر پڑی اور غار میں اندھیرا ہو گیا اور اس اندھیرے میں فائروں کی آوازیں گونجتی رہیں۔

"خاور نکل چلو یہاں سے۔" صفدر آہستہ سے بولا۔

"دہانے کی طرف جانا خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔" خاور نے کہا۔

"دوسرا راستہ۔"

"وہ ٹھیک ہے۔"

"میرا کوٹ پکڑلو.... اور چپ چاپ میرے پیچھے چلے آؤ۔" صفدر نے کہا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ ٹٹولتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا اور خاور اس کے کوٹ کا دامن پکڑے ہوئے تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد انہیں ٹھنڈی ہوا کا جھونکا نصیب ہوا۔ باہر پہلے ہی کی طرح چاندنی بکھری ہوئی تھی لیکن جیسے ہی انہوں نے دہانے سے سر ابھارا کئی گولیاں سنسناتی ہوئی ان پر سے گزر گئیں۔

"نکلو۔" خاور جلدی سے بولا۔ "ورنہ چوہوں کی طرح مار لئے جائیں گے۔"

خاور سب سے پہلے اوپر آیا۔ مگر وہ چٹان سے چپکا ہوا تھا۔ پھر صفدر نے بھی اس کی تقلید کی۔

کچھ دیر پہلے کی چاندنی اب صفدر کو بے حد گراں گزر رہی تھی کیونکہ اب یہی چاندنی ان کی موت کا سبب بھی بن سکتی تھی۔

چٹان پر لیٹ جانے کی وجہ سے وہ ایک دوسری چٹان کی اوٹ میں ہو گئے تھے ویسے اب انہیں فائروں کے ساتھ ہی ساتھ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں بھی سنائی دینے لگی تھیں۔ دفعتاً

خاور چٹان کا سرا تھام کر دوسری طرف لٹک گیا۔ صفدر نے نیچے دیکھا نچلی چٹان پر کود جانا مشکل کام نہیں تھا اس طرح وہ کم از کم وقتی طور پر تو محفوظ ہی ہو سکتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے خاور نیچے کود گیا پھر صفدر نے بھی دیر نہیں لگائی۔

بائیں جانب ڈھلان تھی اور وہ راستہ کچھ ایسا تھا کہ وہ اس پر دوڑ بھی سکتے تھے۔

خاور نیچے اترتا چلا گیا۔ فائروں کی آوازیں وہ اب بھی سن رہے تھے لیکن وہ سب کچھ دہشت زدہ کرنے کے لئے تھا۔ اگر انہوں نے ان دونوں کو دیکھ لیا ہوتا تو ایک آدھ گولی ادھر بھی آتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ راستہ طے کرتے رہے۔ جو انہیں نامعلوم گہرائی کی طرف لے جا رہا تھا۔ اکثر انہیں یقین ہو جاتا کہ اب وہ کسی سطح زمین پر کچھ دیر ٹھہر سکیں گے۔ لیکن جب وہ اس مسطح جگہ کے قریب پہنچتے تو وہ محض نظر کا دھوکہ ثابت ہوتی اور انہیں اپنا سفر جاری رکھنا پڑتا۔ فائروں کی آوازیں گو اب بھی آ رہی تھیں لیکن ان کا فاصلہ یہاں سے بہت زیادہ معلوم ہوتا تھا۔

کچھ دیر بعد انہوں نے پانی بہنے کی آواز سنی۔

"اوہ...." صفدر نے کہا۔ "ہم تو نالے کے قریب آ نکلے۔ اوپر یہ ایک چٹان کی دراڑ میں غائب ہو جاتا ہے اور شاید اسی نالے کا سلسلہ جھرگ نار تک پھیلا ہوا ہے۔"

خاور کچھ نہ بولا۔ پھر نالے کے قریب ہی انہیں بیٹھنے کی جگہ میسر ہو سکی۔ یہیں سے جنوب کی طرف نالے کے کنارے کنارے دور تک مسطح زمین کا سلسلہ پھیلتا چلا گیا تھا۔

وہ کچھ دیر کے لئے وہاں رکے اور پھر جنوب کی طرف چل پڑے۔



بوڑھا سب سے آگے تھا۔ اس کے پیچھے عمران چل رہا تھا۔ پھر چوہان صدیقی اور نعمانی تھے۔ لیکن ان سب کے پیچھے ایک اور آدمی بھی تھا۔ جس کی موجودگی کا علم عمران کے سوا اور کسی کو نہیں تھا۔ یہ چھٹا آدمی بلیک زیرو تھا۔ جو عمران کی ہدایت کے مطابق بقیہ لوگوں کی لاعلمی میں ان کے پیچھے چل رہا تھا۔

روشی اور جولیا اپنے خیموں میں رہ گئی تھیں اور تنویر مکمل طور پر آرام کر رہا تھا۔

کچھ دیر بعد عمران بوڑھے کے برابر چلنے لگا۔ جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا اور زمین.... شاخوں سے چھن کر آنے والی چاندنی کی وجہ سے چتکبری ہو رہی تھی۔

عمران نے جیب سے سگریٹ کیس نکالا۔

”تم سگریٹ پیو گے بابا۔“ اس نے بوڑھے سے پوچھا۔

”ہاں.... لاؤ.... اگر سگریٹ پینا ہے تو یہیں پی لو۔ آگے بہت احتیاط سے چلنا ہوگا۔“

عمران نے سگریٹ کیس اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے ایک سگریٹ لے کر ہونٹوں میں دبایا۔ لیکن پھر گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ عمران کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پستول چمک رہا تھا۔ اس نے اس کا ٹریگر دبایا اور اس کے سوراخ سے آگ کی زبان نکل پڑی۔

”اوہ لاحول ولا قوۃ....!“ بوڑھا ہنسنے لگا۔ ”یہ سگریٹ لائٹر ہے۔ تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔“

اس نے سگریٹ پستول کی نال سے نکلتی ہوئی آگ سے سلگایا اور وہ پھر چلنے لگے۔

عمران نے اپنے تینوں ماتحتوں کو بھی سگریٹ پیش کئے تھے اور انہیں اس پر حیرت ہوئی تھی کیونکہ انہوں نے عمران کو کبھی سگریٹ پیتے نہیں دیکھا تھا۔

وہ اوپر چڑھتے رہے۔ کبھی کبھی کوئی اُلو چیخ اٹھتا اور اس کے ساتھ ہی دور سے مختلف قسم کی آوازیں آتیں۔

کچھ دیر بعد بوڑھا بولا۔ ”بس اب احتیاط کی ضرورت ہے۔ سگریٹ وغیرہ بجھا دو اور جھک کر چلو تو زیادہ بہتر ہے۔ ہم بائیں جانب مڑیں گے اگر جھک کر نہ چلے تو نیچے سے دیکھ لئے جانے کا امکان ہے۔ یہاں سے کیمپ صاف دکھائی دے گا۔“

”مجھے تو نہیں دکھائی دیتا۔“ عمران آنکھیں پھاڑتا ہوا بولا۔

”ابھی نہیں۔ جب ہم اُدھر مڑ کر کچھ دور چلیں گے تو یقینی طور پر دکھائی دے گا۔“

”اوہ تو کیا تمہارا خیال ہے کہ اس کیمپ میں بھی ان لوگوں کے آدمی موجود ہوں گے۔“

”کیوں؟“ بوڑھا غصیلی آواز میں بولا۔ ”میں شام کو اتنی دیر تک جھک نہیں مارتا رہا تھا۔ بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آئی.... میرا خیال ہے.... کہ وہ آدمی جو آج قتل کیا گیا۔ انہیں لوگوں میں سے تھا جو غیر ملکی اسلحہ کی نقل و حرکت کے ذمہ دار ہیں۔“

”آخر کس بناء پر۔“

”اس بناء پر کہ اس نے رائی کا پربت کہا تھا۔“

”وہ ٹماٹر کی چٹنی بھی کہہ سکتا تھا.... کیونکہ مر رہا تھا.... پھر.... خیر.... وہ رائی کا پربت ہی سہی لیکن اس کا مطلب کیا ہوا۔“

”اس کا مطلب! میں نہیں جانتا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ مگر یہ محاورہ صرف انہیں لوگوں میں رائج ہے جب ایک آدمی اپنے گروہ کے کسی دوسرے آدمی سے ملتا ہے تو ”پربت“ کہتا ہے اور دوسرا شاید جواب میں ”رائی کا پربت“ کہتا ہے۔“

”تم نے کہاں سنا تھا۔“ عمران نے پوچھا۔

”میں ایک بار اسی غار کے قریب چھپا ہوا تھا کہ کچھ لوگ بڑے بڑے صندوق اٹھائے ہوئے وہاں آئے۔ غار سے ایک آدمی نکلا اور اس نے انہیں للکارا.... یہ للکار ”پربت.... پربت“ کے علاوہ اور کچھ نہیں تھی جواب میں اس آدمی نے ”رائی کا پربت“ کہا تھا، جو آنے والوں کے آگے چل رہا تھا۔“

”اوہ.... تو یہ پربت اور رائی کا پربت پاسورڈز ہی ہو سکتے ہیں۔“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”بہت اچھے۔“ بوڑھا خاموش ہو کر بولا۔ ”میں نے غلط تو نہیں کہا تھا کہ تم جو کچھ نظر آتے ہو حقیقتاً وہ نہیں ہو۔“

”ٹھہرو۔ مگر تم اس وقت کیا کرو گے.... فرض کرو.... ہم نے انہیں دیکھ بھی لیا تو....!“

”میں تمہیں دکھا کر سبکدوش ہو جاؤں گا۔ پھر تمہارا جو دل چاہے کرنا میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ اس معاملے میں کبھی میرا نام بھی لیا جائے۔ ان سیاست دانوں اور بڑے آدمیوں کا دل نہ توڑنا جو مجھے اب کسی قابل نہیں سمجھتے۔ انہیں یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ اس بہت بڑے خطرے کی بو میں نے سونگھی تھی۔ مجھے ان کی نظروں میں سنکی اور خبطی ہی رہنے دینا۔ میں نے اپنا کبھی نام نہیں چاہا مجھے ہمیشہ کام کی دھن رہی ہے.... چلو۔ اب وقت برباد نہ کرو۔ ہو سکتا ہے کہ یہ میری زندگی کی آخری دوڑ ہو اور آخری دوڑ کے لئے اب تک زندہ رکھا گیا ہوں.... چلو.... اب دیر نہ کرو....“

بوڑھا آگے بڑھ گیا وہ لوگ اس کے پیچھے چلتے رہے۔ کچھ دور چلنے کے بعد انہوں نے بوڑھے کو جھکتے دیکھا اور ان سبھوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

کافی دور تک انہیں اسی طرح جھک کر چلنا پڑا۔ ان کے دونوں جانب اونچی اونچی جھاڑیاں تھیں۔ ایک جگہ بوڑھے نے ٹھہر کر رکنے کا اشارہ کیا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ لوگ بھی بیٹھ گئے۔ بوڑھا گھٹنوں کے بل چلتا ہوا عمران کے قریب آیا اور آہستہ سے بولا۔ "ہم اس غار سے بہت قریب ہیں اپنی رائفلیں تیار رکھو۔ ہو سکتا ہے..... بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ خون کی ندیاں بھی بہ سکتی ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بالکل سناٹا ہو، لیکن تمہیں ہر خطرے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔"

"ہم ہر طرح تیار ہیں۔ اگر اس کی نوبت آئی تو تم دیکھ ہی لو گے۔ میں دنیا میں اپنی بیوی کے علاوہ اور کسی سے نہیں ڈرتا۔"

بوڑھا کچھ نہ بولا۔ وہ پھر چل پڑے۔ کچھ دور تک تو وہ اسی طرح جھکے ہوئے چلتے رہے پھر بوڑھے کو سیدھا کھڑے ہوتے دیکھ کر انہوں نے بھی اپنی پوزیشن تبدیل کر لی۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک ایسی جگہ کھڑے تھے جہاں چاروں طرف قد آدم جھاڑیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے درمیان میں تھوڑی سی جگہ خاص طور پر صاف کی گئی ہو۔

"بالکل تیار رہو۔" بوڑھے نے آہستہ سے کہا۔ "اپنی رائفلیں شانوں سے اتار لو۔"

سب سے پہلے عمران نے اپنی رائفل ہاتھ میں لی اور پھر اس کے ساتھیوں نے بھی یہی کیا۔

"آؤ۔" بوڑھا ایک طرف جھاڑیوں میں گھس پڑا۔ وہ بڑی پھرتی سے جھاڑیاں ہٹاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ جھاڑیاں کانٹوں دار نہیں تھیں اس لئے وہ نہایت آسانی سے چلتے رہے۔ لیکن جھاڑیوں کی سرسراہٹ سے فضا گونج رہی تھی۔

"کافی شور ہو رہا ہے۔" عمران آہستہ سے بولا۔

"پرواہ نہ کرو۔ اگر ان میں سے کوئی اس طرف موجود ہوگا تو یہ سرسراہٹ سن کر وہ "پربت" ہی کہے گا اور ہمارے پاس اس کا جواب موجود ہے۔" بوڑھے نے اطمینان دلایا۔

وہ بڑھتے رہے لیکن "پربت" یا "رائی کا پربت" کی نوبت نہیں آئی۔

بوڑھا پھر ایک جگہ رک گیا۔ یہ حقیقتاً کسی غار کا دہانہ تھا۔ لیکن اس کے آس پاس کانٹوں دار جھاڑیاں تھیں اور اس کی ظاہری حالت سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اس سے لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہو۔

بوڑھا بے خطر اندر گھس پڑا۔ اس نے عمران سے کہا تھا کہ وہ ٹارچ روشن کرے۔

کچھ دور چلنے پر عمران نے محسوس کیا کہ وہ تو ایک اچھی خاصی سرنگ تھی بوڑھے کا قد ان سبھوں سے نکلتا ہوا تھا۔ اس لئے اسے قدرے جھک کر چلنا پڑ رہا تھا۔ دوسرے لوگ بھی اگر پنجوں کے بل کھڑے ہونے کی کوشش کرتے تو ان کے سر یقینی طور پر پتھروں سے ٹکراتے۔ بناوٹ کے اعتبار سے یہ سرنگ قدرتی ہی معلوم ہوتی تھی۔

ایک جگہ انہیں سرخ روشنی کا دائرہ سا نظر آیا۔ شاید یہ اس سرنگ کا اختتام ہو۔ بوڑھے نے رک کر دوسری طرف جھانکا اور پھر پلٹ آیا۔

"بہت آہستگی سے آؤ۔" اس نے عمران سے کہا۔ "دو آدمی وہاں سو رہے ہیں۔"

پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ دو تین قدم چلنے کے بعد عمران بھی اس کے برابر ہی تھا۔

یہ جگہ بہت کشادہ تھی اور یہاں تین بہت بڑی مشعلوں کی سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ درمیان میں لاتعداد رائفلوں کا ایک ڈھیر نظر آ رہا تھا اور اس کے قریب ہی دو آدمی پڑے سو رہے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس ڈھیر کے پاس جا پہنچے۔

لیکن اچانک.... عمران کے ساتھیوں کے اوسان خطا ہو گئے کیونکہ انہوں نے خود کو دس بارہ آدمیوں کے نرغے میں دیکھا جن کی رائفلیں ان کی جانب اٹھی ہوئی تھیں اور یہ لوگ ان بڑے پتھروں کی اوٹ سے نکلے تھے، جو رائفلوں کے ڈھیر کے چاروں طرف بکھرے پڑے تھے۔

"اپنی رائفلیں زمین پر ڈال دو۔" ایک آدمی نے گونجیلی آواز میں کہا۔

سب سے پہلے عمران کی رائفل زمین پر گری اور پھر اسکے ساتھیوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

"اب کیا ہوگا بابا۔" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

لیکن بابا کے ہونٹوں پر ایک بڑی زہریلی سی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ وہ فلمی شہنشاہوں کی شان سے چلتا ہوا رائفلوں کے ڈھیر پر آ بیٹھا۔

"میرے بچے" اس نے اپنا داہنا ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "بابا اب تمہیں یہی مشورہ دے گا کہ اپنی کہانی سنا ڈالو۔"

پھر اس نے ان دونوں آدمیوں کو مخاطب کر کے کہا جو چند لمحات پہلے وہیں پڑے سو رہے تھے۔ "ان کے ریوالور بھی لے لو۔"

یہ کام بھی آناً فاناً ہو گیا۔ عمران کا پستول نما سگریٹ لائیٹر بھی لے لیا گیا۔

"کیا میں سگریٹ پیش کروں بابا۔" عمران نے سگریٹ کیس کھولتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کا مشکور ہوں گا اگر آپ میرا لائٹر مجھے واپس دلوادیں۔ ریوالور تو انہوں نے لے ہی لیا۔ انہیں میری طرف سے اپنے اسلحہ فنڈ میں جمع کر لیجئے تاکہ میں خدا کو منہ دکھانے کے قابل رہ سکوں۔"

"میں تمہاری صلاحیتوں کا معترف ہوں بچے تم لومڑی کی طرح چالاک اور شیر کی طرح نڈر ہو۔ اس کا سگار لائٹر واپس کر دیا جائے۔"

لائٹر عمران کو واپس مل گیا۔ اس نے ایک سگریٹ خود پی اور اپنے ساتھیوں کی طرف بھی سگریٹ کیس بڑھایا لیکن سبھوں نے انکار کر دیا کیونکہ اس وقت وہ عمران پر بُری طرح تاؤ کھا رہے تھے۔

عمران نے اپنا سگریٹ سلگا کر لائٹر جیب میں ڈال لیا اور اب وہ نہایت اطمینان سے دھوئیں کے بادل منتشر کرتا ہوا بوڑھے کو نیم باز آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً ایک آدمی نے سرنگ سے اس غار میں آکر کہا۔ "ایک آدمی اور بھی تھا جس نے یہاں داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ہم اسے نہ پکڑ سکے وہ نکل گیا۔"

"پرواہ مت کرو۔" بوڑھے کی آواز گونجی "سرنگ کے دہانے پر دو مشین گنیں رکھ دو اور جو کوئی بھی اندر آنے کی کوشش کرے اسے بے دریغ بھونتے چلے جاؤ۔"

پھر عمران کی طرف دیکھ کر غرایا۔ "کیا تمہارا کوئی اور بھی آدمی تمہارے پیچھے آرہا تھا۔"

"نہیں تو۔" عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ "ہم تو چار ہی آئے تھے۔"

اور پھر اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا۔ "اے! تم لوگ گھبرانا مت یہ سب بھوت ہیں۔ میں انہیں چٹکی بجاتے ہوا کر دوں گا۔ مجھے بھی بڑے بڑے منتر یاد ہیں۔ میں نے سنا تھا کہ یہ بوڑھا لوگوں کو جنگل میں لے جا کر اپنی تابع بدروحوں کے حوالے کر دیتا ہے لہٰذا میں نے کہا کہ اسے اُلو بنانا چاہئے اور اب میں اس وقت اسے اُلو بنا رہا ہوں۔"

"تم مجھے اُلو بنا سکتے ہو بیٹا۔" بوڑھے نے نرم لہجے میں کہا۔ "تمہارا یہ ساتھی پچھلی رات اکارڈین بجا رہا تھا اور وہ عورت ناچ رہی تھی تمہارے کسی آدمی نے اس شکاری کی آستین پھاڑ دی۔ محض یہ دیکھنے کے لئے کہ اس کے بازو پر توپ کی تصویر ہے یا نہیں۔ میں تمہیں اچھی طرح پہچانتا

ہوں کہ تم بہت خطرناک آدمی ہو۔ علی عمران.... محکمہ سراغرسانی کے ڈائریکٹر جنرل مسٹر رحمان کے لڑکے۔ جس کی شہرت میں نے بہت سنی ہے۔ تم اس وقت سے توپ کی تصویروں کے پیچھے ہو جب دارالحکومت میں ایک ٹرک الٹ گیا تھا جس سے رائفلیں برآمد ہوئی تھیں اور حادثے میں کام آنے والے ڈرائیور کے بازو پر توپ کی تصویر ملی تھی۔ تم اس تنظیم کے سرغنہ کے چکر میں تھے۔ سنو! ننھے بچے میں ہوں اس تنظیم کا سرغنہ.... میں وہ انقلاب لاؤں گا کہ موجودہ سیاست دانوں کے دانت کھٹے ہو جائیں گے۔ میں ان کتوں کو دکھادوں گا کہ میں کیا ہوں۔ جنہوں نے مجھے ایک خالی ڈبہ سمجھ کر کباڑ خانے میں پھینک دیا تھا۔"

"مگر میں...." عمران اپنے سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں بیئر کا بیرل سمجھ کر سر پر اٹھائے پھروں گا۔"

"تم اب یہیں دفن ہو جاؤ گے۔" بوڑھے نے مسکرا کر کہا۔ "مگر نہیں۔ میں تمہاری لاشیں یہاں چھوڑ کر بھاگتا ہوا پولیس چوکی تک جاؤں گا اور انہیں اطلاع دوں گا کہ میں نے چڑھائی پر چار لاشیں اور دیکھی ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میں اکثر چڑھائی پر بھی راتیں گزارتا ہوں اور یہ تو تم دیکھ ہی چکے ہو کہ وہ مجھے کیا سمجھتے ہیں۔ عیار قسم کے سیاست دانوں اور لیڈروں نے ضرور مجھے عضو معطل بنا دیا ہے لیکن عام آدمی کی نظر میں میری کتنی وقعت ہے۔ تم دیکھ ہی چکے ہو۔"

دفعتاً پھر ایک آدمی بھاگتا ہوا اندر آیا اور اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"دو آدمی مر گئے۔"

"کیا.... کون.... دو آدمی؟" بوڑھا چونک کر بولا۔

"وہ جو مشین گنوں پر بیٹھے تھے۔"

"کیسے مر گئے۔"

"پتہ نہیں وہ آدمی کہاں چھپا بیٹھا ہے۔ غالباً وہ سائیلنسر لگی ہوئی رائفل سے فائر کر رہا ہے۔ فائر کی آواز نہیں سنائی دیتی۔"

"تم سب احمق ہو گئے ہو.... اسے تلاش کرو۔" بوڑھا دہاڑا۔

اور چار آدمی وہاں سے چلے گئے۔ اب صرف آٹھ رہ گئے تھے اور ان کی رائفلیں عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

"تو تم اس لئے یہاں انقلاب لانا چاہتے ہو کہ یہاں کے لیڈروں نے تمہیں نظر انداز کر دیا ہے۔"

عمران نے بوڑھے سے پوچھا۔

"ہاں.... میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ایک خالی ڈبہ کیا کر سکتا ہے۔"

"اور اس انقلاب کے لئے تم ایک بیرونی طاقت سے مدد لے رہے ہو۔"

"یقیناً.... مجھے فخر ہے کہ میں اس بڑی طاقت کو بھی اُلو بنانے میں کامیاب ہو گیا ہوں.... خالی ڈبہ.... ہاہا.... موجودہ وزیر اعظم نے ایک بار مجھے خالی ڈبہ کہا تھا۔"

"اس لئے تم ملک میں ایک غیر ملکی نوعیت کا انقلاب لانا چاہتے ہو۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" بوڑھے نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم کتے ہو۔ بلکہ کتا بھی تم سے برتر ہے کیونکہ وہ اس گھر کا بدخواہ نہیں ہوتا جس میں رہتا ہے۔ چاہے اس گھر کا کوئی فرد اس پر دن رات پتھر ہی کیوں نہ برساتا رہتا ہو۔"

"خاموش رہو۔" بوڑھا غرایا۔ "میں تمہاری زبان کھنچوا لوں گا۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ آہستہ آہستہ بوڑھے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"ٹھہرو۔" ایک آدمی نے گرج کر کہا۔

"نہیں آنے دو.... میں دیکھوں گا کہ یہ کیا کرتا ہے۔" بوڑھے نے ہنس کر کہا۔

عمران اس کے قریب جا کر رک گیا اور جیب سے سگریٹ کیس نکال کر ایک سگریٹ خود لیا اور سگریٹ کیس بوڑھے کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

"ایک سگریٹ اور لو بابا یہ میرا آخری دوستانہ تحفہ ہوگا۔ اس کے بعد تو تم میری لاش نیچے لے جاؤ گے۔"

"نہیں یہ ضروری بھی نہیں کہ میں تمہیں مار ہی ڈالوں۔ مگر وہ آدمی کون ہے جس نے میرے دو آدمیوں کو مار ڈالا ہے۔" بوڑھے نے ہاتھ کے اشارے سے سگریٹ لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا۔

"یقین کرو۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔" عمران نے کہا اور لائٹر سے سگریٹ سلگانے لگا۔

پھر بوڑھا اس کے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ عمران بجلی کی سی سرعت کے

ساتھ اس کے پیچھے پہنچ کر اس کی پشت سے پستول نما لائٹر لگاتا ہوا بولا۔ "اپنے آدمیوں سے کہو کہ رائفلیں پھینک دیں ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ یقین نہ ہو تو یہ دیکھو۔"

بس ایک پل کے لئے لائٹر بوڑھے کی پشت سے ہٹا اور اس کا ایک آدمی منہ کے بل نیچے گر پڑا۔ جس کی چیخ سے پورا غار جھنجھنا اٹھا۔ لائٹر سے نکلی ہوئی گولی اس کی پیشانی پر پڑی تھی۔ فائر کی آواز بھی سنی گئی تھی۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا کہ بوڑھا اس سے لائٹر نہ چھین سکا۔ اب وہ پھر اس کی پشت سے جا لگا تھا۔

"میں اس بوڑھے کو بھی اسی طرح مار ڈالوں گا۔" عمران نے اس کے آدمیوں کو للکارا۔

"ورنہ تم لوگ اپنی رائفلیں پھینک کر اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ اے بوڑھے۔ تم بھی ان سے کہو کہ یہ رائفلیں پھینک دیں۔ ورنہ میں سچ مچ تمہیں مار ڈالوں گا۔ رائفلوں کے اس ڈھیر کے قریب تمہاری لاش خود ہی سب کچھ کہہ دے گی اور میں پولیس کو رپورٹ دینے سے بھی بچ جاؤں گا۔"

"تم لوگ رائفلیں پھینک کر اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو۔" بوڑھے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

انہوں نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور اپنے ہاتھ اٹھا دیئے۔ دفعتاً لیفٹیننٹ چوہان نے کہا۔

"عمران زندہ باد"

ٹھیک اس وقت ایک آدمی بھاگتا ہوا اندر آیا اور پھر ایک دلدوز چیخ کے ساتھ سرنگ کے دہانے کے قریب ہی ڈھیر ہو گیا۔ اس کی پشت سے خون کا فوارہ جاری تھا۔

سرنگ سے آواز آئی۔ "وہاں میری مدد کی ضرورت تو نہیں ہے۔"

"نہیں۔" عمران نے جواب دیا۔ "یہاں سب ٹھیک ہے۔ مگر باہر خیال رکھنا ضروری ہے۔"

عمران کے ساتھیوں نے محسوس کیا کہ وہ ایکس ٹو ہی کی آواز تھی اور عمران نے دل ہی دل میں تعریف کی تھی کہ بلیک زیرو اس وقت بھی ایکس ٹو کی آواز کی نقل اتارنے میں کامیاب رہا تھا۔

"چوہان تم ان کی رائفلیں اٹھا کر ایک طرف ڈال دو۔" عمران بولا "اور یہ بھی دیکھو کہ ان کے پاس ریوالور تو نہیں ہیں۔"

"میں ملک کی نجات کا باعث بننے والا تھا۔ تم یہ تو سوچو۔" بوڑھا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں بھی بڑی دیر سے یہی سوچ رہا ہوں کہ اب ملک کی نجات ہو جائے گی۔" عمران نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

دفعتاً بوڑھا منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور گرتے ہی ایسی دولتی جھاڑی کہ عمران سنبھلنے سے پہلے ہی اچھل کر رائفلوں کے ڈھیر پر جا پڑا۔ ادھر بوڑھے کے ساتھی چوہان، صدیقی اور نعمانی پر ٹوٹ پڑے۔ ان تینوں کو اپنے ریوالور سنبھالنے کی بھی مہلت نہ مل سکی۔ لیکن وہ تینوں بھی بہترین قسم کے مکا باز تھے۔

اُدھر عمران اور بوڑھے میں رائفلیں چل رہی تھیں رائفلیں لاٹھیوں کی طرح استعمال ہو رہی تھیں۔ بوڑھا عمران سے قد میں اونچا تھا اس لئے بار بار اس کی کوشش ہوتی تھی کسی طرح ایک ہی ضرب میں عمران کا سر پاش پاش کر دے۔ لیکن عمران نے اس کا موقع نہیں دیا تھا۔ یا تو وہ اس کا وار خالی دیتا یا رائفل ہی پر روک لیتا۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ وہ بوڑھے کی غیر معمولی قوت کا معترف ہو گیا تھا۔ جب بھی اس کا وار رائفل پر روکتا اس کے ہاتھ جھنجھنا اٹھتے۔ وہ جھنجھلا گیا تھا کیونکہ بوڑھا پھرتیلا بھی بہت تھا۔ ابھی تک عمران بھی اس کے جسم پر چوٹ مارنے میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ جھنجھلاہٹ کے عالم میں اس کے ہاتھ کچھ اور زیادہ تیزی سے چلنے لگے۔

ایک بار جو اس نے مونڈھا بنا کر پالٹ مارا تو بوڑھا بھی دھوکا کھا گیا۔ جیسے ہی عمران کی رائفل اس کی پنڈلی پر پڑی وہ کسی تناور درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا اور پھر دوبارہ اٹھنا تو ناممکن ہی تھا۔ کیونکہ اب عمران اسے سنبھلنے کا موقع کہاں دے سکتا تھا۔

سر پر پڑنے والی دو ہی ضربوں نے اسے ساکت کر دیا تھا۔

دوسری طرف اس کے آٹھوں آدمی عمران کے ساتھیوں پر پلے پڑ رہے تھے۔ عمران وہی رائفل سنبھالتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑا اور ذرا ہی سی دیر میں صرف صدیقی چوہان اور نعمانی کھڑے رہ گئے۔

وہ تینوں حیرت سے کبھی عمران کو دیکھتے اور کبھی.... زخمیوں کو۔ "یار واقعی تم.... پتہ نہیں کیا ہو۔" چوہان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔



دوسری دوپہر جھرگ نار کے لئے ایک تاریخی دوپہر تھی۔ کیونکہ وہ اب شکاریوں کے کیمپ

کی بجائے فوجیوں کا کیمپ بن گیا تھا اور عمران کی حیثیت اس فاتح کی سی تھی جس نے تنہا لنکا ڈھائی ہو۔ ایکس ٹو اور اس کے ساتھی پس منظر میں چلے گئے تھے۔ یہ صرف عمران اور اس کے نامعلوم ساتھیوں کا کارنامہ تھا۔ عمران نے بحیثیت ایکس ٹو ٹرانسمیٹر پر جولیا کو سمجھا دیا تھا کہ اگر اس موقع پر یہ کامیابی عمران ہی کے سر نہ منڈھی گئی تو ایکس ٹو اور اس کے ساتھی منظر عام پر آجائیں گے۔

یہاں جنگل میں وہ وسائل میسر نہیں تھے، جو ایکس ٹو کی پردہ پوشی کر سکتے۔

عمران نے فوج اور پولیس کے حکام کو بیان دیا کہ وہ عرصہ سے ان لوگوں کی فکر میں تھا اور تجسس کی وجہ وہی تصویر بنی تھی جو بعض مرنے والوں کے بازوؤں پر پائی گئی تھی۔ آخر کار وہ اس گروہ کے سرغنہ کو پانے میں کامیاب ہو ہی گیا۔

بوڑھا بہت زیادہ زخمی ہو گیا تھا لہٰذا اسے فوجیوں کی نگرانی میں ہوائی اڈہ کے ہسپتال میں بھجوا دیا گیا تھا۔ مگر شام ہوتے ہوتے اس کی موت کی خبر آگئی۔

اسی شام کو جولیا اور دوسرے ماتحت عمران کے خیمے میں اکٹھا ہوئے۔ صفدر اور خاور بھی وہاں اپنی کہانیوں سمیت پہنچ ہی گئے تھے یہ اور بات ہے کہ ان کی حیثیت تھکے ہوئے گدھوں سے زیادہ نہ رہی ہو۔

عمران جولیا سے کہہ رہا تھا۔ "تمہیں کیوں ناچنے پر مجبور کیا تھا۔ یہ ایکس ٹو کا حکم تھا وہ دراصل ایک شکاری کی آستین پھاڑ کر اس کے بازو پر توپ کی تصویر دیکھنا چاہتا تھا۔"

"لیکن آستین پھاڑی کس نے تھی۔" جولیا نے پوچھا۔

"خود ایکس ٹو نے۔"

"نہیں" جولیا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اور کمال تو یہ ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "کہ میں اس کے قریب ہونے کے باوجود بھی اس کی شکل نہ دیکھ سکا۔ کتنا پھرتیلا ہے؟ کام کیا اور یہ جاوہ جا غائب.... یہ تو اس شکاری کے ساتھیوں سے معلوم ہوا تھا کہ وہ کوئی ڈاڑھی والا تھا۔ اب پتہ نہیں وہ سچ مچ ڈاڑھی رکھتا ہے یا میک اپ میں تھا۔"

"کیا تمہیں یقین تھا کہ بوڑھا تمہیں دھوکا دے کر وہاں لے جا رہا ہے۔" جولیا نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔ میں یہی سمجھتا تھا کہ وہ ایک اچھا راہبر ثابت ہوگا۔ لیکن ایکس ٹو مطمئن نہیں تھا تم نے دیکھا کہ کس طرح اپنے لئے کام کرنے والوں کی حفاظت کرتا ہے۔"

"وہ عظیم ہے۔" چوہان ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اور پھر اس کے بعد تم ہی ہو سکتے ہو اگر تمہارے پاس وہ حیرت انگیز پستول نہ ہوتا تو اس وقت ہماری لاشیں چوکی میں پڑی ہوتیں۔"

"میں ایسے دو ایک شعبدے ہر وقت جیب میں ڈالے رکھتا ہوں۔"

"اچھا جولی۔ تنویر کو میری طرف سے بہت سا پیار پہنچانا اور کہہ دینا اگر وہ اتفاق سے بیمار نہ ہو گیا ہوتا تو یہ کام اتنی آسانی اور جلدی سے نہ نپٹتا۔ ٹاٹا.... اب میں آرام کروں گا۔"

ان کے جانے کے بعد روشی نے پوچھا۔ "اگر تم بوڑھے کے متعلق دھوکے ہی میں تھے تو تم نے اپنے پیچھے بلیک زیرو کو کیوں لگایا تھا۔"

"ہائیں! تم زندہ رہ گئی ہو۔ میرا بھیجا چاٹنے کے لئے۔"

"بتاؤ...." روشی آنکھیں نکال کر بولی۔

"اچھا" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "یقین کرو کہ میں دھوکہ کھا گیا تھا۔ پہلے تو مجھے اس بوڑھے پر شبہ ہوا تھا مگر جب اس نے رائفلوں کے ڈھیروں، پربت اور رائی کے پربت کا تذکرہ چھیڑا تو میں یہی سمجھا کہ وہ ان لوگوں کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ لیکن اگر وہ ان میں سے ہوتا تو ان باتوں کا تذکرہ کرتا۔ بلیک زیرو کو تو اس لئے پیچھے آنے کی ہدایت کی تھی کہ کہیں مقتول شکاری کے ساتھی ہمارا تعاقب نہ شروع کر دیں۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ اس کے نئے دوستوں میں سے نہیں تھے بلکہ اسی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے۔ ورنہ اس طرح اچانک غائب کیوں ہو جاتے۔ صبح سے انہیں کیمپ میں کسی نے نہیں دیکھا۔"

"مگر تم بھوت۔ اس کے باوجود بھی ان لوگوں پر چھا گئے۔" روشی اسے پیار بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔

"ارے باپ رے.... ہپ۔" عمران تھوک نگل کر بولا۔ "یہ تم مجھے کیسے دیکھ رہی ہو آنٹی.... اگر ڈیڈی نے دیکھ لیا تو دونوں کو گولی مار دیں گے۔"

"کمینے گدھے۔" روشی نے جھلا کر درمیان میں رکھی ہوئی میز عمران پر دھکیل دی اور وہ میز سمیت زمین پر آ رہا۔

"اس سے تو یہی بہتر ہے...." عمران اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا بسور کر بولا۔

﴿ختم شد﴾

عمران سیریز نمبر 24

پاگل کتے

(مکمل ناول)

پیشرس

عمران کی چوبیسویں حماقت ملاحظہ فرمایئے۔ لیکن پھر وہی دشواری آپڑی ہے کہ کہانی کے متعلق اپنے قلم سے کیا لکھوں اگر آپ کو پسند آئے۔ اچھی سمجھئے نہ پسند آئے تو میں اسے اچھی باور کرانے پر بھی زور نہیں دوں گا۔ ویسے مجھے اس کا اندازہ بخوبی ہے کہ جو کہانیاں رواروی میں لکھ دیتا ہوں وہ آپ کو عموماً پسند آتی ہیں اور جن پر واقعی محنت کرتا ہوں ان میں آپ ضرور پنجشاخے نکالتے ہیں.... مگر اس کا اعتراف آپ کو بھی ہے کہ میں اپنی ہر نئی کہانی میں نیا انداز پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لہٰذا یہ کہانی بھی آپ ایسی ہی پائیں گے۔

ابن صفی



سردیوں کی ایک تاریک رات تھی۔ شہر میں کہر کی ہلکی سی چادر محیط تھی اور جگمگاتی ہوئی سڑکوں پر چلنے والوں کی زیادتی نہیں تھی ابھی صرف نو ہی بجے تھے، لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے رات ڈھل گئی ہو.... صدر کے فٹ پاتھ پر اس وقت تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں ہوتی تھی۔ قریب قریب ویران ہو چکے تھے۔ آج سردی اتنی ہی شدید تھی۔

ایریل نائٹ کلب کے سامنے والے فٹ پاتھ پر تو گویا قبرستان کا سناٹا تھا۔ ورنہ اس وقت تو یہاں زندگی ہی زندگی نظر آتی تھی۔ مگر ایریل نائٹ کلب اس وقت ایسے موسم میں بھی آباد تھا اور ابھی تک اِکا دُکا گاڑیاں اس کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوتی نظر آجاتی تھیں۔

مگر عمران کی کار کا کیا کام۔ اسے نائٹ کلبوں کی تفریحات سے دلچسپی نہیں تھی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ شہر کے کئی اچھے نائٹ کلبوں کا باقاعدہ طور پر ممبر رہا ہو۔

کار سیدھی اسی طرف چلی گئی جہاں کاریں پارک کی جاتی تھیں۔ عمران نیچے اترا.... اس کے جسم پر اوور کوٹ تھا اور فلٹ ہیٹ کا گوشہ پیشانی پر جھکا ہوا تھا۔

کلوک روم میں آکر اس نے اوور کوٹ اتارا اور فلٹ ہیٹ کھونٹی پر ڈال دی۔ کلوک روم کا محافظ اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ وہ عمران کو پہچانتا تھا۔ حالانکہ عمران روزانہ کے آنے والوں میں سے نہیں تھا۔ مگر اس کے بے جوڑ لباس کی وجہ سے لوگ عموماً اسے یاد ہی رکھتے تھے.... کلوک

روم کے محافظ نے اس پر نظر پڑتے ہی اسے پہچان لیا تھا اور اسے توقع تھی کہ اوور کوٹ کے نیچے سے کوئی مضحکہ خیز قسم کا لباس ظاہر ہو کر وقتی تفریح کا باعث بنے گا مگر ایسا نہیں ہو سکا اور اسی پر اسے حیرت ہوئی تھی۔ کیونکہ عمران آج باقاعدہ لباس میں تھا لیکن چہرے پر حماقت آج بھی نظر آ رہی تھی۔ کلوک روم کے محافظ نے بالکل اسی انداز میں ٹھنڈی سانس لی جیسے اسے عمران کو ڈھنگ کے لباس میں دیکھ کر صدمہ پہنچا ہو۔

آج عمران نے اس کی طرف دیکھ کر اپنے سر کو جنبش بھی نہیں دی تھی۔ وہ وہاں سے سیدھا ڈائننگ ہال میں چلا آیا۔ یہاں آرکسٹرا بج رہا تھا.... اور میزیں زیادہ تر آباد تھیں.... عمران ایک خالی میز پر بیٹھ گیا۔

اسے دیکھ کر ایک ویٹر میز کی طرف چل پڑا تھا۔ جیسے ہی وہ قریب آیا عمران نے آہستہ سے کہا۔ "شوگر میپل" اور پھر قدرے اونچی آواز میں بولا۔ "سردی بہت شدید ہے، میرے لئے انگاروں کا شربت لاؤ۔"

"انگاروں کا شربت" ویٹر نے حیرت سے دہرایا۔

"شوگر میپل" عمران نے پھر آہستہ سے کہا۔ "کیا تم بہرے ہو۔"

"بہت بہتر جناب" ویٹر مودبانہ انداز میں جھکا اور ایک باسلیقہ ویٹر کی طرح رخصت ہو گیا۔

عمران احمقانہ انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ پہلی بار کسی بڑی تفریح گاہ میں داخل ہوا ہو۔

کچھ دیر بعد ویٹر کافی کی ٹرے اٹھائے ہوئے واپس آیا.... ٹرے میز پر رکھ دی گئی اور ویٹر چلا گیا۔ عمران نے سب سے پہلے شکر کا برتن کھسکایا اس کے نیچے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ موجود تھا۔

اس نے اسے جوں کا توں رہنے دیا اور پیالی میں شکر ڈالنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کافی کے گھونٹ لیتا ہوا شکر دانی سے برآمد ہونے والی تحریر پڑھ رہا تھا۔

"اس کی شکل دیکھنے میں ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ ہمیشہ رات ہی کو اپنے کمرے سے نکلتا ہے اس کے اوور کوٹ کے کالر اٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور فلٹ ہیٹ جھکالی جاتی ہے۔ وہ کبھی ڈائننگ ہال میں نہیں دیکھا گیا۔ میں کوشش کر رہی ہوں کہ اسے دیکھ سکوں۔"

عمران نے کاغذ کو جیب میں ڈال لیا۔ اس کے بعد بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کافی پینے

میں جلدی کر رہا ہے۔

کافی ختم کر کے وہ تھوڑی دیر بعد بیٹھا جاز سنتا رہا پھر اس انداز سے اٹھا جیسے کوئی بات یاد آ گئی ہو۔ اس نے کاؤنٹر پر ہی کافی کی قیمت ادا کی اور تیزی سے چلتا ہوا کلوک روم میں آیا۔

محافظ نے اسے اوور کوٹ پہننے میں مدد دی۔

"آج بہت جلد تشریف لے جا رہے ہیں جناب۔" اس نے بڑے ادب سے کہا۔

"ہاں میں اپنا پرس گوڈئن بار کے کاؤنٹر پر بھول آیا ہوں۔"

"اوہ"

لیکن قبل اس کے کہ وہ اظہار ہمدردی کے طور پر کچھ سنتا عمران باہر آ چکا تھا وہ اتنی جلدی میں تھا کہ ایک آدمی سے ٹکراتے ٹکراتے بچ گیا۔ وہ بھی ٹھیک اسی وقت کلوک روم میں داخل ہوا تھا جب عمران نے باہر جانے کے لئے سپاٹا بھرا تھا۔

لیکن شاید اس آنے والے نے عمران کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ ورنہ دونوں میں یہیں مہابھارت ہو جاتی۔ کیونکہ یہ آنے والا محکمہ سراغرسانی کا سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض تھا۔

عمران نے کار اسٹارٹ کی اور اسے تیز رفتاری سے اگلے چوراہے کے ٹیلی فون بوتھ تک لایا۔ چوراہے پر اب ٹریفک کانسٹیبل بھی موجود نہیں تھا ورنہ وہ اسے غلط جگہ پر کار روکنے کے سلسلہ میں ضرور ٹوکتا۔ مگر عمران جلدی میں تھا وہ کار سے اتر کر ٹیلی فون بوتھ میں گھس گیا۔

پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔

دوسری طرف سے جواب ملنے پر اس نے کہا۔ "بلیک زیرو! ایریل نائٹ کلب میں کیپٹن فیاض پر نظر رکھنی ہے۔ فوراً پہنچ جاؤ۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ ٹپ ٹاپ کے علاوہ اور کسی نائٹ کلب میں نہیں جاتا۔"

"جی ہاں! وہ اکثر ٹپ ٹاپ ہی میں نظر آئے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ اب میں صبح تم سے رپورٹ لوں گا۔"

عمران سلسلہ منقطع کر کے باہر آیا اور پھر اس کی کار اسی رفتار سے دوڑنے لگی۔ سردی مزاج پوچھ رہی تھی۔ اسٹیئرنگ پر ہاتھ جمے ہوئے سے معلوم ہو رہے تھے۔

کچھ دیر بعد کار پھر رکی۔ لیکن یہ ایک تاریک سی گلی تھی۔ عمران نے اپنا اوور کوٹ اُتار کر کار میں ڈال دیا۔ صرف اوور کوٹ ہی نہیں بلکہ کوٹ اور فلٹ ہیٹ بھی اتار دی۔ اب جسم کے اوپر صرف ایک پتلون قمیض اور ٹائی رہ گئے۔ ٹائی کی گرہ اس نے ڈھیلی کر دی اور بال الجھا کر پیشانی پر گرا دیئے پھر کار سے اُتر آیا۔

اب وہ ایک گھٹیا قسم کا لفنگا نظر آ رہا تھا۔ اس نے کار کے دروازے مقفل کر دیئے اور گلی سے باہر نکل آیا.... سردی کی شدت بدستور قائم تھی۔ البتہ کہر اب کم ہو گئی تھی۔

عمران کے قدم ایک گھٹیا سے شراب خانے کی طرف اٹھ رہے تھے۔

وہ کسی جھجک کے بغیر شراب خانے میں داخل ہو گیا۔ بھدے اور بے ہنگم قہقہے اس کے استقبال کے لئے اٹھے۔ وہ یہی سمجھتا تھا قہقہے اسی کے لئے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ کوئی اس کی طرف متوجہ تک نہیں ہوا تھا۔

وہ ایک میز پر جم گیا۔ اس کی حالت سے یہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اپنی بساط سے زیادہ پی گیا ہو۔ پلکیں جھکی آ رہی تھیں اور آنکھیں بالکل سرخ تھیں اور وہ بیٹھے بیٹھے ہچکولے سے لے رہا تھا۔

دفعتاً ایک بھدے سے آدمی نے اس کی میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ "کیا چاہیئے"

"ہی ہی ہی!" عمران اس کے چہرے کے سامنے انگلی نچا کر ہنسا۔ "وہ چاہیئے.... لاؤ...."

"کیا چاہیئے۔"

"وہی۔ جو کہیں نہیں ملتی.... کہیں نہیں پیارے.... تم میرے بڑے بھائی ہو۔ اچھا ہو کہ نہیں؟.... لاؤ وہی لاؤ جو کہیں نہیں ملتی۔"

"ارے کھسکو.... یہاں اسکاچ وسکاچ نہیں ملے گی۔ رم لاؤں...."

"ابے ہماری توہین کرتا ہے.... رم پئیں گے ہم...."

دفعتاً ایک شرابی شاید نشے کی جھونک میں عمران پر آ گرا۔ میز الٹتے الٹتے بچی۔ پھر وہ اور عمران ایک دوسرے سے لپٹ پڑے۔

جو آدمی عمران کا آرڈر لینے آیا تھا دونوں کو الگ کرانے لگا۔ لیکن ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ صرف قہقہے لگا رہے تھے۔ ان میں سے ایک بھی نہیں اٹھا۔

ویسے شراب خانے کے دو ملازم غنڈے آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔ غالباً وہ

اس گھات میں تھے کہ ان دونوں شرابیوں کو اٹھا کر باہر فٹ پاتھ پر پھینک دیں۔ یہاں دنگا فساد کرنے والوں کے ساتھ یہی برتاؤ کیا جاتا تھا۔

لیکن ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی دونوں الگ ہو گئے تھے۔

"نکل جاؤ....!" ان میں سے ایک نے دونوں کی گردنیں دبوچتے ہوئے کہا۔

عمران بدستور نشے میں جھوم رہا تھا۔ اس نے بے بسی سے کہا، "جاتے ہیں یار اب کبھی ایسی بُری جگہ نہیں آئیں گے۔" وہ اپنی گردن چھڑا کر فٹ پاتھ پر اتر آیا لیکن دوسرا شرابی ان غنڈوں سے الجھ پڑا تھا۔

عمران کچھ دور تک شرابیوں ہی کی طرح جھوم جھوم کر چلتا رہا پھر اس نے ایک گلی میں مڑ کر اپنی رفتار تیز کر دی۔

گلی پار کر کے وہ دوسری طرف آیا۔ ویسے وہ اس گلی سے گزرتے وقت مڑ مڑ کے پیچھے ضرور دیکھتا رہا تھا کہ کہیں تعاقب تو نہیں ہو رہا۔

دوسری سڑک پر پہنچ کر وہ ایک بجلی کے کھمبے کے نیچے رک گیا اور اپنی مٹھی کھولی اس میں ایک مڑا تڑا سا کاغذ تھا اس نے بڑی تیزی سے کاغذ کو پھیلا دیا اور اس کی تحریر کو پڑھنے لگا۔

"وہ اس وقت شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ میں موجود ہے۔ آج میں اس کی شکل دیکھنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ لیکن آنکھیں نہیں دیکھ سکا کیونکہ آنکھوں پر مرکری پالش والے شیشوں کی عینک تھی۔ اس کے چہرے پر کنگ جارج ففتھ ٹائپ کی سیاہ ڈاڑھی ہے شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ میں پندرہ دن قبل ایک بوڑھی عورت مسز پارسن رہتی تھی وہ اسے خالی کر کے چلی گئی تھی۔ اب ایک ہفتہ سے پھر اس میں یہ پُراسرار کرایہ دار آ گیا ہے۔ وہ عموماً رات اسی فلیٹ میں گذارتا ہے اور دن بھر غائب رہتا ہے۔"

عمران نے پرچے کو جیب میں ڈال لیا اور اسی گلی کی طرف چل پڑا جہاں اپنی کار چھوڑی تھی۔ اس کی رفتار تیز تھی اور وہ اپنے بال پیشانی سے ہٹا کر پیچھے کی طرف الٹتا جا رہا تھا۔ کار کے قریب پہنچ کر اس نے سب سے پہلے باقاعدہ طور پر بالوں پر کنگھا کیا اور اوور کوٹ نکال کر پہنا۔ ٹائی کی گرہ درست کی۔

اسے پھر اسی شراب خانے کی طرف جانا تھا جہاں کچھ دیر پہلے ایک شرابی اس سے الجھ پڑا تھا۔

شائد وہ اسی کا کوئی آدمی تھا جس نے اس طرح اسے ایک اہم اطلاع دی تھی۔

وہ کار میں بیٹھ گیا اور کار پھر گلی سے سڑک پر نکل آئی لیکن اب عمران کے چہرے پر مونچھوں کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ ویسے یہ مونچھیں ایسی تھیں کہ قریب سے دیکھنے والے ان کے نقلی ہونے کا اندازہ بآسانی لگا سکتے تھے اور عمران بھی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا تھا کہ شراب خانے کے اندر بیٹھنے والے اسے دور ہی سے دیکھ کر پہچان نہ سکیں۔

اس کی اس خواہش کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا تھا کہ بالائی منزل کے زینوں پر قدم رکھتے ہی اس نے مونچھیں نکال کر جیب میں ڈال لی تھیں۔

کار اس نے شراب خانے کے سامنے ہی کھڑی کی تھی اور اب زینے طے کرتا ہوا اوپر جا رہا تھا۔ یہاں ایک لائن میں پانچ یا چھ فلیٹ تھے اور ان کے سامنے ایک طویل بالکنی تھی۔ وہ ٹھیک شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ کے سامنے رکا۔

دروازہ بند تھا۔ عمران نے اچٹتی سی نظر چاروں طرف ڈالی اور آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دینے لگا۔ پتہ نہیں کیوں اسے ایسا محسوس ہوا جیسے دستک کی آواز پر اندر سناٹا چھا گیا ہو۔ حالانکہ پہلے بھی اس نے اندر کسی قسم کی آواز نہیں محسوس کی تھی یہ تو اس کی چھٹی حس تھی جس نے اندر ایک سے زیادہ آدمیوں کی موجودگی کا یقین دلایا تھا۔

کچھ دیر بعد اندر سے قدموں کی آواز آئی اور دروازہ کھل گیا۔ عمران کے سامنے ایک طویل قامت آدمی کھڑا تھا۔ اسکے چہرے پر سیاہ اور نکیلی ڈاڑھی تھی اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔

"اوہ.... کیا مسز پارسن موجود ہیں۔" عمران نے ایسے لہجے میں پوچھا جیسے اسے وہاں اس ڈاڑھی والے کو دیکھ کر حیرت ہوئی ہو۔

"جی نہیں" بہت شرافت سے جواب دیا گیا۔ "وہ پتہ نہیں کب یہ فلیٹ خالی کر چکی ہیں۔ میں نیا کرایہ دار ہوں۔"

"تب تو.... میں تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔" عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں" ڈاڑھی والے نے کہا اور دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا۔

عمران اپنا داہنا گال کھجاتا ہوا زینوں کی طرف واپس لوٹا۔ اس بار اس نے مونچھیں لگانے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی کیونکہ اس کی پشت شراب خانے کی طرف تھی۔

کار فراٹے بھرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔



دفعتاً عمران کتوں کی طرح بھونکنے لگا اور کیپٹن فیاض نے بُرا سا منہ بنا کر اسکی اس بدمذاقی پر سلواتیں سنائیں لیکن عمران بھونکتا ہی رہا۔ یہ سلسلہ تو اس وقت ختم ہوا جب سلیمان چائے کی ٹرے لایا۔

چائے کے دوران میں عمران کچھ نہ بولا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ کچھ دنوں پہلے کسی بات پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا تھا لہٰذا بول چال بھی باقی نہیں رہی تھی ویسے یہ اور بات ہے کہ راہ چلتے کہیں ملاقات ہو جانے پر عمران نے اسے چھیڑنے کی کوشش ضرور کی ہو۔

"میں یہ کہنے آیا ہوں کہ تم جلد از جلد فلیٹ خالی کر دو۔ میرے ایک عزیز کو ضرورت ہے۔" فیاض نے چائے ختم کر کے ہونٹوں کو رومال سے خشک کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ایک عزیز کو کس چیز کی ضرورت ہے۔" عمران نے تحیر آمیز لہجے میں پوچھا۔

"فلیٹ کی۔ تم نے مجھ سے یہ فلیٹ کچھ دنوں کے وعدہ پر لیا تھا۔"

"اب تک کچھ ہی دنوں کے وعدہ پر میں اس میں نظر آ رہا ہوں۔"

"بس اب اسے خالی کر دو۔"

"مگر ابھی کچھ دن پورے کہاں ہوئے ہیں۔"

"وہ تو کبھی پورے نہ ہوں گے۔" فیاض کو غصہ آ گیا۔

"تب پھر مجبوری ہے۔" عمران سر ہلا کر غمناک لہجے میں بولا۔ "اللہ کی مرضی میں کس کو دخل ہے۔"

"عمران میں بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔"

"اگر اچھی طرح پیش آؤ تو کیا حرج ہے۔"

"میں رحمان صاحب سے اجازت لے چکا ہوں۔"

"کس بات کی۔"

"یہی کہ جس طرح تمہیں یہاں سے نکال سکوں نکال دوں۔"

"قرب قیامت کی دلیل ہے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "باپ پیدا ہوتے ہی لڑکوں کی برابری کرنے لگیں گے۔"

"میں تمہیں صرف تین دن کا نوٹس دے رہا ہوں۔"

"میں ایسی باتوں کا نوٹس ہی نہیں لیتا۔ کیا فائدہ اپنا دل خراب کرنے سے۔"

"تمہیں خالی کرنا پڑے گا۔" فیاض میز پر گھونسہ مارتا ہوا بولا۔

"تم اپنا اصل مقصد بیان کرو اور میز پر اتنے زور سے گھونسہ نہ مارو کہ تمہارے گھونسے کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

"اخاہ! تو تم سمجھتے ہو کہ میں کسی معاملے میں تمہاری مدد کا خواہاں ہوں۔"

"حالات ایسے ہی ہیں کہ میں سمجھنے پر مجبور ہوں۔"

"کیسے حالات۔"

"کیا میں پھر کتے کی طرح بھونکنا شروع کردوں؟"

"اوہ۔" فیاض اسے معنی خیز نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ "کیا مطلب۔"

"مطلب اسی عورت سے پوچھو، جو تمہیں پچھلی رات رورو کر بور کر رہی تھی۔"

"تم کیا جانو۔" فیاض کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"تم کسی بند کمرے میں نہیں تھے بلکہ ایریل نائٹ کلب میں تھے۔"

"مگر تم تو کہیں نہیں نظر آئے تھے۔"

"میرا ایسی واہیات جگہوں پر کیا کام۔" عمران نے کہا۔

"کسی کی ٹوہ میں رہنا بری بات ہے۔"

"آہا۔ یہ جملہ اس آدمی کی زبان سے سن رہا ہوں، جو دوسروں کی ٹوہ میں رہنے والوں کا سپرنٹنڈنٹ ہے۔ فیاض کہیں تمہیں گھاس تو نہیں کھا گئی۔"

"وہ ایک مظلوم عورت تھی۔"

"اور شراب کے نشے میں کتوں کی طرح بھونک رہی تھی۔"

"وہ پہلے ہی سے پئے ہوئے تھی..... میں نے نہیں پلائی تھی۔"

"تم کیا پلاؤ گے مکھوس کنجی..... ارر کنجوس مکھی چوس۔ مگر تم اسے مظلوم کیوں کہہ رہے ہو۔ ہوسکتا ہے اس کی داستان محض نشے کی جھونک رہی ہو۔"

"نہیں مجھے علم ہے کہ..... شہاب فکری کو کسی پاگل کتے نے کاٹ لیا ہے..... اور وہ پاگل

ہو گیا ہے۔"

"شہاب فکری سے اس عورت کا کیا تعلق ہے۔"

"وہ اس کی دوست ہے۔"

"اور تمہیں محکمہ سراغرسانی کے سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے جانتی ہے۔"

"ہاں۔ ہم پرانے شناسا ہیں۔"

"تو تمہیں اس عورت نے وہ داستان کیوں سنائی تھی۔"

"ارے بس ختم کرو۔" فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں یہاں اس لئے نہیں آیا تھا۔ تم بتاؤ کہ فلیٹ کب خالی کررہے ہو۔"

"تم ایک بہت بڑی مصیبت میں پھنسنے والے ہو فیاض۔ اس لئے اگر مجھ سے جھگڑا نہ کرو تو بہتر ہے۔"

"تم اس کی پرواہ مت کرو۔ مصیبت میں پھنسنے کے باوجود بھی میں تم سے فلیٹ خالی کرا کے رہوں گا۔"

"تمہارے فرشتے بھی نہیں خالی کراسکتے۔ تم جیسے لوگوں کے لئے میں قانون کا منہ بھی نہیں دیکھوں گا۔"

"میں سچ کہتا ہوں ہمیشہ رحمان صاحب کا خیال مجھے باز رکھتا ہے۔ ورنہ تم اس شہر میں نہ دکھائی دو۔"

"اور مجھے تمہاری بیوی کی بیوگی کا خیال کھانے کو دوڑتا ہے۔"

"میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تم تین دن کے بعد اس فلیٹ میں نظر نہ آؤ گے۔"

"اسی صورت میں جب تم دیکھنے ہی سے معذور ہو جاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔" فیاض اٹھتا ہوا بولا۔ "تم دیکھ ہی لو گے۔"

"نہیں میں اپنی آنکھیں بند کرلوں گا۔"

فیاض پیر پٹختا ہوا چلا گیا۔

عمران کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی کچھ دیر بعد اٹھ کر وہ دوسرے کمرے میں آیا جہاں پرائیویٹ فون تھا۔ اس نے بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے دوسری طرف سے جواب ملنے

میں دیر نہیں لگی۔

"ایکس ٹو" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"یس سر" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"پچھلی رات ایریل میں جو لڑکی کیپٹن فیاض کے ساتھ تھی اس کے متعلق مزید اطلاعات درکار ہیں۔"

"سب سے اہم اطلاع تو یہ ہے جناب کہ وہ نشے میں قطعی نہیں تھی۔"

"مگر تم اپنے بیان کی تردید کر رہے ہو۔"

"جی ہاں! پچھلی رات اس نے یہی ظاہر کیا تھا کہ وہ نشے میں ہے لیکن وہ شراب پیتی ہی نہیں ہے۔"

"یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔"

"میں نے اس کے قریبی دوستوں سے معلوم کیا ہے۔"

"خیر.... اور کچھ۔"

"پاگل کتوں کا تذکرہ اس کا محبوب مشغلہ ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"وہ جہاں بھی بیٹھتی ہے پاگل کتوں کا تذکرہ ضرور چھیڑتی ہے۔"

"تذکرے کا مقصد کیا ہوتا ہے؟"

"شہاب فکری کی حالت پر افسوس ظاہر کرنا.... اس کے لئے رونا اور سسکیاں لینا۔"

"تو وہ شہاب کی محبوبہ ہے۔"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس کی محبوبہ ہے یا وہ اس کا محبوب ہے۔"

"کتوں کے تذکرے کے سلسلے میں اور کیا کہتی ہے۔"

"اسے اس پر حیرت ہے کہ شہاب فکری سمیت اب تک چار سیاسی لیڈر پاگل کتوں کا شکار ہو چکے ہیں اور وہ سیاسی لیڈر ایک ہی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ پارٹی بھی وہ ہے جو اس بار یقینی طور پر برسر اقتدار پارٹی کو انتخابات میں شکست دے دے گی۔"

"گڈ...." عمران سر ہلا کر بولا۔ "غالباً پچھلی رات وہ فیاض کو بھی یہی سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔"

"جی ہاں۔ مگر فیاض صاحب اس کے مافی الضمیر سے واقف نہیں ہو سکے کیونکہ وہ خود کو نشے میں پوز کر رہی تھی۔"

"خیر ان چاروں لیڈروں کے بارے میں کیا خبر ہے۔"

"ان کا ذہنی توازن اب بھی ٹھیک نہیں ہو سکا۔"

"اس کے علاوہ پاگل کتوں کے بارے میں اور کوئی رپورٹ۔"

"نہیں جناب۔ مگر میرا خیال ہے کہ شہر میں اس قسم کی اور بھی وارداتیں ہوئی ہوں گی چونکہ وہ مشہور سیاسی لیڈر ہیں اس لئے ان کا معاملہ شہرت پا گیا۔"

"تمہارا خیال درست بھی ہو سکتا ہے۔ اچھا اس سلسلے میں کوئی ایسا کیس تلاش کرو جو کسی عام آدمی کا ہو۔"

"میں کوشش کروں گا جناب۔"

"نہیں.... ٹھہرو۔ سب سے پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ آج فیاض کے قدم ایریل میں نہ جمنے پائیں۔"

"میں کوشش کروں گا جناب۔"

"بلکہ وہ ایریل تک پہنچنے ہی نہ پائے تو بہتر ہے۔"

"یہ نسبتاً آسان ہو گا جناب۔"

"مجھے یقین ہے۔" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کے بعد پھر وہ نشست کے کمرے میں واپس آ گیا۔

لیکن دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ نشست کے کمرے والے فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو" عمران ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں دھاڑا۔

"آہستہ بولو کہیں لائن نہ خراب ہو جائے۔" دوسری طرف سے کیپٹن فیاض کی آواز آئی۔

"تمہاری بلا سے تم کون ہو۔"

"فیاض۔"

"کیا ہے۔"

"میں تمہیں ایک ماہ کی مہلت دے سکتا ہوں۔"

"مگر میں کل ہی فلیٹ خالی کر رہا ہوں۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اتنی جلدی بھی نہیں ہے۔"

"کچھ بھی ہو میں نہیں دیکھ سکتا کہ تمہارے عزیز سڑکوں پر ڈیرے ڈالے پھریں۔"

"میں پھر آ رہا ہوں زبانی گفتگو کرونگا۔" فیاض نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

عمران کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی اور وہ آرام کرسی میں گر کر چیونگم کا پیکٹ پھاڑنے لگا۔

فیاض نے وہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگائی۔ شاید اس نے کہیں قریب ہی سے فون کیا تھا۔

عمران لاپروائی سے آرام کرسی میں پڑا رہا۔

"ہام" فیاض بیٹھتا ہوا مسکرایا۔ "تم بڑے خدا ترس بن رہے ہو۔ آج کل۔ یعنی یہ فلیٹ کل ہی خالی کر دو گے۔"

"پپ"

فیاض ہنسنے لگا لیکن اس ہنسی میں کھوکھلا پن تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم یہ فلیٹ کیوں خالی کرانا چاہتے ہو۔" عمران نے کہا۔

"کیا جانتے ہو۔"

"یہی کہ شہاب فکری کی محبوسہ.... مجذوبہ.... کیا کہتے ہیں اسے...."

"کچھ بھی کہتے ہوں۔ لیکن اس نے جو کچھ بھی کہا ہے قابل غور ہے۔" فیاض بول پڑا۔

"لیکن فیاض صاحب وہ نشے میں نہیں تھی۔" عمران بولا۔

"کیا بات کرتے ہو۔ اس کے منہ سے بو آ رہی تھی۔"

"خیر چلو تسلیم کر لیا لیکن وہ تم سے کیا چاہتی ہے۔ رو کیوں رہی تھی۔"

"بات یہ ہے کہ وہ شہاب کو بے حد چاہتی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ان سب حرکتوں کے ذمہ دار وہ ممالک ہیں جو موجودہ برسر اقتدار پارٹی ہی کو برسر اقتدار دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"یعنی ان پاگل کتوں کا تعلق برسر اقتدار پارٹی سے ہے۔" عمران نے کہا۔

"غالباً وہ مجھے یہی باور کرانا چاہتی تھی۔ مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہہ رہی تھی کہ اس قسم کی کوئی سازش کسی دیسی آدمی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس میں کسی بیرونی ہی طاقت کا ہاتھ

ہو سکتا ہے۔ مگر تم خود سوچو کیا وہ پاگل کتے صرف سیاسی لیڈروں ہی کو پہچانتے ہیں۔"

"کیا ان چاروں کے علاوہ ابھی تک اور کوئی کیس رجسٹر نہیں ہوا...."

"میرے علم میں تو نہیں ہوا۔" فیاض بولا۔

"کیا تم نے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔" عمران نے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ میرے آدمی خصوصیت سے اس فکر میں ہیں۔"

"اچھا تمہارا کیا نظریہ ہے۔"

"میں یہ سوچتا ہوں کہ.... اس میں صداقت بھی ہو سکتی ہے.... تم اسے اتفاق کیسے کہو گے۔ ایک نہیں بلکہ چار لیڈر ان پاگل کتوں کے شکار ہوئے ہیں اور چاروں ایک ہی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں اور پارٹی بھی وہ ہے جو آنے والے انتخابات میں سو فیصدی کامیابی حاصل کرے گی۔"

"آہا تو میں بس یہ سمجھ لوں کہ اب تم برسر اقتدار پارٹی کے خلاف تحقیقات شروع کر دو گے۔"

"بب.... بات.... تو سنو۔" فیاض ہکلایا۔ "مطلب یہ ہے کہ میں اس سلسلے میں تمہارا خیال معلوم کرنا چاہتا ہوں اور یہ تو اب مجھے معلوم ہی ہو گیا ہے کہ تم پہلے ہی سے اس کے چکر میں تھے۔"

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور دردناک آواز میں بولا۔ "تم غلط سمجھے ہو.... مجھے آج یہ معلوم کر کے بے حد صدمہ ہوا ہے کہ وہ لڑکی جس سے مجھے وہ ہو گئی تھی.... دراصل فہاب شکری.... ارر.... شہاب فکری سے وہ کرتی ہے۔"

"تم گدھے ہو تمہیں کسی سے وہ ہو ہی نہیں سکتی۔ تمہارے سینے میں ویسا دل نہیں ہے۔"

فیاض ہنسنے لگا۔

"خیر.... سوپر فیاض۔ میں تم سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو۔"

"مجھے بتاؤ کہ میں اس سلسلے میں کیا کروں۔"

"صبر کرو۔" عمران نے پھر ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے بولا۔ "فرض کرو یہ حقیقت بھی ہوتی تو سب سے پہلے تمہیں برسر اقتدار پارٹی کے خلاف تفتیش کرنی پڑتی۔"

"سنو تو سہی۔" فیاض نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کا تعلق برسر اقتدار پارٹی سے نہ ہو۔"

"پھر۔"

''میں تہمینہ ہی کے خیال سے متفق ہوں۔'' فیاض نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''یعنی ہو سکتا ہے کہ کوئی بیرونی طاقت اس کی ذمہ دار ہو۔ وہ اس پارٹی کا اقتدار پسند نہ کرتی ہو۔''

''اونہہ ختم بھی کرو۔ ابھی تم نے کیا نام لیا تھا۔ ہائے مجھے تو اس فلبدن کا نام ہی نہیں معلوم تھا۔''

''فلبدن۔'' فیاض اسے گھورتا ہوا بڑبڑایا۔ ''تم کیا بک رہے ہو۔''

''اوہو.... تو کچھ اور کہتے ہوں گے۔'' اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میری تو نیندیں حلال ہو گئیں۔ ارے نام بتاؤ اس کا۔''

''تہمینہ۔''

''آہا.... کیا نام ہے.... بھنے ہوئے قیمے کا مزہ آ گیا۔'' عمران کسی ندیدے بچے کی طرح منہ چلانے لگا۔

''تم نہیں بتاؤ گے مجھے۔''

''کیا بتاؤں۔ ڈیئر سوپر فضی۔''

''مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔''

''فی الحال تم اسے ایک چٹپٹی سی غزل لکھ بھیجو اور انتظار کرو کہ وہ کیا جواب دیتی ہے۔ اگر وہ لکھ دے کہ جناب بھائی صاحب سب خیریت ہے تو سو فیصدی اسے اپنی بھی خیریت سمجھو۔''

''فضول بکواس مت کرو۔ مجھے اس لڑکی پر رحم آتا ہے۔''

''مگر اپنی بیوی پر رحم نہیں آتا.... آہا.... لیکن اب وہ لڑکی کہاں رہی ہے۔ اگر تم لڑکیوں کے والدین پر رحم کیا کرو سوپر فیاض تو خدا بھی خوش ہو گا۔''

''تمہاری ایسی کی تیسی۔'' فیاض جھلا کر اٹھ گیا۔

''کیا اب پھر فلیٹ خالی کرنا پڑے گا۔'' عمران نے بے بسی سے پوچھا۔

''نہیں اب شائد تمہیں یہ شہر ہی چھوڑنا پڑے۔ تم سرکاری کاموں میں خارج ہوتے ہو۔''

''مجھے علم نہیں تھا کہ تم پچھلی رات سرکاری موڈ میں تھے اور وہ سرکار کے لئے رو رہی تھی.... اچھا سوپر فیاض.... ٹاٹا....''

''میں نہیں جاؤں گا۔'' فیاض پھر بیٹھ گیا۔

''میں جانتا ہوں کہ اب مجھے اس فلیٹ میں ایک یتیم خانہ قائم کرنا پڑے گا۔'' عمران سر ہلا کر بولا۔

''میں تمہارے خلاف تہمینہ سے ایک رپورٹ درج کرا دوں گا۔''

''وہ رپورٹ کیا ہو گی۔ سوپر فیاض۔''

''یہی کہ تم اس کا تعاقب کرتے ہو۔''

''ارے مر گیا۔'' عمران خوفزدہ سی آواز میں بولا۔

''اور پھر تم سے پوچھوں گا کہ آج کل کن ہواؤں میں رہتے ہو۔''

''نہیں خدا کے لئے ایسا نہ کرنا۔''

دفعتاً دروازے پر کسی نے دستک دی اور عمران سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

''آ جاؤ۔'' اس نے بلند آواز میں کہا۔

دروازہ کھلا اور فیاض ہکا بکا رہ گیا۔ آنے والی ایک دراز قد اور صحت مند لڑکی تھی۔ اس کے بال بھورے اور گھونگریالے تھے لیکن انہیں سمیٹ کر باندھا نہیں گیا تھا بلکہ وہ اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ لڑکی بھی فیاض کو دیکھ کر متحیر نظر آنے لگی تھی۔

''اوہ.... کیپٹن....'' لڑکی کے ہونٹوں پر ایک جھجکتی ہوئی مسکراہٹ تھی۔

''تم یہاں کیسے'' فیاض اٹھتا ہوا بولا۔

عمران احمقانہ انداز میں کبھی فیاض کی طرف دیکھنے لگتا تھا اور کبھی لڑکی کی طرف۔

''مجھے اطلاع ملی تھی'' لڑکی اپنے نچلے ہونٹ پر زبان پھیر کر بولی۔ ''کہ آپ یہاں ہیں۔''

پھر اس کی نظر عمران پر پڑی اور وہ سٹپٹا گئی۔ عمران کا منہ کھلا ہوا تھا وہ ایک بار ہنسنے کے سے انداز میں پھیلا اور پھر سکڑ گیا۔ اس وقت وہ سر تا پا حماقت بنا ہوا تھا۔

''اوہو.... تو آؤ چلیں۔'' فیاض لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ عمران خاموش بیٹھا رہا۔ لڑکی مڑ مڑ کر اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔



اسی رات کو ایریل نائٹ کلب کی تیرھویں میز پر عمران تھوڑی دیر کے لئے رکا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ میز خالی تھی اور اس پر ریزرویشن کارڈ پڑا ہوا تھا۔ بلیک زیرو کی بہم پہنچائی ہوئی اطلاع کے مطابق یہ میز تہمینہ کے لئے مخصوص تھی۔ پچھلی رات بھی اس نے اسے اسی میز پر دیکھا تھا۔

عمران ایک ایسی میز پر بیٹھ گیا جو کسی کے لئے مخصوص نہیں تھی۔ اسے تہمینہ کی آمد کا انتظار تھا۔ تہمینہ جسے وہ اپنی دانست میں صرف تیرہ نمبر کی میز کے توسط سے پہچان سکتا۔

اسے زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔ کیونکہ ٹھیک ساڑھے نو بجے ایک لڑکی تیرہ نمبر کی میز پر نظر آئی۔ مگر وہ عمران کے لئے اجنبی بھی نہیں تھی۔ وہ تو وہی لڑکی تھی جو آج ہی فیاض کی موجودگی میں اس کے فلیٹ میں آئی تھی اور جسے فیاض اپنے ساتھ لے کر بڑی بدحواسی کے عالم میں وہاں سے رخصت ہوا تھا۔ عمران نے میز پر رکھا ہوا اگلدان اپنے چہرے کے سامنے کھسکا لیا۔

لڑکی کے چہرے پر فکرمندی کے آثار تھے۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھی رہی پھر اس نے ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر کچھ کہا۔ ویٹر مؤدبانہ انداز میں سر ہلا کر چلا گیا۔

لڑکی کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔

کچھ دیر بعد ویٹر پورٹ کی ایک بوتل اور چھوٹا سا گلاس ٹرے میں رکھ لایا۔

بہتیرے لوگ اسے گھور رہے تھے۔ مگر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہاں کسی سے بھی اس کی شناسائی نہ ہو۔ اگر یہاں اس کے جاننے والے بھی موجود ہوتے تو وہ اپنی میز پر تنہا نہ ہوتی۔

عمران اس وقت اپنی میز سے اٹھا جب وہ پورٹ کا گلاس ختم کر کے اپنے ہونٹ رومال سے خشک کر رہی تھی۔

وہ سیدھا اس کی میز کی طرف چلا گیا۔ پہلے تو تہمینہ اسے دیکھ کر جھجک پڑی مگر پھر بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی۔

"میرا خیال ہے کہ میں نے آج ہی آپ کو دیکھا تھا۔" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تشریف رکھئے جناب۔"

عمران بیٹھ گیا۔

"کیا آپ ہی مسٹر عمران ہیں۔" تہمینہ نے پوچھا۔

"جج.... جی ہاں...." عمران نے کہا اور اس انداز میں اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا جیسے وہ اس لڑکی سے بے حد مرعوب ہو گیا ہو۔

"مجھے لیڈی تنویر نے آپ کے پاس بھیجا تھا۔"

"اف.... فوہ.... لیڈی تنویر۔" عمران کچھ اور زیادہ بدحواس ہو کر بولا۔ "ان سے کہہ دیجئے

گا کہ میں بھولا نہیں ہوں۔ ان کا قرض ادا کر دوں گا۔ بات یہ ہے.... محترمہ.... ارر...."

"مجھے تہمینہ کہتے ہیں۔" لڑکی بولی۔

"اوہ.... اچھا جی ہاں.... دیکھئے! بات دراصل یہ ہے کہ بزنس میں گھاٹا ہو گیا.... آج کل سرسوں کا بھاؤ گر رہا ہے.... میں نے سوچا تھا کہ شکر قند...."

تہمینہ ہنسنے لگی اور ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "بس عمران صاحب مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ آپ لیڈی تنویر کا قرض ادا کریں یا نہ کریں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں میں تو ایک التجا لے کر آئی تھی۔"

"اوہو تو اس وقت ہے آپ کے پاس۔"

"کیا۔"

"التجا۔"

وہ پھر مسکرائی اور بولی۔ "میری مدد کیجئے مسٹر عمران.... میں بے حد پریشان ہوں اور ٹھہریئے مگر آپ پورٹ کیا پئیں گے۔ پھر میں آپ کے لئے کیا منگواؤں۔"

"ساڑھے نو بجے کے بعد صرف ٹھنڈا پانی پیتا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"خیر۔ آپ نہیں پیتے اور میں نے بھی حال ہی میں شروع کی ہے۔ میں کیا کروں بولئے۔ جب الجھنیں حد سے زیادہ بڑھ جائیں تو آدمی کیا کرے۔ پھر شراب ہی تو سہارا دیتی ہے۔"

"جی ہاں۔ اسی صورت میں جب ہمدرد کی قرص پودینہ دستیاب نہ ہو۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"بڑھتی ہوئی الجھنیں عموماً معدے کی خرابی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔"

"کاش آپ کو حالات کا علم ہوتا۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"کیسے حالات مس تخمینہ...."

"تہمینہ جناب۔" وہ پھر ہنس پڑی۔

"معاف کیجئے گا مجھے نام یاد نہیں رہتے۔"

"کیا آپ کو علم ہے کہ استقلال پارٹی کے چار لیڈر پاگل ہو گئے ہیں۔"

"چار پاگل.... لیڈر ہو گئے ہیں۔" عمران نے حیرت سے کہا۔

"مسٹر عمران۔ خدا کے لئے میری بات سنجیدگی سے سن لیجئے۔ لیڈی تنویر کا خیال ہے کہ

صرف آپ ہی میری مدد کر سکتے ہیں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ اب بڑی لاپروائی سے دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ تہمینہ نے پھر کہا۔

"لیڈی تنویر نے یہ بھی بتایا تھا کہ آپ بہت مشکل سے قابو میں آئیں گے۔"

"لیڈی تنویر نے غلط نہیں کہا تھا۔ کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ شہاب فکری کو کب سے جانتی ہیں۔"

"میرے خدا" تہمینہ اچھل پڑی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ "کیا کیپٹن فیاض نے آپ کو بتایا تھا۔"

"جی نہیں کیپٹن فیاض بھی اپنا قرض ہی وصول کرنے آیا تھا۔"

"پھر آپ نے یہ سوال مجھ سے کیسے کیا۔"

"کیونکہ میں بارہا آپ کو شہاب فکری کے ساتھ دیکھ چکا ہوں اور مجھے اس کا بھی علم ہے کہ آج کل کسی پاگل کتے نے اسے سچ مچ لیڈر بنا دیا ہے۔"

"اوہ.... اتنی بے دردی سے اس ٹریجڈی کا تذکرہ نہ کیجئے، مسٹر عمران۔"

"اچھا۔" عمران نے بڑی سعادت مندی ظاہر کی۔

"کیپٹن فیاض یہ کام کیوں نہیں کر سکیں گے۔ کیا آپ مجھے اس کی وجہ بتا سکتے ہیں۔" تہمینہ نے پوچھا اور دوسرا گلاس لبریز کرنے لگی۔

"وجہ آپ مجھ سے بہتر سمجھ سکتی ہیں۔"

"نہیں آپ کا خیال معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"میرا خیال یہ ہے کہ آپ خواہ مخواہ اپنا وقت برباد کر رہی ہیں۔ یہ چاروں حادثات اتفاقیہ بھی ہو سکتے ہیں۔"

"اتفاقیہ.... ہرگز نہیں۔ میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔ ایک ہی پارٹی کے چار لیڈر اور لیڈر بھی کیسے جن پر پارٹی کے استحکام کا دارومدار تھا.... کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ اس بار یہی پارٹی برسر اقتدار آئے گی۔"

"ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو.... پھر۔"

"کیا بہترین لیڈروں سے محروم ہو جانے پر یہ پارٹی الیکشن کے زمانے تک زندہ رہ سکے گی۔"

"نہیں۔"

"آپ ہی بتائیے کہ میں انہیں اتفاقیہ حادثات کیسے سمجھ لوں۔"

"سمجھئے.... لیکن ابھی تک آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ میں نے پوچھا تھا کہ آپ شہاب فکری کو کب سے جانتی ہیں۔"

"سالہا سال سے، ہم دونوں کلاس فیلو رہ چکے ہیں۔ اوہ مسٹر عمران کیا اتنی چھوٹی عمر میں اتنی ترقی حیرت انگیز نہیں ہے۔ وہ ملک کا سب سے کمسن لیڈر ہے۔"

"یقیناً ہے۔"

"پھر بتائیے۔ میں کیا کروں۔"

"اچھا میں کوشش کروں گا کہ وہ ایک سال کے اندر ہی اندر بوڑھا ہو جائے اور کوئی خدمت؟"

تہمینہ پھر ہنسنے لگی مگر انداز رو دینے کا سا تھا۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں بہت زیادہ پریشان ہوں۔ گفتگو کرتے وقت اظہار خیال کے لئے الفاظ کا انتخاب میرے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔"

"کیا شہاب شروع ہی سے اس پارٹی کے لئے کام کرتا رہا ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ اس نے اب تک کئی پارٹیاں بدلی ہیں۔ دیکھئے نا مسٹر عمران آگے بڑھنے کے لئے یہی کرنا پڑتا ہے۔ ایک آدھ بار اس سے اندازے کی غلطی بھی ہوئی ہے ورنہ وہ اس وقت وزیر ہوتا۔"

"یعنی.... وہ موجودہ برسر اقتدار پارٹی کا ایک رکن ہوتا۔"

"غالباً۔"

"لیکن اندازے کی غلطی اسے استقلال پارٹی کی طرف لے آئی۔"

"جی ہاں۔"

"اور جب استقلال پارٹی کے آگے بڑھنے کے امکانات پیدا ہوئے تو پاگل کتوں کی بن آئی۔"

تہمینہ نے صرف سر ہلا دیا۔ وہ تیسرا گلاس بھر رہی تھی۔

"اچھا تو پھر آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔" عمران نے پوچھا۔

"برسر اقتدار پارٹی کے ان افراد کے خلاف تفتیش کیجئے، جو یہ سب کچھ کرا رہے ہیں۔"

"اگر تفتیش ہو بھی گئی تو آپ کیا بنا بگاڑ لیں گی۔"

"میں اپنے سینے میں چھرا گھونپ لوں گی۔ اس سازش کے خلاف پوری قوم کو بھڑکاؤں گی۔"

"چھرا گھونپ لینے سے پہلے یا بعد!"

"میرا مضحکہ نہ اڑایئے۔ میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ مطمئن ہو جاؤں۔"

"بس مطمئن ہو جایئے کہ یہ برسراقتدار پارٹی ہی کے کچھ افراد کی حرکت ہے۔"

"آپ کو یقین ہے!"

"میں سنی ہوئی باتوں پر یقین نہیں کرتا۔"

"میں کہتی ہوں یہ سب کچھ جہنم میں جائے لیکن شہاب کی ذہنی حالت ٹھیک ہو جائے۔ مجھے اس کے سیاسی کیریئر سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہے۔"

"کیا میں کوئی ڈاکٹر ہوں کہ اس کی ذہنی حالت ٹھیک کر سکوں گا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا چاہتی ہوں۔"

"اور میں بھی ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ آپ کس معاملے میں میری مدد کی خواہاں ہیں۔ غالباً آپ نے فیاض سے بھی مدد ہی طلب کی تھی۔"

"جی ہاں۔ مگر وہ سرکاری آدمی ہیں۔"

"برسراقتدار پارٹی کے کسی فرد کے خلاف تفتیش نہیں کر سکے گا۔ کیوں؟"

"جی ہاں۔ آپ سمجھتے ہی ہیں۔"

"میں سب کچھ سمجھتا ہوں۔ پھر بھی میرا سوال تشنہ رہا جاتا ہے جب آپ بھی برسراقتدار پارٹی کے خلاف آواز نہ اٹھا سکیں گی تو تفتیش سے فائدہ ہی کیا۔"

"مجھے شبہ ہے کہ شہاب اس سازش سے واقف تھا۔"

"آہا.... ٹھیک اب آپ نے کام کی بات شروع کی ہے۔ لیکن آپ کو اپنے شبہ کی وجہ بھی بتانی پڑے گی۔"

"اس نے اکثر تذکرۃً کہا ہے کہ استقلال پارٹی اپنی بے پناہ مقبولیت کے باوجود بھی کامیاب نہ ہو سکے گی۔"

"اوہ۔ کیا یہ صرف شہاب ہی کا خیال تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ صرف شہاب ہی ایسا سوچ رہا تھا۔ ورنہ آپ جانتے ہیں کہ اب بھی ایک عام آدمی کا یہی خیال ہے کہ اس بار استقلال پارٹی اکثریت میں ہو گی۔"

"شہاب نے اپنے اس خیال کی وجہ کیا بتائی تھی۔"

"کچھ بھی نہیں۔ میں نے وجہ پوچھی ہی نہیں تھی۔ کیونکہ اس وقت یہ اتنی اہم بات نہیں تھی۔ ہم کسی ایک چیز کے متعلق مختلف قسم کے خیالات رکھ سکتے ہیں۔"

"مگر.... مس تخ.... ار.... تہمینہ.... میں اب بھی سوچ رہا ہوں کہ آپ نے اپنے تمام تر شبہات مجھ پر ظاہر کر دیئے ہیں یا اب بھی کچھ چھپا رہی ہیں۔"

"میں کیا چھپا رہی ہوں۔"

"ان لوگوں کی شخصیتیں جن پر آپ کو حقیقتاً شبہ ہے۔"

وہ خاموش ہو گئی لیکن بدستور عمران کی آنکھوں میں دیکھے جا رہی تھی۔ عمران نے بھی اپنے سوال کے جواب پر زور نہیں دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کی کوئی مدد نہ کر سکوں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ فیاض ہی سے اس سلسلے میں گفت و شنید کیجئے۔"

"مسٹر عمران پلیز.... بیٹھ جایئے.... خدا کے لئے بیٹھ جایئے۔" وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر رو دینے کے سے انداز میں بولی۔

"ہاں.... آں.... میں بیٹھ سکتا ہوں لیکن ہم شیرازی کبوتروں کے متعلق گفتگو کریں گے۔"

"شیرازی کبوتروں کے متعلق۔" تہمینہ نے حیرت سے دہرایا۔

چلئے میں مرغیاں بھی برداشت کر لونگا۔ مگر آپ اب پاگل کتوں کا تذکرہ نہیں چھیڑیں گی۔"

تہمینہ ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔ "لیڈی تنویر نے بھی یہی کہا تھا کہ آپ آسانی سے قابو میں نہیں آئیں گے۔ مسٹر عمران خدا کے لئے مجھ پر رحم کیجئے۔ میرا مستقبل اب صرف اسی شخص کے ہاتھوں میں ہو سکتا ہے.... جو...."

یک بیک وہ خاموش ہو گئی.... پھر تھوڑے توقف کے ساتھ بولی۔ "شہاب ہی میرا مستقبل ہے.... اور آپ نے اس سلسلے میں وہ بات پوچھی ہے جو کیپٹن فیاض نے پوچھی تھی۔ آپ کو شبہ ہے کہ میں ایسے کسی آدمی کو جانتی ہوں جو ان واقعات کا ذمہ دار قرار دیا جا سکے۔"

"ہاں میں یہی محسوس کرتا ہوں۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"مگر میں کسی خاص آدمی کے خلاف شبہ نہیں ظاہر کرنا چاہتی۔"

"آپ کی مرضی.... میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اب مرغیوں اور کبوتروں کے متعلق گفتگو کیجئے۔ کیا خیال ہے اگر منار کا مرغیوں کو فرنچ سکھائی جائے تو کتنے دنوں میں تلفظ پر قادر

ہو سکیں گی۔"

"مسٹر عمران میں اپنا شبہ ظاہر کر دوں گی.... خدا کیلئے مجھے بور نہ کیجئے۔ میں ہنسنا نہیں چاہتی۔"

"آپ رونا شروع کر دیجئے۔ اگر میں بھی ساتھ نہ دوں تو میری گردن اڑا دیجئے گا۔ کیا لیڈی تنویر نے یہ نہیں بتایا تھا کہ عمران یاروں کا یار ہے؟ کسی حال میں بھی ساتھ نہیں چھوڑتا۔ اکثر میرے پڑوس کی بوڑھیاں میتوں پر بین کرانے کے لئے مجھے اپنے ساتھ لے جاتی ہیں اور میں غمزدوں کی طبیعت خوش کر دیتا ہوں۔"

وہ پھر ہنس پڑی مگر انداز رو دینے کا سا تھا۔

"سنئے" وہ یک بیک سنجیدہ ہو گئی۔ "جب میں نے شہاب سے استقلال پارٹی کی غیر متوقع شکست کے امکانات کی وجہ پوچھی تھی تو اس نے اس پر کوئی منطقی بحث نہیں کی تھی بلکہ صرف اتنا کہا تھا کہ نواب مشکور اس سلسلے میں بہت کچھ کر سکتا ہے۔"

"نواب مشکور... ارے وہ تو ڈمی ہے.... مٹی کا ڈھیر۔" عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"کیوں؟"

"ارے بھی وہ قومی اسمبلی کا ایک ممبر ہے۔ نہ کبھی اخبارات میں اس کے بیانات آتے ہیں اور نہ کبھی میں نے کسی اخبار میں اس کی تصویر ہی دیکھی ہے۔ اجلاس کے دوران میں بھی اسے کبھی بولتے ہوئے نہیں سنا گیا۔"

"اس لئے وہ مٹی کا ڈھیر ہے۔" تہمینہ مسکرائی۔

"چلئے شکر کا ڈھیر سمجھ لیجئے۔ مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"کیا آپ نے اسے کبھی دیکھا ہے۔"

"نہیں۔" عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا دیا۔ "وہ بہت کم اپنے مکان کی چہار دیواری سے نکلتا ہے۔ قومی اسمبلی کے اجلاس کے دوران میں بھی وہ بند گاڑیوں میں آتا ہے۔"

"لیکن اسکے پاس بے شمار اقسام کے کتے ہیں۔" تہمینہ نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ کہا۔

"تب آپ اُسے غلاظت کا ڈھیر کہہ سکتی ہیں۔"

"پوری بات سنئے۔" وہ جھلا گئی۔

"آپ بتاتی کب ہیں کہ بات پوری ہو گئی یا نہیں ہوئی۔ اگر میں یہ بوتل نیچے رکھ دوں تو

آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔"

تہمینہ کا گلاس خالی ہو چکا تھا اور وہ بوتل کی طرف ہاتھ بڑھا ہی رہی تھی کہ عمران نے اسے اٹھا کر نیچے رکھ دیا اور تہمینہ کے ہونٹوں پر ایک جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ نظر آئی۔

"ہاں اب آپ اپنی پوری پوری باتیں مجھے سنا سکتی ہیں۔" عمران نے کہا "میں بڑے صبر و سکون کے ساتھ سنوں گا۔"

"خیر.... ہاں.... آپ.... مجھے زیادہ اچھے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔ آج کل صرف شراب ہی سکون بخشتی ہے۔ آپ نے مجھے اس سے بھی محروم کر دیا۔"

"وقتی طور پر... اسکے بعد اگر آپ دو چار مشکیں بھی پی جائیں گی تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"اب آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"آپ کچھ کہنا چاہتی تھیں لیکن بات پوری نہیں ہوئی تھی۔"

"ہاں.... میں یہ کہہ رہی تھی کہ وہ کتوں کا بے حد شوقین ہے۔ میں نواب مشکور کی بات کر رہی ہوں۔ اس کے پاس بہتیرے ایسے ٹرینڈ کتے ہیں جو اکثر بڑے بڑے کام کر گزرتے ہیں۔"

"آہا... یاد آیا.... پچھلے سال ایک کتے نے کسی مشاعرے میں غزل بھی پڑھی تھی۔"

"مسٹر عمران۔" وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"فرمایئے۔"

"آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ آپ کو شرم آنی چاہئے۔"

"اب آیا کرے گی.... کیونکہ نواب مشکور کے کتے بھی غزل پڑھنے لگے ہیں اور میں نرا کوڑھ مغز ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ اب میں بھی کچھ نہ کہوں گی۔"

"نہیں آپ دوسری باتیں کیجئے۔ میں کسی خیراتی یا رمضانی کی مرغیوں کے متعلق سن لوں گا۔ لیکن نواب مشکور کے کتوں کے بارے میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔"

"آپ کے فرشتے بھی سنیں گے۔" وہ میز پر گھونسہ مار کر بولی۔ "ورنہ میں یہیں آپ کا گریبان پکڑ لوں گی۔"

"ایسی حرکت بھی نہ کیجئے گا۔ ورنہ میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ یہاں میرا ملازم بھی موجود نہیں ہے کہ ٹائی کی گرہ دوبارہ درست کر دے گا۔"

وہ اسے گھورنے لگی اور عمران پھر دردناک آواز میں بولا۔ "مجھے آج تک ٹائی باندھنا نہ آیا.... ہمیشہ چھوٹی بڑی ہو جاتی ہے۔ میرا نوکر سلیمان اس سلسلے میں میری مدد کرتا ہے۔"

"آپ آخر میری بات کیوں نہیں سنتے۔"

"اگر وہ سچی ہوں تو میں ہر قسم کی باتیں سن سکتا ہوں۔"

"اچھا تو سنئے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ حرکت نواب مشکور ہی کی ہے۔ وہ ایسے کتے پیدا کر سکتا ہے جو صرف چند مخصوص آدمیوں پر حملے کریں.... یہ خود اس کا دعویٰ ہے۔"

"کیا آپ نواب مشکور کو قریب سے جانتی ہیں۔"

"میں نے آج تک اس کی شکل بھی نہیں دیکھی۔"

"پھر آپ کو اس دعویٰ کا علم کیسے ہوا۔"

"یہ بات بھی مجھے شہاب ہی سے معلوم ہوئی تھی۔"

"کیا شہاب اس کے خاص ملنے والوں میں سے ہے۔"

"اس کا علم مجھے نہیں ہے۔"

"کچھ دیر پہلے تو آپ کو کسی بھی بات کا علم نہیں تھا۔"

"پہلے میں خاص طور سے کسی کا نام لینا نہیں چاہتی تھی۔"

"خیر میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ مگر ایک بات۔"

"میں پورا پورا معاوضہ ادا کروں گی۔"

"خیر معاوضے کی بات تو بعد کو ہو گی۔ آپ یہ بتائیے کہ آپ کا ذریعہ معاش....!"

"کچھ بھی نہیں۔ ویسے لوگوں کا خیال ہے کہ میں کروڑوں کی جائیداد کی مالک ہوں۔"

"آپ اپنا خیال ظاہر فرمائیے۔" عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے کہ میں دس بیس ہزار معاوضے کی صورت میں بآسانی ادائیگی کر سکوں گی۔ لہٰذا آپ کو اس کی فکر نہ ہونی چاہئے۔ لیڈی تنویر کسی مفلس عورت کو آپ کے گھر کا پتہ نہیں بتا سکیں گی۔"

"آپ بحالت موجودہ بھی اس جائیداد کی مالک ہیں یا کسی کے بعد مالک بننے کی امید ہے۔"

"میں اس وقت بھی اس کی مالک ہوں۔"

"قیام کہاں ہے۔"

"سلطان محل میں۔"

"اوہ تو آپ وہ ہیں۔ مگر سلطان محل کی مالکہ کا نام تہمینہ تو نہیں ہے۔"

"کشور سلطان میرا خاندانی نام ہے.... یہ نام تو شہاب نے طالب علمی کے زمانے میں میرے لئے تجویز کیا تھا۔"

"نواب مشکور سے آپ کا کیا رشتہ ہے۔"

"بس اتنا ہی کہ ہم دونوں کا شجرہ ایک بادشاہ سے جا ملتا ہے۔"

"اچھا مس تہمینہ میں آپ سے کسی وقت ملوں گا۔"

"میں کچھ رقم پیشگی بھی دے سکوں گی۔ مگر ابھی تک آپ نے معاوضے کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔"

"معاوضہ میں لیڈی تنویر کے فیصلے پر چھوڑتا ہوں۔" عمران نے کہا اور اٹھ گیا۔



نواب مشکور تک پہنچنا آسان کام نہیں تھا۔ کیونکہ وہ ایک گوشہ نشین قسم کا جھکی آدمی تھا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ دن رات یا تو پڑھا کرتا ہے یا پھر اس کی دلچسپی کا واحد مرکز اس کے کتے ہیں اور کتوں سے شوق کے بارے میں کئی طرح کی باتیں سنی جاتی تھیں۔ جن کی تصدیق ابھی تک نہیں ہو سکی تھی۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ وہ کتوں کی ایک نئی نسل پیدا کرنے کی فکر میں ہے جس کے سلسلے میں وہ آئے دن نت نئے تجربات کرتا ہے۔ کچھ لوگ اور بھی لغو قسم کی افواہیں پھیلاتے تھے۔ بہرحال عمران تک سنی سنائی باتیں پہنچی تھیں۔ نہ اس نے آج تک نواب مشکور کو دیکھا تھا اور نہ کسی معتبر آدمی کی زبانی اس کے متعلق کچھ سنا تھا اس نے کبھی ضرورت ہی نہیں محسوس کی تھی کہ وہ اس کے متعلق کچھ معلوم کرے۔ کیونکہ شہر میں تو اس سے بڑے بڑے سنکی آدمی موجود تھے اور خود عمران ہی کس سے کم تھا۔ دوسرے لوگ خود اس کے متعلق طرح طرح کی افواہیں پھیلایا کرتے تھے۔

لیکن اب وہ دو دن سے نواب مشکور کے متعلق باقاعدہ طور پر چھان بین کر رہا تھا۔ شہر میں کچھ ایسے آدمی بھی تھے جنہوں نے نواب مشکور کو قریب سے دیکھا تھا اور اس کی بہتیری عادات و خصائل سے واقف تھے۔ عمران نے ایسے ہی لوگوں کو اپنی معلومات کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی تھی۔

اسے معلوم ہوا تھا کہ نواب مشکور سچ مچ کریک ہے۔ اس کی عمر تیس سے زیادہ نہیں تھی اسے مطالعہ کا شوق جنون کی حد تک تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ساٹھ سال کی عمر میں باقاعدہ طور پر سیاست میں حصہ لینے کے قابل ہو جائے گا فی الحال وہ تجربات حاصل کر رہا تھا۔ اس نے پچھلے انتخابات میں حصہ لیا تھا اور سب سے مضبوط پارٹی کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ مضبوط پارٹی موجودہ برسر اقتدار پارٹی تھی۔ پارٹی کو انتخابات کے دوران میں مالی مشکلات درپیش تھیں، جو نواب مشکور کی مدد سے دور ہو گئی تھی۔ اس لئے نواب مشکور کو قومی اسمبلی کے لئے ایک نشست حاصل کر لینے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ لیکن حقیقتاً اس کا کوئی سیاسی کیریئر نہیں تھا۔ جیسے سیٹھ بخو خاں فجو خاں اسمبلی کے ممبر ہو گئے تھے اسی طرح نواب مشکور نے بھی نشست حاصل کر لی تھی۔ عمران کے خیال کے مطابق دونوں ہی مٹی کے ڈھیر تھے۔

لیکن اسے اس سے غرض نہیں تھی۔ وہ تو نواب مشکور کو تہمینہ کے شبہات کے تحت ایک مخصوص مسئلے کے سلسلے میں چیک کرنا چاہتا تھا۔

اسے یہ بھی معلوم تھا کہ نواب مشکور سے ملنا آسان کام نہیں ہے۔ اول تو یوں بھی بہت کم لوگ اس کی طرف رخ کرتے تھے اگر کبھی کوئی بھولا بھٹکا ادھر جا بھی نکلتا تو نواب مشکور کا سیکریٹری یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ نواب صاحب پہلے سے وقت کا تعین کئے بغیر کسی سے نہیں ملتے۔ اس پر بھی اگر کوئی وقت کا تعین کر کے ملاقات کرنے پر آمادہ ہو جاتا تو جواب ملتا، نواب صاحب آئندہ ماہ تک اتنے مشغول رہیں گے کہ شاید ملنے کا وقت نہ نکال سکیں۔ عمران نے اس طرح ملنے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کس قسم کے لوگ بآسانی نواب مشکور تک پہنچ سکتے ہیں۔

نواب مشکور کو کتابوں کے دیباچے لکھنے کا بہت شوق تھا۔ شہر کے وہ کم مایہ ادیب جو اپنی کتابیں خود چھاپنا چاہتے عموماً نواب مشکور ہی سے ان کے دیباچے لکھواتے تھے۔ مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ اس بہانے نواب مشکور سے کچھ نہ کچھ وصول کر لیں۔ طریقہ یہ ہوتا تھا کہ وہ اس سے دیباچہ لکھوا کر لے جاتے اور دو تین دن بعد پھر پہنچ کر کہتے کہ پبلیشر نے اب ان کی کتاب چھاپنے سے انکار

کر دیا ہے۔ محض اس بناء پر کہ دیباچہ نواب مشکور سے کیوں لکھوایا گیا۔ اس پر نواب مشکور کو تاؤ آجاتا اور وہ اس ادیب سے کہتا کہ وہ خود ہی اپنی کتاب کیوں نہیں چھاپتا۔ ادیب اپنی مفلسی کی داستان شروع کر دیتا اور نواب مشکور پورے نہیں تو آدھے اخراجات کا ذمہ ضرور لے لیتا تھا۔

بس اسی طرح ایک دن ایک مسودہ سنبھال کر عمران بھی ادھر جا نکلا۔ سب سے پہلے سیکریٹری سے مڈ بھیڑ ہوئی اور اسے جب یہ معلوم ہوا کہ وہ کوئی ادیب ہے اور اپنی کتاب کے لئے دیباچہ لکھوانا چاہتا ہے تو اس نے سب سے پہلے یہی سوال کیا کہ کسی پبلیشر سے ابھی معاملہ تو طے نہیں کیا۔

نفی میں جواب پا کر سیکریٹری نے ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔ ”تب پھر آپ میرے لئے کیا کر سکیں گے۔“

عمران کو اس پر حیرت تو ہوئی لیکن اس نے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ ویسے اس نے جملے کی مزید وضاحت کی درخواست ضرور کی تھی۔ اس پر سیکریٹری نے ازراہ ہمدردی اسے بتایا تھا کہ اس کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا۔ اگر کچھ وصول کرنے کی نیت ہے تو یہ کہا جائے کہ پبلیشر سے معاملات طے ہو چکے ہیں۔

عمران نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں وعدہ کر لیا کہ وہ یقینی طور پر جھوٹ بولے گا۔ پھر سیکریٹری نے اسے بالکل ہی گاؤدی سمجھ کر کچھ گر کی باتیں بتائیں اور اس سے وعدہ کرا لیا کہ وصول کی ہوئی رقم کے چوتھے حصے سے وہ سیکریٹری کے حق میں دستبردار ہو جائے گا۔

یہ سب کچھ تو ہوا.... لیکن نواب مشکور کے سامنے پہنچتے ہی عمران حقیقتاً ہکا بکا رہ گیا۔ کیونکہ یہ تو وہی آدمی تھا جسے ایک دن اس نے دلیری کے شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ میں دیکھا تھا۔ لیکن اس وقت فرق صرف اتنا ہی تھا کہ اس کی آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک نہیں تھی۔

مگر عمران نے اپنی حیرت نہیں ظاہر ہونے دی۔ بلکہ اس کی بجائے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے اس کی کنگ جارج ففتھ اسٹائل کی نوکیلی ڈاڑھی بہت پسند آئی ہو۔

”میرے خدا“ وہ آہستہ سے بولا۔ ”آپ تو بالکل کوئی جرمن فلاسفر معلوم ہوتے ہیں۔ نواب صاحب میری اس جسارت کو معاف فرمائیے گا۔“

”کوئی بات نہیں“ نواب مشکور ہنس پڑا۔ ”پچھلے دنوں ایک شاعر نے کہا تھا کہ میں سقراط کا ہم شکل ہوں۔“

"ضرور کہا ہوگا۔ جناب۔"

"آ.... ہاں.... خیر فرمایئے۔ کیسے تشریف لائے۔"

"میں کتوں کے سلسلے میں اپنی معلومات بڑھانا چاہتا ہوں۔"

"کیا۔" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔ "مگر مجھ سے تو کہا گیا تھا کہ آپ اپنی کتاب کا دیباچہ لکھوانا چاہتے ہیں۔"

"دیباچہ تو میری بیوی بھی لکھ لیتی ہے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میں تو دراصل یہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تھا کہ لینڈی ڈاگ کسے کہتے ہیں۔"

"لینڈی ڈاگ۔" نواب مشکور نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو خواہ مخواہ دوسروں کا وقت برباد کرتا پھرتا ہو۔"

عمران سمجھا شاید وہ اسے پہچان گیا ہے۔ کیونکہ وہ نہ تو اس وقت میک اپ میں تھا جب شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ میں اس سے مڈ بھیڑ ہوئی تھی اور نہ یہیں میک اپ میں آیا تھا۔ اگر اسے ذرہ برابر بھی شبہ ہو جاتا کہ نواب مشکور کوئی جانا پہچانا آدمی ثابت ہوگا تو اس سے اس قسم کی غلطی سرزد نہ ہوتی۔ وہ یا تو اس سے اس طرح ملنے کی کوشش ہی نہ کرتا یا پھر میک اپ کا سہارا لیتا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس نے اُسے دیکھتے ہی اپنی اسکیم بدل کر لینڈی ڈاگ کا قصہ چھیڑ دیا تھا۔ ورنہ مسودہ تو وہ لایا ہی تھا.... مگر کیا.... اس بدلی ہوئی اسکیم کے نتائج دوررس ہوتے۔

عمران خود بھی یہی سوچ رہا تھا کیونکہ اس نے اپنی دانست میں شکار کے لئے دوسرے قسم کا تیر چھوڑا تھا۔ لیکن جلد ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اس طرح معاملات اور بھی الجھ جانے کے امکانات تھے۔ لہٰذا اس نے ہنس کر کہا۔ "میں مسودہ لایا ہوں جناب...."

"وہ لینڈی ڈاگ والی بات تو میں نے یوں ہی کہی تھی۔ میری آمد کا مقصد دراصل یہی ہے کہ آپ ازراہ نوازش میری کتاب کا دیباچہ لکھ دیں۔"

"میں آج کل عدیم الفرصت رہتا ہوں۔ پھر کبھی تشریف لایئے گا۔" نواب مشکور نے خشک لہجے میں کہا۔ "ویسے میں یہ ضرور کہوں گا کہ ایک ادیب جو ساری دنیا کو ادب اور سلیقہ سکھانے کا دعویٰ رکھتا ہے اسے خود بھی تھوڑا بہت سلیقہ ہونا چاہئے۔"

"اوہ...." عمران بے ڈھنگے پن سے ہنسا۔ "میں دراصل ایک سوریلسٹ قسم کا ادیب ہوں۔"

"یہ اور بھی بُرا ہے کہ آپ اپنے ادب پر کسی قسم کی چھاپ لگاتے ہیں۔ خیر لایئے۔ میں دیکھوں کہ ایک سوریلسٹ ادیب نے کیا لکھا ہے۔"

عمران نے مسودہ کی کاپی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اوہ دیکھئے میں بھول گیا تھا۔ میں دراصل پرولتاری ادیب ہوں۔ یعنی کہ جی ہاں۔"

"آہا۔ تب تو آپ نے یقیناً اونچے طبقے پر کیچڑ اچھالا ہوگا۔"

"جی ہاں۔ یقیناً۔"

"اور آپ اسی طبقے کے ایک آدمی سے اس کا دیباچہ لکھانا چاہتے ہیں۔"

"کبھی نہ لکھواتا۔ مگر کیا کروں مجبوری ہے کیونکہ مارکیٹ میں صرف آپ کے دیباچوں کی مانگ ہے۔"

"میرے دیباچوں کی مانگ ہے۔"

"جی ہاں۔ جس پبلشر کے پاس گیا تھا اس نے کہا کہ کتاب تو اچھی خاصی ہے لیکن نواب صاحب کے دیباچے کے بغیر نہیں چلے گی۔"

"اوہ... اچھا۔" نواب مشکور اسطرح ہنس پڑا جیسے مارکیٹ میں اس کے دیباچوں کی مانگ رہی ہو۔

"اور کیا جناب۔ اس شہر میں آپ کے علاوہ اور کون ہے جو دیباچے لکھ سکے۔"

نواب مشکور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مسودہ دیکھنے لگا تھا۔ دفعتاً اس نے سر اٹھا کر کہا۔

"کیا آپ نے بچوں کے لئے یہ کہانیاں لکھی ہیں۔"

"نہیں جناب یہ وہ کتاب ہے جو دنیائے ادب میں تہلکہ مچادے گی۔"

"چڑیا چڑے کی کہانیاں۔" نواب مشکور نے حقارت سے کہا۔

"آہا.... آپ نہیں سمجھے.... یہ تمثیلی کہانیاں ہیں جناب۔ چڑیا سے مراد ہے اپنا ملک اور چڑے کو وزیر اعظم سمجھ لیجئے۔ جس طرح چڑا چڑیا کے لئے بیتاب ہے اسی طرح وزیر اعظم ملک کی حالت سدھارنے کے لئے بے چین ہے.... اور انڈے بچے ہم لوگ ہیں.... جی ہاں...."

"کیا بکواس ہے۔"

"ارے واہ...." عمران ہاتھ نچا کر بولا۔ "بکواس اس لئے ہے کہ نثر میں ہے اگر میں نے اسی خیال کو نظم کر دیا ہوتا تو مشاعرے الٹ جاتے جناب...."

"اچھی بات ہے اب اسے نظم کر کے مشاعرے الٹنے کے کام میں لائیے۔ ہو سکتا ہے اس وقت میں دیباچہ بھی لکھ دوں۔"

"آپ نے میرا دل توڑ دیا جناب۔" عمران گلوگیر آواز میں بولا۔ "میں تو سمجھا تھا کہ جس وقت یہ کہانیاں آپ کے دیباچے کے ساتھ شائع ہوں گی.... خیر اب میں خود ہی دیباچہ بھی لکھ لوں گا.... اور نیچے آپ کا نام ڈال دوں گا۔"

"کیا"

"جی ہاں۔ پھر فرمائیے۔ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے جب کہ پبلیشر اسے آپ کے دیباچے کے بغیر چھاپنے سے انکار کر دے۔"

"آپ جانتے ہیں کہ اس کی سزا کیا ہو گی اور آپ کتنا بڑا جرم کریں گے۔"

"اگر یہ کتاب نہ چھپی تب بھی جرائم ہی میری بسر اوقات کا ذریعہ ہوں گے۔ آپ تو نواب ہیں آپ کو کیا علم کہ ایک کنوارے ادیب کی زندگی کس طرح بسر ہوتی ہے۔"

"آپ عجیب آدمی ہیں۔"

"جانور کہئے.... آدمی تو آپ کے کتے ہیں۔ جنہیں تجربات ہی کے لئے کتیاں نصیب ہو جاتی ہے.... جی ہاں مجھے کہنے دیجئے۔ میرے سینے میں اس وقت وہی سب کچھ ہو رہا ہے جو ایک پرولتاری ادیب کے سینے میں ہونا چاہئے۔"

"میں آپ کو آگاہ کر رہا ہوں کہ اگر آپ نے ناجائز طور پر میرا نام استعمال کیا تو میں آپ کے خلاف دعویٰ دائر کر دوں گا۔"

"آپ شوق سے دعویٰ دائر کر دیجئے۔ میرے پروگرام میں تو اب تبدیلی ہونے سے رہی۔"

نواب مشکور جھلا کر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

وہ عمران کو گھورتا ہوا اٹھ گیا۔

"ہیلو.... یس مشکور اسپیکنگ۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کی بھنویں تن گئیں اور اس نے بہت بُرا سا منہ بنایا۔ غالباً دوسری طرف سے جو کچھ بھی کہا جا رہا تھا اسے پسند نہیں تھا۔

"تم نشے میں تو نہیں ہو تہمینہ۔" اس نے غرا کر کہا اور پھر سننے لگا۔ کبھی اس کے چہرے پر

حیرت کے آثار نظر آتے اور کبھی وہ انتہائی غصے کے عالم میں اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگتا۔

"کر چکیں بکواس۔" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ "اچھا تو سنو! تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ پہلے اس کا علاج کراؤ۔ پھر مجھ سے بات کرنا.... ہاں ہاں.... اچھا.... چلو یہی سہی.... اگر تمہیں مجھ پر کسی قسم کا شبہ ہے تو تم باقاعدہ طور پر پولیس کو اس سے مطلع کر دو اور آئندہ میرا وقت برباد کرنے سے گریز کرو۔"

وہ ریسیور کریڈل میں پٹخ کر عمران کی طرف مڑا۔

"آپ تشریف لے جا سکتے ہیں جناب۔"

"تو کیا میں بے میل و نرام واپس...."

"بے نیل و مرام.... اپنی یاد داشت درست کیجئے۔ آپ ایک بہت بڑے ادیب ہیں۔ بس میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"ایک دن یہ محل خاک کا ڈھیر ہو جائیں گے۔" عمران دونوں ہاتھ ہلا کر ہذیانی انداز میں بولا۔ "ساری امارت خاک میں مل جائے گی۔ کوئی بہت بڑا انقلاب ہوا میں کروٹ بدل رہا ہے۔"

"آپ بھی اسی کے ساتھ کروٹ بدلئے۔ مگر یہاں سے باہر نکلنے کے بعد۔" نواب مشکور نے یہ کہہ کر گھنٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ٹھہریئے۔ اگر کسی پرولتاری نے میرے ہاتھ بھی لگایا ہو......!"

"اسی لئے تو میں عرض کر رہا ہوں کہ شرافت سے تشریف لے جائیے۔"

"اچھا اب پھر کبھی آؤں گا۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

نواب مشکور کوئی جواب دیئے بغیر سامنے والے دروازے میں مڑ گیا۔

"وقت ہو گیا صاحب" باہر سے ایک خونخوار قسم کے پٹھان نے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا کمرے سے نکل آیا۔

اس وقت اس کے ذہن میں صرف تین سوال تھے۔ نواب مشکور نے شہر کے مختلف حصوں میں قیام گاہیں کیوں بنا رکھی تھیں۔ خیر یہ بھی کوئی خاص بات نہیں تھی.... لیکن وہ ان قیام گاہوں میں چوروں کی طرح کیوں رہتا تھا اور تیسرا سوال تھا تہمینہ کا رویہ۔ وہ نواب مشکور کے سلسلے میں بہت مشکل سے راہ پر آئی تھی اور یہی ظاہر کیا تھا کہ اس کا بیان بھی محض سنی سنائی

باتوں پر مبنی ہے۔ لیکن شاید اس وقت اس نے براہِ راست نواب مشکور پر بھی شبہے کا اظہار کر دیا تھا ورنہ وہ بھلا کر اسے پولیس کی مدد حاصل کرنے کا مشورہ کیوں دیتا۔



ٹھیک ساڑھے چار بجے شام عمران ایریل نائٹ کلب میں داخل ہوا.... روشی خلافِ معمول ڈائیننگ ہال میں ملی۔ جو کافی کے برتن پر جھکی ہوئی شاید اپنا داہنا کان سینک رہی تھی۔ عمران سیدھا اسی کی طرف چلا گیا.... اس نے کنکھیوں سے دیکھا مگر کچھ بولی نہیں۔

عمران بیٹھ گیا اور پھر وہ ہولے ہولے کراہتی ہوئی بولی۔ "میرے داہنے کان میں درد ہے۔"

"آہم.... بائیں کان سے کوئی بات سن کر داہنے کان سے اڑا دینے کی کوشش کی ہوگی۔"

"اُف... فوہ.... تم نے اس بار بڑا مکھی مار کام میرے سپرد کیا تھا.... اب میں سوچ رہی ہوں کہ کس وقت یہاں سے نکل بھاگوں.... پھر یہ تو بڑا مشکل کام تھا کہ رات رات بھر جاگتی رہتی۔"

"کیوں کیا ہوا۔"

"وہ پچھلی رات کسی وقت یہاں سے چلا گیا اور میں اس کی شکل بھی نہ دیکھ سکی۔"

"اوہ.... بالکل چلا گیا۔"

"بالکل... اور... اب میں نے اطمینان کا سانس لیا ہے۔ آئندہ ایسے لغو کام میرے سپرد نہ کرنا۔ میں روزانہ پندرہ میل پیدل چل سکتی ہوں لیکن کہیں بند ہو کر بیٹھنا میرے بس سے باہر ہے۔"

"خیر.... ختم کرو۔ اب تم یہاں سے جاسکتی ہو.... دلیری کے شراب خانے کی کیا خبر ہے۔"

"اس کے اوپر والا فلیٹ دن بھر مقفل رہتا ہے اور رات کو آباد ہو جاتا ہے۔ مگر پچھلی رات وہ مقفل ہی رہا تھا.... اب اس وقت تم یہ بتائے بغیر یہاں سے نہیں جاسکتے کہ وہ کون تھا.... اور تم کس لئے اس کی نگرانی کرا رہے تھے۔"

"محض اس لئے کہ تم بعد میں مجھ کو بور کرو.... مگر تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کی شکل ہی دیکھتیں۔"

"میں تمہیں اس کا حلیہ بتا سکتی ہوں۔ ایک ویٹر نے مجھے بتایا ہے کہ وہ بالکل کنگ جارج ففتھ

معلوم ہوتا تھا۔"

"تب تو تم سے بڑی غلطی ہوئی ورنہ میں اس وقت تمہیں یور مجسٹی کہہ کر مخاطب کرتا۔" عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"بتاؤ وہ کون تھا۔"

"کنگ جارج ففتھ.... ایک رات میں نے اسے ایک کتے سے گفتگو کرتے دیکھا تھا۔"

"اچھی بات ہے۔ تم نہ بتاؤ۔ میرے پاس ایک بڑی اہم اطلاع ہے۔"

"اور وہ ہر حالت میں مجھ تک ضرور پہنچے گی۔ مگر میں تمہیں بتانا ہی چاہتا ہوں کیونکہ یہ ایک لڑکی کا معاملہ ہے اور تم ہی اس سلسلے میں کچھ کر سکو گی۔"

"جولیانا فٹنر واٹر۔"

"جب اس کی ضرورت محسوس کروں گا وہ بھی کسی نہ کسی کام پر مامور کر دی جائے گی۔"

"خیر تم اصل موضوع کی طرف آؤ۔"

"ہاں تقریباً دس بارہ دن پہلے کی بات ہے۔ میں ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں ایک چینی لڑکی کے ساتھ پنگ پانگ کھیل رہا تھا۔ اچانک ایک سیاہ رنگ کا کتا وہاں گھس آیا۔ یہ واقعہ غیر معمولی تھا کیونکہ وہاں کتوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ بعض لوگ کلب کے ملازمین پر بگڑنے لگے۔ کتا وہاں سے بھگا دیا گیا اور شائد ڈائننگ ہال سے بھی اسے اسی طرح بھگایا گیا تھا۔ گو واقعہ غیر معمولی ضرور تھا لیکن کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی.... پھر تھوڑی دیر بعد وہ کتا اسی میز پر نظر آیا جس پر ہم پنگ پانگ کھیل رہے تھے وہ روشندان سے اس پر کودا تھا۔"

"اوہو.... یعنی چھت پر سے۔"

"ہاں.... اور اب ہم لوگوں نے سوچا ممکن ہے اس کتے کا مالک اس کمرے میں موجود ہو۔ اکثر لوگ اپنے کتے بھی وہاں لاتے ہیں۔ لیکن وہ عموماً باہر ہی روک لئے جاتے ہیں اور ان کی نگرانی کے لئے وہاں الگ اسٹاف ہے.... ہاں اس وقت کمرے میں تقریباً دس یا بارہ آدمی رہے ہوں گے، جو مختلف میزوں پر کھیل دیکھ رہے تھے لیکن ان سے کوئی بھی کتے کا مالک نہ ثابت ہو سکا۔"

پھر دفعتاً کمرے میں بھگدڑ مچ گئی کیونکہ اس وقت تک شہر کے تین سیاسی لیڈروں کو پاگل کتے کاٹ چکے تھے۔

"اوہ" روشی بول پڑی۔ "میرا خیال ہے کہ ابھی حال ہی میں ایک کا اور اضافہ ہوا ہے۔"

"ہاں۔ آں.... اب چار ہو گئے ہیں اور چاروں ایک ہی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں.... خیر.... تو ایک بار پھر وہ کتا وہاں سے بھگایا گیا اور اس بار میں اس کے پیچھے تھا۔ کتا باہر لان پر نکل آیا تھا۔ اس کا رخ پھاٹک کی طرف ہو گیا۔ لیکن اچانک میں نے اس کی چیخ سنی اور وہ اچھل کر دور جا پڑا۔ میں تیزی سے اس کی طرف جھپٹا۔ اس کی پسلیوں میں ایک بڑے سے چاقو کا دستہ نظر آیا جس کا پھل جسم میں پیوست ہو گیا۔ پھر مجھے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پرچھائیں سی نظر آئی جو کراٹا کی باڑھ سے نکل کر پھاٹک کی طرف بڑھ گئی تھی۔ میں بھی کتے کو وہیں چھوڑ کر پھاٹک کی طرف لپکا۔ پرچھائیں اب سڑک پر روشنی میں تھی اور میں اسے بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ ایک طویل قامت آدمی تھا جو اوور کوٹ اور فلٹ ہیٹ میں تھا لیکن اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔ کیونکہ اس نے کوٹ کے کالر اٹھا رکھے تھے اور فلٹ ہیٹ چہرے پر جھکا ہوا تھا۔ پھر میں اس آدمی کا تعاقب کرتا ہوا اس نائٹ کلب تک آیا تھا.... اسکے دوسرے ہی دن سے تم اب تک یہاں مقیم ہو.... لیکن تم بھی اسکی شکل نہ دیکھ سکیں۔"

پھر اسی جگہ سے عمران نے تہمینہ کا تذکرہ چھیڑ دیا اور جب نواب مشکور تک پہنچا تو روشی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ درمیان میں اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ کس طرح وہ شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ میں اس پراسرار آدمی کو دیکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"کہیں تمہیں دھوکا نہ ہوا ہو.... پوورپال۔" روشی نے کہا۔

"نہیں میرا خیال ہے کہ وہ نواب مشکور ہی تھا جسے میں نے اس فلیٹ میں دیکھا۔"

"اوہ۔ اور وہ کتے بھی پالتا ہے۔"

"ہاں۔ آں.... نہ صرف پالتا ہے بلکہ ان پر مختلف قسم کے تجربات بھی کرتا رہتا ہے۔"

"تو پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔"

"نواب مشکور کے خلاف کافی جدوجہد کرنی پڑے گی۔ وہ آسانی سے ہاتھ آنے والا آدمی نہیں معلوم ہوتا۔ بہت ذہین ہے اور جب تک میں اس کے خلاف کافی ثبوت مہیا نہ کرلوں اس کی طرف انگلی بھی نہ اٹھا سکوں گا۔ تم جانتی ہی ہو کہ وہ کس پوزیشن کا آدمی ہے۔"

"کیا میں اس سے ملوں۔"

"مشکل ہے وہ شاید ہی تم سے ملے اور تم اسے مجھ پر چھوڑ دو اس کے بجائے تم تہمینہ کی فکر

کرو.... میرا خیال ہے کہ وہ اس سے زیادہ جانتی ہے جتنا مجھے بتا چکی ہے۔"

روشی کچھ کہتے کہتے رک گئی اور آہستہ سے بولی۔ "کیپٹن فیاض.... وہ اسی طرف آ رہا ہے۔"

عمران نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے میں فیاض کرسی کھسکا کر اسی میز پر بیٹھ رہا تھا۔

"ہم دونوں کافی بے تکلف ہیں۔" فیاض نے عمران کی طرف دیکھ کر روشی سے کہا۔

"فلیٹ کل تک خالی ہو جائے گا۔" عمران اس کی طرف دیکھے بغیر بڑبڑایا۔ آواز دردناک تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ فلیٹ نہیں کسی محبوبہ سے دستبردار ہو جانے کا معاملہ رہا ہو۔

"ختم کرو۔" فیاض مسکرایا۔ "فی الحال میں نے اپنے عزیز کے لئے دوسرا انتظام کر دیا ہے۔"

"خدا کرے تمہارا بھی کہیں دوسرا انتظام ہو جائے۔"

"میں تم سے چند ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" فیاض نے کہا۔

"کرو۔" عمران بے بسی سے بولا۔

"مگر۔"

"اس کی پرواہ نہ کرو کہ روشی بھی یہاں موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ تم جو کچھ بھی مجھ سے کہو گے اس کا علم روشی کو ضرور ہو جائے گا۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ تمہاری ضروری باتیں روشی کی عدم موجودگی میں ہوں۔"

"میں جانتا ہوں۔" فیاض معنی خیز انداز میں ہنسا اور روشی بُرا سا منہ بنا کر رہ گئی۔ ویسے وہ اس وقت ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی کی دوسری ٹرے کے لئے کہہ رہی تھی۔

عمران فیاض کو گھورتا رہا۔ فیاض پھر بولا۔ "کیا تم نواب مشکور کو جانتے ہو۔"

"آہم...." عمران ایک طویل سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

"بولو۔"

"ہاں۔ میں نواب مشکور کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ بچپن میں ہم دونوں عموماً ایک ہی لنگوٹی میں رہا کرتے تھے۔ یعنی کلوٹیا.... یار.... کیا کہتے ہیں.... اسے غالباً لنگوٹیا یار۔"

"وہ کس قسم کا آدمی ہے۔"

"کنگ جارج ففتھ قسم کا۔"

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ وہ کنگ جارج ففتھ سے بہت مشابہ ہے۔ میں اسکے عادات و خصائل

کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ ویسے اگر تم اس سے ملنے کی کوئی صورت نکال سکو تو بہتر ہے۔“

”آخر کیوں۔“

”تم مجھ سے اڑنے کی کوشش نہ کرو۔ کیا تہمینہ تم سے نہیں ملی۔ میرا خیال ہے کہ وہ بھی پاگل ہوتی جارہی ہے۔“

”کیوں۔“

”تم بتاؤ کہ اس نے تم سے کیا کہا ہے۔“

”مجھ سے اس نے جو کچھ بھی کہا ہے تمہیں اس سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہوسکتی۔ تم اپنی بات کرو۔“

”آخر کیا کہا تھا۔“

”اگر تم اپنی ہی ذات تک محدود رکھنے کا وعدہ کرو تو بتادوں۔“

”اس کی طرف سے مطمئن رہو۔“

عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے بولا۔ ”اس کا ایک چچا ”چی ہوا ہوا“ میں رہتا ہے۔ وہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ اس کی شادی کہاں ہوئی تھی۔“

”تمہاری ایسی کی تیسی....“ فیاض جھلا گیا اور روشی ہنس پڑی۔ اس پر فیاض کو اور زیادہ تاؤ آیا.... اتنا زیادہ کہ پھر وہ اس میز سے اٹھ ہی گیا۔

”یہ تم نے کیا کیا۔“ روشی نے عمران سے کہا۔

”میں یہی چاہتا تھا۔ آج کل میرا موڈ بہت جلد خراب ہو جاتا ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ کسی عقلمند آدمی سے دیر تک گفتگو کروں۔“

فیاض دوسری میز پر جا بیٹھا تھا لیکن وہ ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

”تہمینہ کیا سچ مچ پاگل ہوگئی ہے۔“ عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ ”پہلے اس نے فیاض سے نواب مشکور کا تذکرہ نہیں کیا تھا اور شاید پہلی ہی بار وہ نواب مشکور سے بھی الجھی تھی۔“

”پہلی بار کیوں؟ کیا تمہیں یقین ہے کہ دونوں میں پہلی ہی بار اس مسئلے پر کوئی گفتگو ہوئی ہے۔“

”ہاں.... گفتگو کا انداز یہی کہہ رہا تھا۔ نواب مشکور نے فون پر اسی لہجے میں گفتگو کی تھی جیسے وہ بات پہلی بار اس کے سامنے آئی ہو۔“

”یہ لڑکی کیا چاہتی ہے۔“

”یہی تمہیں دیکھنا ہے۔ وہ سلطان محل میں رہتی ہے.... ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی۔ مطلب یہ کہ تنہا ہونے کے ساتھ ہی ساتھ وہ کافی مالدار بھی ہے۔“

”میں دیکھوں گی۔“



عمران تقریباً نو بجے رات کو اپنے فلیٹ میں واپس آیا۔ سلیمان نے بتایا کہ کئی بار کوئی صاحب اس کیلئے کال کر چکے ہیں اور آخری بار میں انہوں نے اپنے نمبر نوٹ کراتے ہوئے کہا تھا کہ عمران جس وقت بھی آئے، ان نمبروں پر رنگ کرلے سلیمان اس سے زیادہ اور کچھ نہیں بتا سکا تھا۔

عمران نے نمبر دیکھے وہ اس کے کسی شناسا کے نہیں تھے۔ اس نے اپنی یادداشت کی کاپی نکالی۔ اس میں بھی وہ نمبر نہیں ملے۔ وہ دراصل پہلے ہی سے معلوم کئے بغیر ان نمبروں پر رنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

تھک ہار کر آخر اس نے انکوائری کے نمبر ڈائیل کئے اور تقریباً پندرہ منٹ بعد اسے معلوم ہوسکا کہ وہ کس کے نمبر تھے۔ پھر اس نے دو منٹ متحیر رہ جانے میں گذار دیئے۔ کیونکہ وہ نمبر نواب مشکور کے تھے۔

”ہمپ“ وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا۔ ”تو نواب مشکور مجھ سے واقف ہے۔“

اس نے ریسیور اٹھایا اور نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔ شاید نواب مشکور اس کا منتظر ہی تھا۔ عمران نے اس کی آواز پہچان لی۔

”آپ نے مجھے رنگ کیا تھا۔“ عمران نے آواز بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”میں ہوں.... علی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (آکسن)۔“

”ہاں میں نے تمہیں رنگ کیا تھا۔“

”میرے لائق کوئی خدمت۔“

”تم چڑیا چڑے کی کہانی لے کر کیوں آئے تھے۔“

"تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے۔ میں آپ سے ملنا چاہتا تھا اور مجھے اس کا بھی علم تھا کہ کس قسم کے لوگ آپ سے بہ آسانی مل سکتے ہیں۔" عمران سچ بولنے پر آمادہ نظر آنے لگا۔

"کیوں ملنا چاہتے تھے۔"

"بس یوں ہی.... چھیڑ چھاڑ کر ملنا میری ہابی ہے۔"

"کیا تمہیں تہمینہ نے نہیں بھیجا تھا۔"

"میں کسی تہمینہ کو نہیں جانتا۔"

"مجھے علم ہے کہ تمہیں تہمینہ نے بھیجا تھا۔ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ سیاسی لیڈروں کو جو پاگل کتے کاٹ رہے ہیں مجھ سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔"

"آہا.... ٹھہریے.... نواب صاحب۔" عمران نے گلا صاف کر کے کہا۔ "آپ محترمہ کشور سلطان کا تذکرہ تو نہیں کر رہے۔"

"ہاں.... کشور سلطان۔" نواب مشکور غرایا۔

"میں نہیں جانتا کہ ان کا نام تہمینہ بھی ہے۔"

"اس نے تمہیں بھیجا تھا۔"

"جی ہاں۔ محترمہ کشور سلطان کا خیال ہے کہ آپ ایسے کتے پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جو صرف سیاسی لیڈروں کو کاٹتے پھریں۔ مگر کیا محترمہ کشور سلطان ہی سے آپ کو اس کی اطلاع ملی ہے۔"

"نہیں۔ میرا گیم کیپر تمہیں پہچانتا ہے اور تمہارے پیشے سے بھی واقف ہے۔"

"اوہ میں سمجھا۔ شاید محترمہ کشور سلطان نے آپ کو بتایا ہے۔"

"تم نے اسے مشورہ کیوں نہیں دیا کہ وہ براہِ راست پولیس سے مدد طلب کرے۔"

"میں یہ کیسے مشورہ دے سکتا ہوں نواب مشکور.... جب کہ میرا ذریعہ معاش یہی ہے۔"

"لیکن تمہارا یہ ذریعہ معاش قطعی طور پر غیر قانونی ہے۔ ہمارے یہاں پرائیویٹ سراغ رسانوں کی گنجائش نہیں ہے۔"

"جی ہاں۔ میرا یہ پیشہ قطعی طور پر غیر قانونی ہے.... لہٰذا میں آپ کو مشورہ دے رہا ہوں کہ آپ پولیس کو اس کی اطلاع دے دیجیے۔"

"مجھے اس کا بھی علم ہے کہ تم قانون کی زد پر مشکل ہی سے آتے ہو۔"

"ہے نا۔" عمران خوش ہو کر بولا۔ "اب آپ فرمائیے کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ میرے پیشے سے تو آپ واقف ہی ہیں۔"

"میری خدمت" عمران نے ایک زہریلی سی ہنسی سنی۔ "میری خدمت یہ ہے مسٹر عمران کہ تم میرے خلاف ثبوت بہم پہنچانے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دو اگر تم اسے ثابت کر سکے تو میں تمہیں دس ہزار روپے انعام دوں گا۔"

"گڈ" عمران چہک کر بولا۔ "کام تو ایک ہی ہے لیکن اسی کے محترمہ کشور سلطان سے بھی مبلغ پانچ ہزار ملیں گے اور آپ دس ہزار فرما رہے ہیں.... پندرہ ہزار۔"

عمران کچھ اور بکتا مگر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا۔



شہاب فکری ایک خوبصورت نوجوان تھا۔ اس کے بال سنہرے اور گھونگریالے تھے۔ آنکھیں بڑی اور کافی دلکش تھیں۔ بحیثیت مجموعی وہ ایسا ہی حسین تھا کہ اونچے طبقے کی عورتیں اس کی دوستی پر فخر کرتی تھیں۔ پہلے وہ صرف ایک خوش گو اور خوش نوا شاعر تھا مگر پھر اس نے سیاست میں دلچسپی لینی شروع کر دی تھی اور آہستہ آہستہ اس لائن میں بھی مقبول ہو گیا تھا۔ اس کی دھواں دھار تقریریں آگ سی لگا دیتی تھیں اور جو کچھ بھی وہ چاہتا تھا سننے والوں سے منوا چھوڑتا۔ استقلال پارٹی کے پرانے لیڈروں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا اور اس میں بھی کسی شبہے کی گنجائش نہیں تھی کہ شہاب کی شمولیت ہی نے اس پارٹی کو نئی زندگی بخشی تھی۔ ورنہ اب اس پارٹی کے دوبارہ ابھرنے کے امکانات نہیں رہ گئے تھے۔ پچھلی لغزشوں کی بناء پر نہ صرف اس کا دورِ اقتدار ختم ہو گیا تھا بلکہ دوبارہ برسرِ اقتدار آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا مگر شہاب کی آمد اس کے لئے نیک فال ثابت ہوئی اور اب وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا تھا کہ آنے والے انتخابات میں استقلال پارٹی اپنا کھویا ہوا مقام پھر حاصل کر لے گی۔

لیکن اچانک اس پر پاگل کتوں کی مصیبت نازل ہو گئی اور چار بہترین دماغ ہاتھ سے جاتے

رہے۔ انہیں میں شہاب بھی تھا۔ یہ چاروں لیڈر اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے تھے۔ مگر کیا حقیقتاً استقلال پارٹی ان حادثات کی بناء پر ختم ہو جاتی اگر اس کے کارکنوں نے بروقت کسی سازش کے امکانات کا پروپیگنڈا نہ شروع کر دیا ہوتا۔

یہی چیز عمران کے لئے الجھن کا باعث تھی۔ وہ سوچتا کہ اگر یہ کسی قسم کی سازش ہی تھی تو آخر اس کا مقصد کیا تھا۔ اگر سازش کرنے والے یہ چاہتے تھے کہ استقلال پارٹی کا زور ٹوٹ جائے تو انہیں اس میں سو فیصدی ناکامی ہوئی تھی۔ کیونکہ جب سے استقلال پارٹی نے کسی سازش کے امکانات کا پروپیگنڈہ شروع کیا تھا عوام کی ہمدردیاں پارٹی کے لئے اور زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ پھر وہ محض اتفاق ہی رہا ہو۔ لیکن پھر اسے وہ کتا یاد آتا جو ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں پنگ پانگ کی میز پر کودا تھا۔ اس نے اس کتے کی موت بھی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور وہ پُراسرار آدمی جو اس کی موت کے بعد ہی کراٹا کی باڑھ کی اوٹ سے نکل کر پھاٹک کی طرف بڑھ گیا تھا۔

وہ.... آدمی.... بعد کو نواب مشکور ثابت ہوا تھا اور تہمینہ نواب مشکور کے لئے ہی چیختی پھر رہی تھی اور نواب مشکور عمران کو برابر چیلنج کر رہا تھا کہ وہ اس کے خلاف ثبوت فراہم کرے۔

دوسری طرف کیپٹن فیاض نے بھی ٹکریں مارنی شروع کر دی تھیں۔ وہ یہ سب کچھ محض تہمینہ کی خاطر کر رہا تھا۔ لیکن نواب مشکور کی طرف رخ کرنے کی ہمت نہیں پڑی تھی بلکہ اکثر وہ اسے یہ باور کرانے کی کوشش کرتا کہ نواب مشکور جیسا شریف آدمی سازشی نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ حقیقتاً سازش ہی ہے تو کسی دشمن ملک کے جاسوسوں کے ذریعہ عمل میں آئی ہوگی۔

تہمینہ اسے تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھی۔ عمران نہ جانے کیوں اس کے سائے سے بھی بھڑکنے لگا تھا۔ اگر وہ کبھی اس سے ملنے آتی اور وہ فلیٹ میں موجود ہوتا تب بھی اسے ناکام ہی واپس جانا پڑتا کیونکہ سلیمان کو یہی ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ اسے فلیٹ میں قدم بھی نہ رکھنے دے۔

دوسری طرف روشی اس سے قریب ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے کافی حد تک کامیابی ہوئی تھی۔ عمران نے ابھی تک اس کیس میں اپنے صرف دو ماتحتوں سے کام لیا تھا۔ ان میں ایک بلیک زیرو تھا اور دوسرا صفدر۔ وہ صفدر ہی تھا جو دلیری کے شراب خانے سے عمران کے لئے معلومات فراہم کرتا تھا اور اب بھی شراب خانے کے اوپر والے فلیٹ کی نگرانی اسی کے ذمے تھی۔ لیکن بلیک زیرو تو ایک ہفتے کے اندر ہی اندر استقلال پارٹی کا ایک سرگرم کارکن بن گیا تھا

اور اس کی تمام تر ذمہ داری عمران پر تھی۔

ان دنوں ملک ایک عجیب و غریب دور سے گزر رہا تھا۔ عوام نے ان حادثات کی ذمہ داری برسر اقتدار پارٹی پر ڈال دی تھی اور برسر اقتدار پارٹی انگشت بدنداں تھی کہ اس غلط فہمی کو کس طرح رفع کیا جائے۔

محکمہ سراغرسانی سرکاری طور پر حرکت میں آ چکا تھا۔ اخبارات چیخ رہے تھے لیکن عمران سوچ رہا تھا کہ کیا ان اخبارات کے ایڈیٹروں پر بھی پاگل کتوں کے حملے ہوئے ہیں۔

یہ سب "سازش۔ سازش" کی رٹ لگائے ہوئے تھے۔ عمران کی دانست میں اگر وہ سازش تھی تو سازش کرنے والے نرے گدھے ہی تھے۔ کیونکہ سازش کا مقصد ہوتا ہے اصلیت پر پردہ ڈالنا۔ یعنی سازش اسی لئے کی جاتی ہے اسے سازش ثابت نہ کیا جا سکے۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی اظہر من الشمس ہو چکا تھا۔ اگر اس کا مقصد یہی تھا کہ استقلال پارٹی کی راہ میں روڑے اٹکائے جائیں تو ان لیڈروں کے علاوہ کچھ عام آدمیوں کو بھی پاگل کتوں کا شکار ہونا چاہئے تھا۔ اس طرح کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملتا اور کام تو خیر ہو ہی رہا تھا۔

تقریباً بیس دن سے کوئی نیا حادثہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن اب نواب مشکور کا نام باقاعدہ طور پر لیا جانے لگا تھا۔ اس کے ان تجربات کا تذکرہ ہوتا، جو وہ کتوں پر کیا کرتا تھا۔ اکثر اخبارات کے طنز و مزاح کے کالموں میں اس پر چوٹیں کی جاتیں لیکن کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ کھل کر اس کے خلاف کچھ کہہ سکتا۔ دوسری طرف عمران بھی اس کے خلاف ثبوت فراہم کرنے کے سلسلے میں بُری طرح سر مار رہا تھا۔ لیکن ابھی تک ایک فیصدی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ اب اسے بھی کچھ دن لیڈری کرنی چاہئے۔ ممکن ہے اسی طرح کوئی راہ نکل آئے۔

بلیک زیرو کی وجہ سے اسے اس میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کیونکہ بلیک زیرو پہلے ہی سے استقلال پارٹی کے لئے کام کر رہا تھا۔ پہلی بار بلیک زیرو ہی نے پبلک کو عمران سے روشناس کرایا تھا اور پھر عمران اور پبلک دونوں کی بن آئی۔ استقلال پارٹی کے جلسے ملادو پیازہ اور بیربل کے اکھاڑے بن کر رہ گئے وہ اپنے مخصوص احمقانہ انداز میں طنزیہ تقریریں کرتا اور سننے والے لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ ایک ہفتے کے اندر اندر ہی سارا شہر اس سے واقف ہو گیا۔ وہ چونکہ انتخابی مہمات کا زمانہ تھا اس لئے شہر کے کسی نہ کسی حصے میں روز ہی عمران کو تقریر کرنی پڑتی تھی۔ اکثر تو ایسا

ہوتا کہ استقلال پارٹی ایک ہی وقت میں شہر کے کئی حصوں میں میٹنگز کر ڈالتی تھی اور عمران ادھر سے اُدھر ہوتا پھرتا تھا۔ لوگ دراصل استقلال پارٹی کے جلسوں میں شرکت ہی اس لئے کرتے تھے کہ عمران کی تقریر سنیں۔ انہیں اب فی الحال نہ پاگل کتے یاد رہ گئے تھے اور نہ وہ چار لیڈر جو ان کے شکار ہو کر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

عمران اس صدی کا سب سے بڑا احمق اس حد تک بھی عقلمند نہیں تھا کہ میک اپ کے بغیر ہی پبلک میں چلا آیا ہوتا۔ اس کی ٹھوڑی پر ایک خوشنما سی فرنچ کٹ ڈاڑھی تھی اور باریک ترشی ہوئی مونچھیں۔ آنکھوں پر ریم لیس فریم کی عینک۔ وہ لیڈر سے زیادہ کوئی فرانسیسی اسکالر معلوم ہوتا تھا۔

گھر گھر اس کے چرچے تھے لوگ ہوٹلوں، ریستورانوں اور پارکوں میں اسے گفتگو کا موضوع بناتے اس کی احمقانہ تقریروں پر تبصرے کرتے، اور نتیجہ یہی نکالتے کہ وہ بیوقوفوں کے سے انداز میں پتے کی باتیں کہہ جاتا ہے۔

آج کل عمران کا قیام دانش منزل میں تھا۔ اس کے سارے ماتحت جانتے تھے کہ وہ عمران ہی ہے اور ایکس ٹو کے حکم سے دانش منزل میں مقیم ہے اور اس کیس کے لئے بھی ان کی باگ ڈور عمران ہی کے ساتھ میں رہے گی۔ لہٰذا وہ انہیں جس کام پر لگاتا بے چون و چرا لگ جاتے۔ تنویر بھی ان دنوں سیدھا ہی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایکس ٹو سے کسی طرح مفر ممکن نہیں۔ اگر وہ ملازمت ترک بھی کر دیتا تو ایکس ٹو کے عتاب سے بچنا محال ہی ہوتا۔ اس لئے عمران تو کیا وہ عمران کے کتے کے پیچھے بھی دم ہلانے پر مجبور تھا۔

آج عمران جیسے ہی ایک جلسہ گاہ سے باہر نکلا جولیانا فنٹز واٹر سے مڈ بھیڑ ہو گئی اور کچھ دیر پیدل چلنے کے بعد وہ ایک گلی میں مڑ گئے۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ آخر اس معاملے میں ایکس ٹو کیوں دلچسپی لے رہا ہے۔" جولیا نے پوچھا۔

"میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "میرا خیال ہے کہ یہ ایکس ٹو کوئی بھٹیارن ہے جسے دوسروں کی ہانڈی چکھنے کی چاٹ پڑ گئی ہے۔"

"بھٹیارن کیا۔"

"ملکہ عالم کو کہتے ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ کیا اب ہمیں اتنا بھی حق حاصل نہیں ہے کہ جو کام ہمارے سپرد کیا

جائے اس کے متعلق کچھ معلوم کر سکیں۔"

"ارے تو جاؤ.... چاٹو اسی چوہے کا دماغ.... تم میرے کان کیوں کھا رہی ہو.... یہاں تو صرف پچیس فیصد کمیشن سے کام ہے تم مجھے معقول معاوضہ دو تو ایکس ٹو کی ناک کاٹ کر تمہاری ہتھیلی پر بھی رکھ سکتا ہوں۔ اگر وہ معقول معاوضہ دے تو تمہاری ناک...."

"شٹ اپ۔"

"اور کیا تمہاری ناک پر گلاب کی کیاریاں بنادوں۔"

"مجھ سے مت بولو۔"

"اچھا.... اے پیاری سڑک.... اب میں تجھے حال دل سناؤں گا۔" عمران دردناک آواز میں گنگنایا.... اور اپنی ننھی سی ڈاڑھی پر انگلی پھیرنے لگا۔

پھر دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔ جولیا کے چہرے سے آہستہ آہستہ جھلاہٹ کے آثار غائب ہوتے جا رہے تھے۔ دفعتاً اس نے کہا۔ "تمہارے ساتھ تو چلتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔"

"کسی دن شرم تمہیں چلنے پھرنے سے بھی معذور کر دے گی۔" عمران نے جواب دیا۔

"آخر یہ رومال اس طرح تمہاری جیب سے کیوں لٹک رہا ہے.... ایسا بھی کیا بے ڈھنگا پن۔"

"کہاں" عمران چونک پڑا اور اب اس کی نظر اس رومال پر پڑی جو اس کی بائیں جانب والی جیب سے لٹک رہا تھا۔

"آہا.... مگر.... یہ.... میرا تو نہیں ہو سکتا۔" اس نے رومال جیب سے نکالتے ہوئے کہا۔ خوشبو کی لپٹ جولیا نے بھی محسوس کی۔ وہ ایک معطر اور خوش رنگ رومال تھا۔

"لیڈر ہونا بھی بڑی شاندار چیز ہے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"ابھی تک میں اندھیرے میں تھا۔ لیڈری کرنا دنیا کا آسان ترین پیشہ ہے۔ عزت، دولت، شہرت سبھی کچھ آن کی آن میں نصیب ہو جاتے ہیں۔"

"تم اس رومال کی بات کر رہے تھے۔"

"ہاں یہ میرا نہیں ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا تھا کہ میں کس طرح اپنے مداحوں میں گھرا ہوا تھا۔ اسی وقت کسی نے یہ تحفہ میری جیب کی نذر کر دیا ہوگا.... ہام.... ٹھیک ہے.... اس مجمع میں دو تین لڑکیاں بھی تھیں.... ان میں سے کسی کو میری ڈاڑھی پسند آگئی ہوگی۔"

"پھر جھک مارنے لگے۔"

"کیا تمہیں میری ڈاڑھی پسند نہیں آئی۔"

"مجھے پہاڑی بکروں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"سوئٹزر لینڈ کی بکریاں ہمیشہ گارنٹی کے ساتھ صحیح وقت بتاتی ہیں مگر تم کیسی مونس ہو۔ مس ڈرنک واٹر۔"

"میں پہاڑی بکروں کی بات کر رہی تھی۔"

"اتنی جغرافیہ مجھے بھی یاد ہے کہ سوئٹزر لینڈ ایک پہاڑی ملک ہے۔ اب بھی اگر تمہیں پہاڑی بکرے پسند نہ آئیں تو تمہارے لئے آسمان سے بکرے اترنے کی دعا کروں گا۔"

ابھی وہ گلی کے اختتام پر بھی نہ پہنچے تھے کہ اچانک ایک بڑے سے کتے نے عمران پر چھلانگ لگائی۔

"ارے باپ رے" عمران اچھل کر پیچھے ہٹا۔ اس کا گھونسہ کتے کی تھوتھنی پر پڑا۔ جولیا تو پہلے ہی چیخ مار کر ایک طرف ڈھیر ہو گئی تھی۔

لیکن عمران کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ وہ کتا دوسرا حملہ کرنے کی بجائے اس کے ہاتھ سے گرا ہوا رومال منہ میں دبا کر سڑک کی طرف بھاگ نکلا تھا۔

"ابے اولینڈی ڈاگ کے بچے.... میرا رومال۔" عمران اس کے پیچھے بھاگا۔

"ارے تم پاگل ہو گئے ہو...." جولیا چیخی مگر عمران.... کہاں سنتا تھا۔

جولیا نے اسے سڑک پار کر کے سامنے والی گلی میں گھستے دیکھا.... کتا بھی ادھر گیا تھا۔

جولیا چند لمحے بے حس و حرکت کھڑی رہی پھر چونک کر اپنے کپڑے جھاڑنے اور سر کا وہ حصہ ٹٹولنے لگی جہاں گرنے سے چوٹ آئی تھی۔ پھر اس پر بدحواسی کا دورہ پڑا کیونکہ کئی آدمیوں نے اسے گرتے دیکھ لیا تھا۔ وہ بے تحاشا اسی گلی میں مڑ گئی جس سے نکل کر کتے نے عمران پر حملہ کیا تھا۔



آٹھ بجے رات تک جولیا نے تقریباً پندرہ بار دانش منزل کے نمبر رنگ کئے لیکن ہر بار مایوسی ہی ہوئی۔ پھر تھک ہار کر اس نے عمران کے فلیٹ کے نمبر آزمائے۔ دوسری طرف سے سلیمان نے جواب دیا کہ صاحب تقریباً ایک ہفتہ سے گھر نہیں آئے۔

جولیا سخت الجھن میں تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کیا وہ کتا یونہی اتفاقاً عمران پر جھپٹا تھا یا پھر اس لئے کہ وہ بھی ان دنوں استقلال پارٹی کے ایک لیڈر کی حیثیت سے کافی مقبول ہو رہا تھا۔ لیکن اس نے اس پر دوسری بار حملہ کیوں نہیں کیا تھا۔

وہ سوچ ہی رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔

اس نے مضطربانہ انداز میں ریسیور اٹھالیا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں ایک طویل سانس اس کے پھیپھڑوں سے آزاد ہوئی۔ کیونکہ دوسری طرف سے بولنے والا عمران ہی تھا۔

"جولیانا.... کیا تم ہو.... آہا.... سنو.... میں بھی پاگل ہو گیا ہوں اور اب تمہیں کتوں کی زبان میں ایک دھواں دھار تقریر سناؤں گا۔"

عمران نے کتوں کی طرح بھونکنا شروع کر دیا اور جولیا دھاڑنے لگی۔

"خاموش رہو... خاموش... میں کہتی ہوں میری سنو۔ ورنہ اب میں بھی پاگل ہو جاؤں گی۔"

"ویری فائن۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم بھی شروع ہو جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم ڈوئیٹ گا سکیں تو فلموں کے پلے بیک سنگر کی حیثیت سے...."

"ختم کرو عمران.... پھر کبھی سن لوں گی۔ مجھے بتاؤ کہ تم اس کتے کے پیچھے کیوں دوڑے تھے۔"

"کاٹنے دوڑا تھا۔ وہ بھی کیا یاد کرتا کہ کبھی کسی سیاسی لیڈر سے سابقہ پڑا تھا۔ مگر افسوس مجھے اس کی خاطر خواہ خدمت کا موقع نہ مل سکا۔"

"کیوں کیا ہوا۔"

"عبداللہ اسکوائر کے قریب کسی نے اس کا خاتمہ کر دیا۔"

"کیسے۔"

"خنجر سے.... اور وہ خنجر کسی نامعلوم آدمی نے پھینکا تھا۔"

"تم نے کسی کو خنجر پھینکتے نہیں دیکھا تھا۔"

"میں نے تو دیکھ لیا تھا مگر شاید اور کسی کی نظر نہ پڑی ہو۔"

"پھر کیا کیا تم نے۔"

"صبر کیا میں نے اور ہزاروں سلواتیں سنائیں اس گدھے کو جس نے مجھے اپنے لیڈرانہ کمالات دکھانے کا موقع نہیں دیا تھا۔"

"کیا تم نے اس کا تعاقب نہیں کیا۔"

"موقع نہیں تھا۔ میں نے سوچا کہیں کتے کی لاش بھی نہ غائب ہو جائے لیکن میں اس آدمی کو ہزاروں میں پہچان سکتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ وہ میک اپ میں بھی نہیں تھا۔"

"لیکن وہ کتا.... کیا تمہاری دانست میں وہ بھی انہیں کتوں میں سے تھا۔"

"نہیں تو.... وہ بیچارہ تو لارڈ کچز کا بھتیجا تھا۔" بڑی معصومیت سے کہا گیا۔

"عمران آدمیوں کی طرح بات کرو۔ ورنہ...."

"ورنہ تم بھی صبر کر لو گی.... خیر سنو.... ہاں مجھے یقین ہے کہ وہ بھی اسی قسم کا کتا تھا جس قسم کے کتے چار لیڈروں کا بیڑہ پار کر چکے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ اتنے پُراسرار طور پر مار کیوں ڈالا جاتا۔ غالباً اس کتے کی طرف سے کسی کو یہی خدشہ لاحق تھا کہ کہیں وہ سازش کے مرکز تک میری راہنمائی نہ کر بیٹھے اور وہ رومال میں ڈرنک واٹر...."

"ہیلو۔ خاموش کیوں ہو گئے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ میں خاموش کیوں ہو گیا۔ آہا.... میں سوچ رہا تھا کہ اب وہ رومال تمہیں کیوں نہ پریزنٹ کر دوں۔"

"اچھا ٹھہرو۔ میں دانش منزل میں آ رہی ہوں.... پھر تم سے سمجھوں گی۔"

"مگر میں دانش منزل سے کب بول رہا ہوں۔ میں اس وقت وہاں نہیں ہوں۔" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔



روشی ایریل نائٹ کلب میں عمران کا انتظار کر رہی تھی.... دس بجے عمران وہاں پہنچا.... اس وقت وہ میک اپ میں نہیں تھا۔

"کیا خبر ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"پہلے تم اپنی سناؤ۔ کیا درست ہے کہ آج شام کو استقلال پارٹی کے کریک لیڈر شمشیر آزاد پر بھی ایک پاگل کتے نے حملہ کیا تھا۔"

"بالکل درست ہے لیکن شمشیر آزاد اسے کاٹ نہ سکا۔"

"کیا مطلب۔"

"کاٹنے کا مطلب کاٹنا ہی ہوتا ہے روشی ڈیئر.... اور اگر زیادہ گہرائی میں جاؤ تو بلبلانا بھی ہو سکتا ہے۔"

"میرے پاس بھی ایک بہت ہی اہم خبر ہے۔"

"خبروں کا تبادلہ۔" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا سوالیہ انداز میں بولا۔

"یقیناً.....!"

"آج.... اچھا" عمران ایک طویل سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

"بس شروع کر دو۔ میں صرف پندرہ منٹ دے سکتی ہوں۔" روشی کلائی کی گھڑی دیکھتی ہوئی بولی۔

"پندرہ منٹ بہت ہوتے ہیں۔ روشی جہاں تک کاٹنے اور بلبلانے کا تعلق ہے یہ ایک سیکنڈ میں بھی ہو سکتا ہے۔"

"اچھا تو پھر تمہیں بلبلانا ہی پڑے گا۔" روشی دانت پیس کر بولی۔

عمران کچھ دیر تک اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکراتا رہا پھر کتے کا تذکرہ چھیڑ دیا.... روشی خاموشی سے سنتی رہی۔

"تو کیا.... وہ رومال۔" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

"یقیناً۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ میں "پہلے ہی سے ایسی کسی چیز کے امکانات پر غور کر رہا تھا ورنہ کتے بھی سلام کر کے مزاج شریف پوچھ سکتے ہیں۔ صرف لیڈروں کو پہچان کر کاٹنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کتے کا پلا تمہیں ممی ڈارلنگ کہہ کر لپٹ جائے۔"

"شٹ اپ۔"

"ہام.... خیر.... ہاں تو.... وہ کتا دراصل رومال ہی پر آیا تھا۔ اگر رومال میرے ہاتھ میں نہ ہوتا اور اس کے جھپٹتے ہی گر نہ گیا ہوتا تو کاٹنے کا مطلب بلبلانا ہی ہوتا۔ روشی ڈیئر اور پھر شاید بھونکنا بھی...."

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ کتا اس رومال کو پہچانتا تھا۔"

"نہ صرف پہچانتا تھا بلکہ شاید اسی کے لئے پاگل بھی ہو سکتا تھا۔ فرض کرو اگر میری جیب

میں ہوتا تو وہ اسے ہر حالت میں نکال لے گیا ہوتا۔ کاشا بھنبھوڑتا کپڑے پھاڑتا اور پھر اس بیچارے عمران میں کسی کتے کے پلے کا باپ بننے کی صلاحیت بھی نہ رہ جاتی۔"

"مگر رومال...." روشی کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"یہ ناممکن نہیں ہے۔ کتے کسی خاص قسم کی بو پر لگائے جاسکتے ہیں۔ شکاری کتوں کے سلسلے میں یہ ایک بہت ہی عام بات ہے میرا خیال ہے کہ مجھ پر جھپٹنے والا کتا کچھ بلڈ ہاؤنڈ قسم کا تھا۔"

"کیا وہ رومال تمہارے پاس ہے۔"

"او.... روشی.... میری اور آئندہ نسلوں کی دشمن! کیا تم مجھے کتوں سے نچوانا چاہتی ہو.... ارے اس رومال کو ساتھ رکھنا.... کسی اینگلو برمیز لڑکی کو ساتھ رکھنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ تم سے اندازے کی غلطی نہ ہوئی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کتوں کا عمران رہا ہو۔"

"یہ بات کہی ہے تم نے پتے کی.... جیو.... یعنی.... پہلے اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ پھر جب میرا گھونسہ اس کی ناک پر پڑا تو اپنی حماقت کا احساس ہونے پر جھینپ مٹانے کے لئے رومال مار لے گیا۔ مگر پھر ایک آدمی نے اسے موت کے گھاٹ کیوں اتار دیا۔ جب کہ اس بیچارے نے مزید پاگل پن کا مظاہرہ بھی نہیں کیا تھا۔"

روشی کچھ نہ بولی.... اور عمران نے پھر کہا۔ "اس لئے تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ کتوں کا عمران نہیں بلکہ کیپٹن فیاض تھا.... کیا سمجھیں۔"

روشی کچھ نہ بولی کچھ دیر تک خاموش رہی پھر عمران چیونگم کا پیکٹ پھاڑتا ہوا بولا۔ "اب میں تمہاری خبر کا منتظر ہوں۔"

"تم جانتے ہی ہو کہ میں آج کل جاسوسی ناول پڑھا کرتی ہوں۔ دن بھر اپنے فلیٹ میں پڑی رہتی ہوں اور رات کو یہاں چلی آتی ہوں۔"

"مگر ابھی تم نے۔"

"کچھ نہیں" روشی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میں نے سنا تھا کہ تم پر بھی کسی پاگل کتے نے حملہ کیا تھا اس لئے مجھے تشویش تھی۔ مگر خیر تم بچ گئے۔ اس کا افسوس ہے۔"

"کہاں بچ گیا.... معاملات کی نوعیت تو اس وقت تمہاری سمجھ میں آئے گی جب میں تین

منٹ بعد یہ چائے دانی تمہارے سر پر توڑ دوں گا۔"

"اور پھر تم پکڑ کر بند کر دیئے جاؤ گے۔ کیونکہ اس وقت تم مشہور لیڈر شمشیر آزاد کے میک اپ میں نہیں ہو۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ تم تہمینہ کو قریب سے دیکھنے کی کوشش کرو۔"

"اوہ، یہ تو بھول ہی گئی تھی کہ میں ان دنوں تہمینہ کو بھی بہت قریب دیکھتی رہی ہوں اور ساتھ ہی ساتھ تم پر لعنت بھی بھیجتی رہی ہوں کہ تمہاری عقل کہاں چرنے گئی ہے۔"

"کیوں"

"تہمینہ فراڈ ہے۔ کھلی ہوئی فراڈ۔"

"کیوں۔"

"وہ نواب مشکور سے مل گئی ہے۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"یقین نہ آئے تو کیپٹن فیاض سے پوچھ لو۔ کل شام کو اس نے بھی اسے وہاں دیکھا تھا۔"

"کسے کہاں دیکھا تھا۔"

"نواب مشکور کو سلطان محل میں دیکھا تھا۔"

"مگر فیاض تو اسے پہچانتا ہی نہیں ہے۔"

"میں تو پہچانتی ہوں۔ میں تو اس آدمی کو جانتی ہوں جس کے لئے مجھے کئی دنوں تک اسی کلب کے ایک کمرے میں قیام کرنا پڑا تھا۔"

"بات جلدی ختم کرو۔" عمران کلائی کی گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "میں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکوں گا۔"

تہمینہ اور میں گہری دوست بن گئی ہیں۔ میں اکثر سلطان محل جاتی ہوں۔ اکثر سے مراد دن میں کئی بار بھی.... وہ مجھے فون کر کے بلا لیتی ہے اور ہم گھنٹوں گفتگو کیا کرتے ہیں۔ کل اتفاق سے میں اور کیپٹن فیاض ساتھ ہی وہاں پہنچے۔ فیاض نے اپنا کارڈ اندر بھجوایا اور باہر لان ہی پر رک کر مجھ سے گفتگو کرنے لگا۔ سورج غروب ہو چکا تھا مگر اندھیرا نہیں تھا۔ دفعتاً میں نے اندر سے ایک آدمی کو نکلتے دیکھا وہ السٹر پہنے ہوئے تھا جس کے کالر کانوں سے اوپر اٹھے ہوئے تھے اور فلٹ ہیٹ کا

بوشہ پیشانی پر تھا۔ چلنے کا انداز بالکل اسی آدمی کا سا تھا جس کا چہرہ میں یہاں اس کلب میں بھی نہیں دیکھ سکی تھی۔ فیاض بھی اسے شبہے کی نظر سے دیکھ رہا تھا اچانک اس آدمی نے برآمدے کے زینوں سے اترتے وقت ٹھوکر کھائی اور گرتے گرتے بچا لیکن اس کی فلٹ ہیٹ سر سے گر گئی تھی۔ اس طرح مجھے کنگ جارج ففتھ اسٹائل کی ڈاڑھی نظر آگئی اس نے جلد ہی نہ صرف فلٹ ہیٹ اٹھا کر سر پر جمائی بلکہ کالر بھی دوبارہ اٹھا دیا۔ فیاض اسے صرف شبہے کی نظر سے دیکھتا رہا تھا میں نے اس کے چہرے پر ایسے آثار نہیں دیکھے جن سے یہ ظاہر ہوتا کہ وہ اس آدمی کو پہلے سے جانتا تھا۔

"کیا فیاض نے اس کے متعلق کچھ پوچھا تھا۔" عمران نے پوچھا۔

"نہیں کچھ بھی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن میرا رویہ دیکھ کر اسے خاموشی ہی اختیار کرنی پڑی تھی۔ میں نے دراصل اس کی طرف سے بے تعلقی ظاہر کرنی شروع کر دی تھی۔ ہم اندر پہنچے.... تہمینہ خلاف معمول بہت اچھے موڈ میں نظر آئی، اس وقت وہ شراب پی رہی تھی اور نہ مغموم تھی۔ فیاض جو دراصل اسی چکر میں گیا تھا جلد ہی اصل معاملے کی طرف آگیا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ بات اڑانے کی کوشش کر رہی ہے مگر فیاض نے بکواس جاری ہی رکھی۔ آخر تہمینہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی کہ ہو سکتا ہے وہ غلطی پر رہی ہو۔ لیکن محض شبہے کی بناء پر کسی کے پیچھے پڑ جانا بُری بات ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ شبہات حقائق میں ہی تبدیل ہو جائیں۔ لہٰذا اب وہ اپنی زبان بند ہی رکھے گی۔ اس کے ان خیالات پر کیپٹن فیاض نے بے حد خوشی ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ خود وہ بھی نواب مشکور کو اتنا بُرا آدمی نہیں سمجھتا اور پھر بر سبیل تذکرہ اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ اب تک نواب مشکور سے کبھی نہیں ملا۔ صرف اس کے تذکرے سنتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ اس کے متعلق کوئی بُری رائے نہیں رکھتا۔"

"کیا تم نے فیاض کو بتا دیا تھا کہ وہ نواب مشکور ہی تھا؟" عمران نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ میں نے بتایا ہوگا یا نہ بتایا ہوگا۔"

"تم اتنی عقلمند بھی نہیں ہو کہ بتا دینے کی غلطی تم سے سرزد ہوئی ہو۔"

روشی مسکرائی اور عمران کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی پھر ایک طویل سانس لے کر بولی۔

"اب تہمینہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔"

"وہ ایک خوبصورت لڑکی ہے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"جہنم میں جاؤ۔" روشی بڑبڑائی۔ پھر جھلا کر کہا۔ "میں اب اس سے نہیں ملوں گی۔ تم خواہ مخواہ میرا وقت بھی برباد کر رہے ہو۔"

"اچھی بات ہے آج سے تم اپنا وقت برباد کرنا چھوڑ دو۔"

"نہیں اب میں تہمینہ کو چھوڑ کر نواب مشکور کی طرف توجہ دوں گی۔ اس نے تمہیں چیلنج کیا ہے کہ تم اس کے خلاف ثبوت فراہم کرو۔"

"لیکن تم اس کی طرف توجہ دے کر اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں فراہم کر سکو گی۔"

"کیوں۔"

"میرا خیال ہے کہ اس کے لئے بھی تہمینہ ہی مناسب رہے گی۔ اگر تہمینہ کے پاس اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہ ہوتا تو وہ تہمینہ کو ملانے کی کوشش کیوں کرتا۔ ظاہر ہے کہ یہی تہمینہ پرسوں تک اس کے خلاف زہر اگلتی پھر رہی تھی۔ لیکن کل تم نے اسے تہمینہ کی کوٹھی میں دیکھا اور اس کے بعد تہمینہ کا زاویہ بدل گیا۔ یعنی اب وہ سوچنے لگی ہے کہ ممکن ہے وہ غلطی پر رہی ہو۔"

"قرین قیاس ہے۔" روشی کچھ سوچتی ہوئی بولی اور پھر یک بیک اس کی آنکھیں چمکنے لگیں اور اس نے کہا۔ "اوہ ٹھیک یاد آیا۔ کل اس نے کیپٹن فیاض کو یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اور نواب مشکور آکسفورڈ میں کلاس فیلو رہ چکے ہیں۔ کیا پھر یہ ممکن نہیں ہے کہ نواب مشکور اسے چاہتا بھی ہو۔"

"ممکن ہے۔"

"اگر اس نے شبہات کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لئے یہ حرکت کی ہو تو اس پر حیرت بھی نہیں کی جا سکتی۔"

"زیادہ نہ سوچو اگر اسے شبہات ہی کو راستے سے ہٹانا تھا تو اتنا ہنگامہ برپا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بس ایک پاگل کتا چپ چاپ اسے کاٹ لیتا اور معاملہ جہاں کا تہاں رہ جاتا کیوں کہ کتے پاگل بھی ہو جاتے ہیں اور کاٹ بھی لیتے ہیں۔ کوئی نواب مشکور کی طرف انگلی بھی نہ اٹھا سکتا۔ لیکن یہ پاگل کتے جو صرف ایک مخصوص سیاسی پارٹی کے لیڈروں کو کاٹتے ہیں.... ہونہہ۔"

"کوئی اور ہی چکر ہے۔"

"کیا؟"

"ہوگا کچھ۔ ختم کرو۔ ہاں آج تم بالکل واہیات لگ رہی ہو۔"

"بس اب اٹھ جاؤ۔" روشی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"میں یہی چاہتا ہوں کہ تم خود ہی مجھے اٹھ جانے کو مشورہ دیا کرو۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔



اسی رات کو عمران نے بلیک زیرو کو فون کیا۔

"یس سر" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کوئی رپورٹ۔"

"بہت اہم جناب پانچ بجے شام سے اس وقت تک شہر کے مختلف حصوں میں کئی آدمی پاگل کتوں کے شکار ہو چکے ہیں۔"

"آدمی.... یا لیڈر۔"

"نہیں جناب۔ آدمی۔" بلیک زیرو نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

"یعنی ان لوگوں کا استقلال پارٹی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"جی نہیں۔ میں تصدیق کر چکا ہوں۔"

"اس سلسلے میں اور کوئی خاص بات۔"

"صرف ایک آدمی ایک خاص بات بتا سکا ہے۔"

"کیا۔"

"لیکن جناب میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ خاص ہی بات ہو گی۔"

"اوہ.... بکو بھی جلدی۔"

"اس نے بتایا کہ وہ ایک زرد رنگ کا رومال زمین سے اٹھا رہا تھا کہ ایک کتے نے اس کے ہاتھ جھپٹا مارا.... ہاتھ زخمی ہو گیا اور کتا رومال منہ میں دبا کر بھاگ گیا۔"

"اور دوسروں نے کیا بتایا۔"

"دوسروں تک میں دیر سے پہنچا ان پر کتوں کا زہر اثر کر چکا تھا لہٰذا ان سے کوئی بات معلوم کرنا بہت مشکل تھا۔"

"وہ پاگل ہو چکے تھے۔"

"جی ہاں۔" بلیک زیرو نے کہا۔ "رومال کی کہانی کافی شہرت پا رہی ہے۔ آپ پر بھی تو کوئی کتا جھپٹا تھا۔ آج شام کو اس کے سلسلے میں بھی رومال کی کہانی سنی گئی ہے۔ آپ اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے پائے گئے تھے لیکن کسی نے کتے کو ہلاک کر دیا اور کتے کے منہ میں ایک رومال دبا ہوا تھا۔"

"آہا.... تو کل کے اخبارات.... کافی دلچسپ ہوں گے۔"

"لوگ علانیہ نواب مشکور کو گالیاں دیتے پھر رہے ہیں۔"

"اوہ.... تب تو.... دیکھو بلیک زیرو.... اب بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"میں بالکل محتاط ہوں جناب۔"

"اور اب کل سے تمہیں شمشیر آزاد نہیں نظر آئے گا۔"

"کیوں؟"

"اب ضرورت ہی کیا ہے۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ پاگل کتے صرف سیاسی لیڈروں پر ہی کیوں جھپٹتے ہیں۔"

"رومال۔"

"ہاں.... رومال اگر تمہیں سڑک پر کوئی خوش رنگ اور صاف ستھرا رومال پڑا ہوا دکھائی دے تو تم اسے ضرور اٹھاؤ گے۔ میری جیب سے جو رومال برآمد ہوا تھا بہت خوش رنگ اور خوبصورت تھا۔ معطر۔ ریشمی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے استعمال ہی نہ کیا گیا ہو۔ وہ کتے زہریلے ہیں اور کوئی خاص قسم کی خوشبو اُن کو وقتی طور پر پاگل کر دیتی ہے۔ وہ اس مخصوص خوشبو والے رومال کو حاصل کرنے کے لئے لوگوں پر حملہ بھی کر دیتے ہیں ورنہ اگر وہ حقیقتاً پاگل ہوتے تو جو بھی سامنے پڑ جاتا ان کے پاگل پن سے محفوظ نہ رہتا لیکن میں نے دیکھا تھا کہ ایک کتا مجھ پر پاگلوں کی طرح حملے کرنے کے بعد رومال منہ میں دبا کر معمولی کتوں کی طرح بھاگتا چلا گیا تھا۔"

"جی ہاں۔ قطعی.... اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔"

"اچھا... بس۔" عمران نے کہا۔ "ہو سکتا ہے میں پھر تمہیں رنگ کروں لہٰذا جہاں ہو وہیں رہنا۔"

عمران سلسلہ منقطع کر کے نشست کے کمرے میں چلا گیا۔ وہ اپنے فلیٹ میں واپس آ گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد کیپٹن فیاض دھڑ دھڑاتا ہوا کمرے میں گھس آیا اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔

"میں اس لئے آیا ہوں کہ تم بھی اس معاملے میں دلچسپی لے رہے ہو۔ ہو سکتا ہے سر سلطان

نے تمہیں اس پر مجبور کیا ہو۔“

”قطعی یہی ہو سکتا ہے۔ سوپر فیاض.... پھر۔“

”میں نے آج ہی شام کو نواب مشکور سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنی کوٹھی میں موجود نہیں تھا۔“

”پہلے بھی کبھی مل چکے ہو۔“

”نہیں۔“

”پھر کیسے کام چلے گا۔ سوپر فیاض۔ تم اتنے دنوں سے تہمینہ کے لئے جھک مار رہے ہو لیکن نواب مشکور سے نہ مل سکے۔“

”مجھے یقین تھا کہ تہمینہ غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ نواب مشکور تو بہت شریف آدمی ہے۔“

”اب کیا خیال ہے۔“

”کیا بتاؤں سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ اس کے متعلق کیا نظریہ قائم کروں اور اب تو ان کتوں نے عام آدمیوں پر بھی حملے شروع کر دیئے تھے۔“

”بس تو پھر مزے کرو صاف ظاہر ہے کہ پہلے جو چار لیڈر ان کی زد میں آئے تھے وہ محض اتفاق تھا۔ ورنہ عام آدمیوں پر دانت صاف کرنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔“

”مگر رومالوں کی کہانی۔“

”ہاں۔ آں... میں نے بھی سنا ہے۔“ عمران نے لاپروائی سے کہا۔ ”لیکن یہ افواہ ہی ہو سکتی ہے۔“

”ہو سکتا ہے یہی بات ہو.... لیکن کیا تمہیں شہر کی حالت کا علم ہے۔“

”نہیں.... میں صبح ہی سے مقید ہوں۔ آج کل باہر نکلنے کی ہمت ہی نہیں پڑتی۔“

”اچھا ٹھہرو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔“ فیاض نے آگے بڑھ کر ریڈیو کھول دیا۔

کوئی ریکارڈ بج رہا تھا.... جیسے ہی وہ ختم ہوا.... آواز آئی۔

”اب آپ ایک اہم سرکاری اعلان سنئے۔“

پھر کچھ دیر بعد آواز آئی۔ ”ہر خاص و عام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ حکومت استقلال پارٹی کے پاگل کتوں والے اسٹنٹ کو تشویش کی نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ یہ حکومت کو بدنام کرنے کے لئے ایک اوچھی حرکت ہے۔ استقلال پارٹی کو ایک غیر قانونی جماعت بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن

حکومت اس قسم کا کوئی غیر جمہوری قدم اٹھانے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ نظم و ضبط برقرار رکھیں۔ حکومت ان واقعات کی تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی مقرر کر چکی ہے جس میں عوام کے نمائندے بھی شامل ہیں۔ آپ افواہوں پر کان نہ دیجئے۔ کسی پرامن شہری کو اس سلسلے میں مطعون نہ کیجئے۔ ایک بار پھر آگاہ کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی فرد کسی کے خلاف واضح ثبوت بہم پہنچائے بغیر اسے کسی قسم کا الزام دے گا تو اس کے خلاف سخت ترین قانونی کارروائی کی جائے گی۔“

کیپٹن فیاض نے ریڈیو بند کر کے کہا۔ ”ہر اٹھارہ منٹ کے بعد یہ اعلان دہرایا جارہا ہے۔ تم اسی سے اندازہ لگا سکتے ہو کہ شہر کی کیا حالت ہو گی۔“

”ہاں....“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”تو کیا.... نواب مشکور خطرے میں ہے۔“

”یقیناً.... مجھے خوف ہے کہ کہیں لوگ اس کی کوٹھی پر چڑھائی نہ کر دیں۔“

”لیکن اس کی حفاظت کے لئے کیا انتظام کیا گیا ہے۔“

”کوٹھی کے گرد سخت قسم کا پہرہ ہے۔“

”ٹھیک ہے اور تہمینہ نے بھی نواب مشکور سے سمجھوتہ کر لیا ہے۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔

”پتہ نہیں کیا چکر ہے۔“ فیاض اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔

”روشی بھی تو موجود تھی۔ اس نے نہیں بتایا۔“

”بتایا تو تھا مگر وہ نشے میں تھی اس لئے میں کم از کم اپنے کانوں پر اعتبار نہیں کر سکتا۔“

”کیا بتایا تھا۔“

”یہی کہ نواب مشکور بھی وہاں موجود تھا جب ہم دونوں پہنچے تھے۔“

”تب تو وہ یقیناً رہی ہو گی۔ فیاض کے ہونٹوں پر ایک پریشان سی مسکراہٹ نظر آئی۔

”مگر سوپر فیاض۔ کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا تھا جس نے پورچ کی سیڑھیوں پر ٹھوکر کھائی تھی۔“

”کیوں؟ ہاں دیکھا تھا۔“ فیاض بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

”اس کی ہوکنگ جارج ففتھ اسٹائل کی ڈاڑھی بھی دیکھی تھی۔“

”ہاں۔ ہاں.... کچھ بکو بھی۔“ فیاض جھنجھلا گیا۔

”تو پھر نواب مشکور کس جانور کو کہتے ہیں۔“

”نہیں۔“ فیاض بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو...... بیٹھو......!" عمران نے کہا۔ "سلیمان...... کپتان صاحب کے لئے چائے لاؤ۔"

"چائے کے بچے میں تمہیں مار ڈالوں گا۔" فیاض دانت پیس کر اسے گھونسہ دکھاتا ہوا بولا۔

"ایسے نہیں مروں گا، سوپر فیاض پہلے بیٹھ جاؤ۔ اپنے حواس درست کرو۔ آنکھیں ذرا نشلی .. پھر میری طرف اس طرح مسکرا کر دیکھو کہ میں اٹھ کر پانی پینے بھی نہ جاؤں۔"

"عمران خدا کے لئے سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"میں تمہاری ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔ سوپر فیاض۔"

"مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں۔"

"جو کچھ میں بتاؤں گا تم کبھی نہیں کرو گے۔"

"تم اگر کہو کہ میں سڑک پر کھڑا ہو کر گدھوں کی طرح چیخوں.... تو یہ کیسے کر سکوں گا۔"

208

"نہیں۔ تم ان چاروں لیڈروں کو حراست میں لے لو۔"

"ان پاگلوں کو۔"

"ہاں۔ ان پاگلوں کو۔"

"یار عمران.... کیوں؟"

"میں قطعی سنجیدہ ہوں، سوپر فیاض۔ ان چاروں کو حراست میں تو لے لو۔"

"یہ ایک مشکل کام ہے۔ حکومت پہلے ہی اعلان کر رہی ہے کہ وہ کوئی غیر جمہوری طریقہ نہیں اختیار کرے گی۔"

"حالات کا صحیح ادراک نہ تمہیں ہے نہ حکومت کو۔"

"لیکن تم یہاں اس سڑے سے فلیٹ میں بیٹھ کر شیخیاں بکھار رہے ہو۔" فیاض جلے کٹے لہجے میں بولا۔

"تم شوخیاں بکھارو کپتان فیاض۔ اگر میں یہیں شہید نہ ہو جاؤں تو مجھے باقاعدہ گولی مار دینا۔ ویسے اگر تم ان پاگلوں کو حراست میں نہیں لے سکتے تو اب یہاں سے دفع ہو جاؤ.... ورنہ میں تم پر فلٹ کی پچکاری مارنا شروع کر دوں گا۔"

"لیکن تم یہ مشورہ کیوں دے رہے ہو۔"

"کیونکہ انہیں یا تو پولیس کی حراست میں ہونا چاہئے، یا پاگل خانے میں۔"

"میں وجہ معلوم کئے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔"

"وجہ معلوم کر لو تب بھی تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ جب تم نواب مشکور کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے تو...."

"پھر وہی نواب مشکور۔"

"ہاں.... حقیقتاً نواب مشکور ہی ان مصیبتوں کی جڑ ہے۔"

"یعنی.... اب تہمینہ۔"

"ہاں۔ اب تہمینہ تم سے شادی کر لے گی۔" عمران چڑ کر بولا۔ "آخر تمہارے سر پر تہمینہ اس بُری طرح کیوں سوار ہے۔"

"تمہاری اوٹ پٹانگ باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"اگر سمجھ میں آنے لگیں تو تم بھی اسی سڑے ہوئے فلیٹ میں رہنا شروع کر دو۔ لہٰذا سمجھ میں نہ آئیں تو زیادہ بہتر ہے۔"

فیاض کچھ نہ بولا سلیمان چائے کی ٹرے میز پر رکھ رہا تھا۔ اس نے اشارے سے عمران کو بتایا کہ پرائیویٹ فون پر کسی کی کال ہے۔

"میں ایک منٹ میں آیا، فیاض.... ذرا باتھ روم تک جاؤں گا۔" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

پھر وہ اس کمرے میں آیا جہاں پرائیویٹ فون تھا۔

"ہیلو...." اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"صفدر اسپیکنگ سر۔"

"اوہ۔ کیا خبر ہے۔"

"مجھے ڈر ہے کہ کہیں بغاوت نہ ہو جائے۔ پاگل کتوں نے شہر میں بڑی ابتری پھیلا دی ہے۔ اس وقت تک پچھتر وارداتوں کی رپورٹس مل چکی ہیں اور رومالوں کی کہانی ہر ایک کی زبان پر ہے۔"

"تو بغاوت ہو جانے کا اندیشہ ہے۔"

"جی ہاں جناب! اکثر جگہوں پر تنویر چوہان اور نعمانی نے لوگوں کو مشورے کرتے ہوئے سنا ہے۔ اسکیم یہی ہے کہ نواب مشکور کے محل کے گرد حصار ڈالنے والے فوجیوں سے بھی نپٹ لیا جائے اور پھر محل میں چاروں طرف سے آگ لگا دی جائے۔"

"اوہ.... تمہیں یقین ہے کہ ایسا ہو جائے گا۔"

"حالات یہی کہہ رہے ہیں جناب۔"

"مجھے بڑا افسوس ہو گا اگر نواب مشکور جل کر مر گیا۔ اسے وہاں سے زندہ نکال لاؤ۔ ہر قیمت پر خواہ کچھ ہو۔"

"چاروں طرف فوج کا پہرہ ہے جناب۔"

"اس کے باوجود بھی تم اندر پہنچ سکو گے۔ تدبیر میں پہلے ہی سوچ چکا ہوں۔ کمانڈر انچیف کا جھنڈا استعمال کرو۔ مسلح کار تمہیں ہیڈ کوارٹر سے مل جائے گی۔ اس پر کمانڈر انچیف کا جھنڈا ہو گا۔ ہاں وہ کار تم کہاں چاہتے ہو۔"

"اوہ.... کیوں نہ وہیں جہاں ہم ہیں۔"

"ٹھیک ہے.... خاور سے کہو کہ وہ اپنے چہرے میں صرف گھنی اور اوپر کو چڑھی ہوئی مونچھوں کا اضافہ کر لے۔ اس طرح وہ دور سے کمانڈر انچیف ہی معلوم ہو گا۔"

"اوہ.... جی ہاں.... قطعی۔ میں تصور میں اسے کمانڈر انچیف ہی محسوس کر رہا ہوں۔"

"بس تیار ہو جاؤ۔ آرمڈ کار پہنچ جائے گی تم اسے نہایت اطمینان سے محل کے اندر لیتے جاؤ گے کوئی بھی حارج نہ ہو گا۔ لیکن دیکھو کار پر کمانڈر انچیف کا جھنڈا ضرور موجود رہے اور نواب مشکور کو باہر لانے کے لئے جو تدبیر مناسب ہو اختیار کرنا۔ مجھے تم پر اعتماد ہے۔"

"اس اعتماد کے لئے میں شکر گذار ہوں جناب۔"

"بس۔" عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا اور دوبارہ کسی کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔

"ہیلو.... کرنل شمشاد.... ایکس ٹو پلیز...." اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"ایک آرمڈ کار چاہئے۔ جس پر کمانڈر انچیف کا جھنڈا موجود ہو۔ یہ کار جیل روڈ کے کراسنگ پر پہنچنی چاہئے۔ جی ہاں شکریہ۔ پچیس منٹ کے اندر اندر.... بہت بہت شکریہ۔"

عمران سلسلہ منقطع کر کے پھر اس کمرے میں آ گیا جہاں کیپٹن فیاض اس کا منتظر تھا۔

اس نے چائے شروع کر دی تھی اور کچھ اس انداز میں پی رہا تھا جیسے چائے دانی میں چائے کی بجائے عمران کا خون رہا ہو اور سلیمان قریب ہی کھڑا ہوا اسے بتا رہا تھا کہ یہاں اس فلیٹ میں رات کو مچھروں کی فوج کس طرح یلغار کرتی ہے۔

عمران نے بھی بیٹھ کر چائے انڈیلی۔ سلیمان اسے دیکھتے ہی کھسک گیا۔ شاید وہ اسی لئے یہاں موجود تھا کہ فیاض کو باتوں میں لگائے رہے۔

"اچھا فیاض" عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "میں اب یہ کھیل ختم کرنے جا رہا ہوں۔ کیا تم اس کا ڈراپ سین دیکھنا پسند کرو گے۔"

"تم کون ہوتے ہو کھیل ختم یا شروع کرنے والے.... یہ معاملہ...."

"ٹھہرو۔ تمہیں اس پر افسوس نہ ہونا چاہئے کہ سرکاری نمک خوروں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ افسوس کر کے کرو گے بھی کیا۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ تم لوگ اپنی حدود سے قدم نہیں نکالتے۔"

"تم ہمیشہ سرکاری افسروں کے معاملات میں دخل انداز ہوتے رہتے ہو۔ یقین جانو کہ کسی دن تمہیں اس کے لئے بھگتنا پڑے گا۔"

"اچھا کیپٹن فیاض اب میں کھیل ختم نہیں کروں گا۔"

"تم جہنم میں جاؤ۔" فیاض اٹھ گیا۔

عمران نے اس بار اسے بیٹھنے کو نہیں کہا۔ لیکن یہ ضرور کہا کہ وہ اس وقت حقیقتاً اس کی مدد کرنا چاہتا ہے۔

"شکریہ۔" فیاض بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"

پھر وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔ عمران کو اس کے اس رویے پر حیرت تھی وہ حقیقتاً اس وقت اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا اور شاید اس کے قول کے مطابق کھیل بھی آج ہی ختم ہو جاتا اس وقت تک کیس کی باریک سے باریک رگ بھی عمران کے ہاتھ میں آ گئی تھی۔ اس نے عمران کی حیثیت سے بھی بہت کچھ دیکھا سنا تھا اور سیاسی لیڈر شمشیر آزاد کی حیثیت سے بھی۔ بس بکھری ہوئی کڑیوں کو یکجا کرنا باقی رہ گیا تھا۔ وہ اس وقت ہو گیا۔ یہ رات اور اس میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات بہت اہم تھے۔

وہ چائے ختم کر کے پھر اسی کمرے میں چلا گیا۔ جہاں پرائیویٹ فون تھا۔



کیپٹن فیاض بھی نرا گھامڑ ہی نہیں تھا اُسے یقین تھا کہ عمران کو جو کچھ بھی کرنا ہے آج ہی

کر گذرے گا۔ پھر عمران سے گفتگو کرنے کے بعد اس کے اس خیال کی تائید بھی ہو گئی تھی۔ مگر وہ بھی یہ جانتا تھا کہ عمران خود اس کی دال ہرگز نہ گلنے دے گا بلکہ اسے انگلیوں پر نچاتا ہوا اپنا اُلو سیدھا کر کے راستہ لے گا۔ پہلے بھی کئی بار وہ ایسی ہی حرکتوں کا مظاہرہ کر چکا تھا۔

لہٰذا آج کیپٹن فیاض نے اپنا اُلو سیدھا کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ وہ عمران کے فلیٹ سے نکل کر اس کار میں آبیٹھا، جو فلیٹ سے تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑی تھی۔ فلیٹ کی پشت والی گلی میں اس کا ایک ماتحت انسپکٹر زاہد موجود تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ اسی کار میں بیٹھا رہا اور کار وہیں کھڑی رہی۔

پھر یک بیک کار میں لگے ہوئے ٹرانسمیٹر سے آواز آنے لگی۔ "میں اس کا تعاقب کر رہا تھا جناب وہ موٹر سائیکل پر ہے اور اس وقت ہم دونوں حامد روڈ سے گذر رہے ہیں۔"

فیاض نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ ٹرانسمیٹر سے برابر آواز آ رہی تھی۔ "ہم حامد روڈ ہی پر جا رہے ہیں۔ آپ منٹو روڈ کے چوراہے سے زیدی اسٹریٹ میں مڑ جائیے۔"

فیاض اس وقت منٹو روڈ کے چوراہے سے قریب ہی تھا۔ اس نے اپنی کار زیدی اسٹریٹ میں موڑ دی۔ ٹرانسمیٹر سے آواز آ رہی تھی ہم سیدھے جا رہے ہیں.... اوہ.... دیکھئے وہ کلفٹن اسٹریٹ میں مڑ گیا.... جلدی کیجئے جناب....!"

"میں زیدی اسٹریٹ سے حامد روڈ پر نکل آیا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔" فیاض نے کہا۔

"بہت بہتر جناب۔ ابھی ہم کلفٹن اسٹریٹ ہی میں ہیں۔ ارے.... وہ ایک پتلی سی گلی میں مڑ گیا۔ اب بتائیے، میں آپ کو کیسے راستہ بتاؤں۔ میں بھی اسی گلی میں مڑ رہا ہوں یہاں کئی گلیاں ہیں۔ پتہ نہیں ہم دونوں کس گلی میں مڑے ہیں۔"

"تم گدھے ہو۔" فیاض جھلا کر چیخا۔ "وہ تمہیں اُلو بنا رہا ہے۔ تمہیں تعاقب کرنے کا بھی سلیقہ نہیں ہے۔ وہ محض یہ معلوم کرنے کیلئے گلیوں میں مڑ رہا ہے کہ اس کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔"

"جج.... جی ہاں۔" دوسری طرف سے مردہ سی آواز میں کہا گیا۔ پھر یک بیک کہا گیا۔ "ہم پھر سڑک پر آ گئے ہیں۔ یہ گریشم روڈ ہے۔ اوہ موٹر سائیکل ایک عمارت کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی ہے۔ ارے یہ تو شہاب فکری کی کوٹھی ہے۔"

"اچھا.... اچھا اب تم باہر ہی ٹھہرنا۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ عمران ہی تھا۔"

"جی ہاں۔ مم.... مگر میں نے اس کی شکل نہیں دیکھی۔ وہ اوور کوٹ اور فلٹ ہیٹ میں تھا۔

فلٹ ہیٹ چہرے پر جھکی ہوئی تھی اور اوور کوٹ کے کالر اٹھے ہوئے تھے۔ وہ عمران ہی کے فلیٹ سے برآمد ہوا تھا۔"

"خیر میں دیکھوں گا۔ تم وہیں ٹھہرو۔"

فیاض نے کار کی رفتار تیز کر دی۔ مگر وہ اب بھی اپنے ماتحت پر دانت پیس رہا تھا جلد ہی وہ گریشم روڈ پر پہنچ گیا۔ اسے دوسری کار شہاب فکری کی کوٹھی سے کچھ فاصلے پر نظر آئی۔ فیاض اپنی کار بھی ادھر ہی لیتا چلا گیا۔

"وہ اندر ہی ہے جناب۔" انسپکٹر زاہد اس کی کار کے قریب آ کر بولا۔

فیاض کار سے اُتر آیا تھا۔

"یہ شہاب فکری کی کوٹھی ہے مگر یہاں کون ہو گا۔ میں نے تو سنا تھا کہ اس کے اعزہ اسے کہیں اور لے گئے ہیں۔"

"نہیں جناب وہ چاروں پاگل شہر ہی میں ہیں۔ میں پہلے بھی آپ سے عرض کر چکا ہوں۔"

"کبھی نہیں بتایا تم جھوٹے ہو۔" فیاض کو غصہ آ گیا۔ "میں نے تو ان لوگوں کو چیک کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی۔ یہاں کتنے آدمی رہتے ہیں۔"

"صرف شہاب اور اس کا بھائی۔ دو ملازم ہیں۔ شہاب کا بھائی اس کی دیکھ بھال کے لئے آیا ہے۔ ورنہ پہلے صرف شہاب تنہا رہتا تھا۔"

"آوٹ۔" فیاض کوٹھی کی طرف بڑھتا ہوا بڑبڑایا۔ "پتہ نہیں وہ یہاں کیا کرنے آیا ہے۔"

کمپاؤنڈ میں اندھیرا تھا اور اس طرف کی ساری کھڑکیاں بھی تاریک پڑی تھیں۔ وہ بائیں بازو کی طرف نکل آئے۔ یہاں بھی اندھیرا تھا۔ مگر ایک عقبی کھڑکی میں انہیں روشنی نظر آ ہی گئی۔ وہ دونوں تیزی سے اس کی طرف بڑھے مگر وہ بے آواز چل رہے تھے۔

یہ ایک بڑے کمرے کی کھڑکی تھی۔ کمرے میں انہیں دو آدمی نظر آئے۔ ان میں سے ایک آدمی اپنے سامنے بوتل اور سوڈے کا سائفن رکھے شراب پی رہا تھا اور دوسرا آدمی خاموش بیٹھا تھا۔ دوسرے آدمی کو پہچاننے میں انہیں دشواری نہیں ہوئی۔ یہ شمشیر آزاد تھا۔ کیپٹن فیاض اسے استقلال پارٹی کے کئی جلسوں میں دیکھ چکا تھا۔

"دوسرا کون ہے۔" فیاض نے آہستہ سے پوچھا۔

"شہاب کا بھائی۔"

"تم بکواس کر رہے ہو میرے خدا یہ تو وہی ہے۔"

"کون۔"

فیاض کچھ نہ بولا۔

دفعتاً اندر سے شمشیر آزاد نے کہا۔ "اچھا اب میں چلوں گا۔ صرف شہاب صاحب کی خیریت دریافت کرنے آیا تھا۔"

"یہ بہت بُری بات ہے مسٹر آزاد کہ آپ پیتے نہیں ہیں کچھ دیر تو اور بیٹھئے۔ صاحب اوپر آرام کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ شاید اب وہ کبھی صحیح الدماغ نہ ہو سکیں۔ ویسے ان کے معالج تو بہت اطمینان دلا رہے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ اچھے ہی ہو جائیں۔ کیا میں اوپر جا کر انہیں دیکھ سکتا ہوں۔"

"نہیں انہیں نہ جگایئے مسٹر آزاد۔"

"اور اگر وہ قتل کر دیئے گئے ہوں تو...."

"کیا مطلب۔" وہ چونک پڑا اور ٹھیک اسی وقت ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ یہ بائیں جانب والے دروازے سے آیا تھا۔ فیاض اس پر نظر پڑتے ہی بُری طرح چونکا آنے والے کی آنکھوں پر سیاہ شیشوں کی عینک تھی مگر فیاض تو صرف اس لئے چونکا تھا کہ اس کی ڈاڑھی کنگ جارج ففتھ کی سی تھی۔

"آپ کی تعریف۔" شمشیر آزاد نے پوچھا۔

"میری تعریف" آنے والا ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا مسکرایا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ ایک بار مجھ سے مل چکے ہیں مسٹر عمران۔"

"ارے باپ رے۔" آزاد بلبلانے کے سے انداز میں بولا اور فیاض کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کیونکہ اس بار عمران نے اپنے مخصوص احمقانہ لہجے میں یہ جملہ ادا کیا تھا۔

"خبردار چپ چاپ کھڑے رہنا۔" فیاض نے آہستہ سے کہا۔ "آج میں اس کی حجامت بنتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ ویسے اب یہ دونوں بچ کر کہاں جائیں گے۔ کیا تم ڈاڑھی والے کو پہچانتے ہو۔"

"نہیں۔" انسپکٹر زاہد نے جواب دیا۔

"یہ نواب مشکور ہے اور دوسرا وہی غیر ملکی جاسوس ہو سکتا ہے جس کا فائیل عرصے تک میرے پاس رہا ہے۔ میں نے صدہا بار اس کی تصویر دیکھی ہے مگر پہلی نظر میں نہیں پہچان سکا تھا۔"

اندر ڈاڑھی والا عمران سے کہہ رہا تھا۔ "کیا تم میرے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے لئے یہاں سے نکل سکو گے۔"

"ہرگز نہیں اب تو میرا یہاں سے جنازہ ہی جائے گا۔"

"جنازے کی جھنجھٹ میں کون پڑے گا۔" ڈاڑھی والے نے خشک لہجے میں کہا۔ "ابھی تک میں صرف کتوں ہی پر تجربات نہیں کرتا رہا۔ میں تمہیں ربڑ جوڑنے کے سلیوشن میں بھی تبدیل کر سکتا ہوں۔"

"اور اگر اس سلیوشن میں شکر بھی ملا دی گئی تو وہ عمران کی جیلی کہلائے گی۔" عمران خوش ہو کر بولا۔

"خیر ہاں۔ یہ تو بعد کی باتیں ہیں مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے میرے خلاف کتنے ثبوت فراہم کر لئے۔" ڈاڑھی والے نے کہا۔

"ابھی تو ایک بھی نہیں۔ تم بہت چالاک ہو مشکل ہی سے ہاتھ آؤ گے مگر آج یہ معلوم ہو گیا کہ شاید تمہیں بھی کسی پاگل کتے نے کاٹ لیا ہے۔ آخر تم نے اپنے محل سے اس وقت نکلنے کی ہمت کیسے کی جب کہ لوگ بھوکے کتوں کی طرح تمہاری تلاش میں ہیں۔"

"میں انہیں کتا ہی سمجھتا ہوں اور کتوں کو اپنا غلام بنانا میری ہابی ہے.... میں جانتا ہوں کہ بھونکنے ہی والے کتے دم بھی ہلاتے ہیں.... آج وہ اگر مجھ پر بھونک رہے ہیں تو کل میرے پیچھے دم بھی ہلائیں گے۔"

"بالکل صاف بات ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری اصلیت کیا ہے۔"

"میں اصل السوس ہوں.... کھانسی بخار کے لئے بے حد مفید.... میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"ارے قصہ بھی ختم کرو۔" دوسرے آدمی نے میز پر ہاتھ مار کر کہا وہ اب بھی شراب پی

"ختم ہی سمجھو۔" ڈاڑھی والا بولا۔

"ذرا ایک منٹ" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کیا تم لوگ مجھے مار ڈالو گے۔"

"نہیں میں تمہیں ایک غزل سنا کر رخصت کر دوں گا۔ تاکہ تم باہر جا کر میرے لئے پھانسی کا پھندا تیار کرو۔"

"مرنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ میری ایک خواہش پوری ہو جائے۔"

"چلو منظور ہے۔" ڈاڑھی والا مسکرایا۔

لیکن ابھی عمران نے اپنی خواہش ظاہر کرنے کے لئے احمقانہ انداز میں پلکیں ہی جھپکائی تھیں کہ ایک آدمی بے تحاشہ اندر داخل ہوا.... اور عمران کے حلق سے ایک ڈری ڈری سی چیخ نکلی.... "بھبھ.... بھوت...."

اور کیپٹن فیاض کی حالت تو بیان سے باہر تھی۔ کیونکہ اب اسے ایک ہی شکل کے دو آدمی نظر آ رہے تھے۔ دو ڈاڑھیاں.... جو کنگ ففتھ کی ڈاڑھی سے مشابہ تھیں۔ فرق صرف اتنا سا تھا کہ دونوں کے لباس مختلف تھے اور ایک کی آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔ بعد میں آنے والا عینک میں نہیں تھا۔

اچانک عینک والے نے ریوالور نکال لیا۔

"خبردار" فیاض باہر سے دھاڑا۔ "تم میرے ریوالور کی زد پر ہو اپنا ریوالور زمین پر ڈال دو۔"

لیکن دوسرے ہی لمحے میں کوئی ٹھنڈی سی چیز کیپٹن فیاض کی گردن سے آ لگی اور کسی نے آہستہ سے کہا۔ "کپتان صاحب آپ خود ہی اپنا ریوالور جیب میں رکھ لیجئے۔ جہاں آپ کی ضرورت نہ ہو وہاں آپ کی موجودگی یقیناً گراں گذرے گی۔"

یہی حال انسپکٹر زاہد کا ہوا.... دونوں کے ہاتھوں سے ریوالور چھین لئے گئے۔

"یہ سیکرٹ سروس کا کیس ہے۔ کیپٹن فیاض۔ ویسے اگر تم صرف تماشا دیکھنا چاہو تو چپ چاپ کھڑے رہو۔ ہم نے آج کی رات عمران دی گریٹ کو کرائے پر حاصل کیا ہے۔"

فیاض ان دونوں کی طرف مڑا۔ کھڑکی سے آنے والی روشنی ان پر پڑ رہی تھی۔ وہ دونوں فوجی لباس میں تھے لیکن ان کے چہرے سیاہ نقابوں میں چھپے ہوئے تھے۔



عینک والا ریوالور کا رخ عمران کی طرف کئے ہوئے پیچھے ہٹ رہا تھا۔ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ اچانک ایک باوردی نقاب پوش دروازے میں نظر آیا۔ اور اس نے اس زور کی لات عینک والے کی کمر پر رسید کی کہ وہ اچھل کر اس آدمی پر جا پڑا جو کچھ دیر پہلے یہاں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر فرش پر ڈھیر ہو گئے۔

دوسرا ڈاڑھی والا دیوار سے ٹکا کھڑا انہیں حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

پھر وہ دونوں اٹھ کر عمران پر ٹوٹ پڑے۔ عمران کے ہاتھ میں واکنگ اسٹک تھی۔ اس کی پہلی ضرب شرابی کے سر پر پڑی اور وہ کسی تناور درخت کی طرح وہیں ڈھیر ہو گیا۔

ڈاڑھی والا رک گیا۔ اب اس کی آنکھوں پر عینک بھی نہیں تھی۔

"لمبا پلاٹ بنانے والے اسی طرح گڑھے میں گرتے ہیں۔ مسٹر شہاب فکری۔" عمران نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ "نواب مشکور اب بھی محفوظ ہیں۔ لیکن استقلال پارٹی کا بیڑہ ہمیشہ کے لئے غرق ہو گیا۔"

اتنے میں چار نقاب پوش کیپٹن فیاض اور انسپکٹر زاہد کو اندر لائے۔

"ہیلو.... سوپر فیاض۔" عمران چہک کر بولا۔ "میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ آج رات کو میں کھیل ختم کر دوں گا۔ میں چاہتا تھا کہ ڈراپ سین تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ لہٰذا تم یہاں موجود ہو۔"

"مگر تم نے جو کچھ بھی کیا ہے ان شریف آدمیوں کے لئے کیا ہے۔" عمران نے نقاب پوشوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اور یہ شریف آدمی براہِ رست محکمہ خارجہ کو جوابدہ ہیں۔"

فیاض کچھ نہ بولا۔ وہ ان دونوں ڈاڑھی والوں کو تیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"شہاب فکری کے چہرے سے ڈاڑھی الگ کر دو۔" عمران نے کہا اور ایک نقاب پوش نے آگے بڑھ کر اس کی ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالنا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ زمین پر تھا۔ شہاب فکری نے بجلی کی سی سرعت سے اسے اپنی پشت پر لاد کر نیچے پٹخ دیا۔ پھر اس نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ لیکن دروازے پر تو تینوں نقاب پوش اڑے کھڑے تھے۔ شہاب فکری ذرا ہی سی دیر

میں بے بس ہو گیا اور اس کی مصنوعی ڈاڑھی نوچ ڈالی گئی۔

"آپ تشریف رکھئے نواب صاحب۔" عمران نے نواب مشکور سے کہا۔

"یہ سب کیا ہے۔" نواب مشکور نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"یہ سب آپ کی موت کا سامان ہے.... کیا آپ نے مجھے نہیں پہچانا۔"

"تم شاید شمشیر آزاد ہو۔ میں نے کسی اخبار میں تمہاری تصویر دیکھی تھی۔"

"میں نے چڑیا چڑے کی کہانی نظم کرنے کی کوشش کی تھی۔ نواب صاحب مگر ڈاڑھی کے بغیر گاڑی نہیں چل سکی۔ لہٰذا یہ مختصر سی.... جی ہاں" عمران اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"اوہ۔ مسٹر علی عمران۔" نواب مشکور کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ شہاب کرسی پر بیٹھا ہانپ رہا تھا۔

"ہاں نواب مشکور.... مجھے افسوس ہے کہ پہلے میں نے ایک غلط راہ اختیار کی تھی۔ میں نے نہیں اختیار کی تھی بلکہ مجھے غلط راہ پر ڈالا گیا تھا۔ شاید میں غلط راہ پر نہ پڑتا اگر آپ کی شخصیت اتنی پُراسرار نہ ہوتی۔ میں نے آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آپ کے متعلق بعض حیرت انگیز باتیں اکثر سنی تھیں۔ لیکن آپ یقین کیجئے کہ جب تک.... آہا.... ٹھہریئے.... شاید.... وہ آگئی ہے۔ آپ حضرات براہِ کرم دوسرے کمرے میں چلے جایئے۔ جلدی کیجئے اور تم شہاب خاموشی سے بیٹھے رہو گے۔ ورنہ تم جانتے ہو کہ میں کیسا آدمی ہوں اور تم مر بھی گئے تو ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہوگی۔"

نقاب پوش بقیہ لوگوں سمیت دائیں جانب والے دروازے سے نکل گئے.... قدموں کی آواز قریب ہوتی جا رہی تھی۔ پھر تہمینہ کمرے میں داخل ہوئی۔

"ارے" اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا اور جھپٹ کر شہاب کے قریب آئی۔

"ہاں.... ہاں.... دور رہیئے۔ آپ کون ہیں.... یہ صاحب اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے۔ یہ دیکھئے" عمران نے بے ہوش آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ جواب بھی وہیں پڑا ہوا تھا اور اس کے سر کے نیچے کی زمین سرخ ہو گئی تھی.... شاید سر کی چوٹ گہری تھی۔

"مگر آپ انہیں ان کے کمرے سے کیوں نکال لائے۔" تہمینہ غصیلے لہجے میں بولی۔

"میں کیا کرتا.... محترمہ.... وہاں اس کمرے میں ان سے اس سے بھی بڑا پاگل پن سرزد ہونے جا رہا تھا۔ اس لئے میں مجبوراً انہیں اس کمرے میں گھسیٹ لایا.... یہ نواب مشکور بننے کی

کوشش کر رہے تھے۔ آپ خود سوچئے کہ یہ کتنا بڑا پاگل پن ہے۔"

"ختم کرو تہمینہ" دفعتاً شہاب بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "ہم ہار گئے۔ یہ شمشیر آزاد نہیں بلکہ عمران ہے۔"

"اوہ" تہمینہ اپنے ہونٹوں کو دائرے کی شکل میں لا کر رہ گئی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ اچانک یکے بعد دیگرے کئی فائروں کی آوازیں آئیں اور شہاب اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک زہریلی سی مسکراہٹ تھی اور وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"اب بتاؤ۔" اس نے کہا۔ "اب میں یہاں تنہا نہیں ہوں۔ میرے آدمیوں نے خطرے کی بو سونگھ لی ہے۔"

"پھر اس سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا۔" عمران نے حیرت ظاہر کی۔

"سور کے بچے۔" شہاب نے دانت پیس کر عمران پر چھلانگ لگائی۔ لیکن وہ عمران ہی ٹھہرا... تہمینہ بلبلا اٹھی۔ کیونکہ شہاب اسی سے آٹکرایا تھا اور عمران تو الگ کھڑا ہکلا رہا تھا....

"دو... دیکھو یہ کیا شرافت ہے.... اجی واہ.... عورتوں سے کشتی لڑتے ہوئے شرم نہیں آتی۔"

شہاب تہمینہ کو چیختا چھوڑ کر اٹھا.... اور عمران پر ایک کرسی کھینچ ماری۔

"کیوں فرنیچر برباد کر رہے ہو۔" عمران ایک طرف ہٹتا ہوا بولا اور کرسی دروازے سے گذرتی ہوئی دوسرے کمرے میں جا گری۔

باہر سے اب بھی فائروں کی آوازیں آ رہی تھیں اور ادھر شہاب دانت پیس پیس کر عمران پر حملے کر رہا تھا۔ عمران اپنی پرانی عادت کے مطابق اسے صرف تھکا رہا تھا۔ خود اس نے ایک بار بھی اس پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ لیکن وہ تہمینہ کی طرف سے غافل ہو گیا تھا۔ اُدھر تہمینہ فرش پر دوزانو بیٹھی ہوئی بے ہوش آدمی کی جیبیں ٹٹول رہی تھی۔ اچانک اس نے اس کی جیب سے ایک پستول نکال کر عمران پر فائر جھونک مارا.... عمران شاید غفلت میں مار بھی لیا گیا ہوتا۔ مگر تہمینہ نے غالباً اپنی زندگی میں پہلی بار پستول ہاتھ میں لیا تھا.... گولی عمران کے نہیں لگی اور وہ ہاتھ ہلا کر دھاڑا.... "ارے کیا تم بھی کسی پاگل کتے کا شکار ہو گئی ہو۔"

شاید عمران کا خیال درست تھا۔ وہ حقیقتاً ہوش میں نہیں معلوم ہوتی تھی۔

اس نے دوسرا فائر کر دیا اور شہاب کے حلق سے ایک کریہہ سی چیخ نکلی۔ دوسرے ہی لمحے

میں وہ لڑکھڑاتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

اتنے میں عمران کی واکنگ اسٹک تہمینہ کی کلائی پر پڑی اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔

شہاب فرش پر پڑا ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ عمران نے جھپٹ کر پستول اٹھاتے ہوئے کہا۔ "شہاب تم مرو گے نہیں اطمینان رکھو کیونکہ گولی شاید تمہاری ران میں لگی ہے۔"

تہمینہ کسی بھوکی شیرنی کی طرح عمران پر ٹوٹ پڑی۔

"ارے بچاؤ...." عمران حلق پھاڑ کر دھاڑا اور دو نقاب پوش دوڑتے ہوئے کمرے میں گھس آئے۔ لیکن یہ مضحکہ خیز سچویشن ان کی دلچسپی کا باعث بن گئی اور انہوں نے دور ہی سے ہنسنا شروع کر دیا۔ عمران تہمینہ کے حملوں سے بچنے کے لئے ڈری ڈری سی آواز نکالتا ہوا سارے کمرے میں چکراتا پھر رہا تھا اور تہمینہ کے حلق سے گالیوں کا طوفان امنڈ رہا تھا۔

پھر کچھ دیر بعد وہ بھی چکرا کر گری اور بے ہوش ہو گئی۔

"ہائیں.... یہ سناٹا کیسا؟" عمران آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "کیا تمہیں شکست ہو گئی۔"

"وہ صرف دو ہی تھے۔ انہیں قابو میں کر لیا گیا ہے۔" نقاب پوش نے کہا۔

عمران کچھ سوچنے لگا۔



وہ رات آج بھی شہر والوں کو یاد تھی۔ حالانکہ وہ ہنگامے اب ختم ہو چکے تھے۔ لیکن اس رات کا ایک ایک واقعہ لوگوں کے دلوں پر نقش ہو گیا تھا۔ عوام کس بری طرح جھلائے ہوئے تھے اور گلی کوچوں میں کتے راہگیروں کو بھنبھوڑتے پھر رہے تھے۔ وہ منظر تو بڑا ڈراؤنا تھا جب بپھرے ہوئے لوگوں نے نواب مشکور کے محل پر حملہ کیا تھا۔ فوجیوں کی رائفلیں بھی انہیں روکنے میں ناکام رہی تھیں اور محل میں آگ لگا دی گئی تھی۔ حملہ آور مسلح تھے اور وہ فوج کا حصار توڑ کر محل میں گھستے چلے گئے تھے پھر انہوں نے بڑی تباہی مچائی جو بھی سامنے پڑا اسے گولی مار دی گئی۔ بڑی توڑ پھوڑ ہوئی تھی اور اس کے بعد محل شعلوں کی لپیٹ میں گھرا ہوا نظر آنے لگا تھا۔ مگر اسی رات کو عمران نے وہ کارنامہ سر انجام دیا تھا جسے شائد آئندہ نسلیں بھی یاد رکھیں۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ

کسی نے اس کا نام تک نہ لیا ہو۔ اخبارات نے کیپٹن فیاض اور محکمہ خارجہ کی سیکرٹ سروس کی مشترکہ کوششوں کو سراہا تھا اور یہ سب کچھ عمران ہی کے ایماء پر ہوا تھا۔ حکومت کی طرف سے صرف یہ اعلان ہوا تھا کہ ایک بہت بڑی سازش کا انکشاف ہوا ہے اور وہ لوگ گرفتار کر لئے گئے ہیں جو اس کے ذمہ دار تھے۔ نواب مشکور بے داغ ثابت ہوئے ہیں۔ ایک غیر ملکی جاسوسوں کا گروہ عرصہ سے یہاں سرگرم عمل تھا اور یہاں اس کی موجودگی کا صرف یہی مقصد تھا کہ موجودہ حکومت کا تختہ الٹ کر استقلال پارٹی کو برسر اقتدار لایا جائے شہاب فکری جس نے پاگل پن کا ڈھونگ رچایا تھا دراصل اس گروہ کا سرغنہ تھا۔

لوگ مزید تفصیلات کے لئے بے چین تھے۔ لیکن ابھی تک اس سلسلے میں کوئی واضح اعلان نہیں کیا گیا تھا۔

عمران کو اب فرصت ہی فرصت تھی اور کیپٹن فیاض تو آج کل اس پر بری طرح نثار ہو رہا تھا کیونکہ اس بار عمران نے اس کا حصہ نکالنے میں فیاضی سے کام لیا تھا۔ سیکرٹ سروس والوں کے ساتھ ہی ساتھ کیپٹن فیاض کی شان میں بھی اخبارات نے کافی قصیدہ خوانی کر دی تھی۔ لیکن اگر عمران یہ نہ چاہتا تو شاید کیپٹن فیاض کا کوئی نام بھی نہ لیتا۔ بہرحال آج کل وہ عمران سے بے حد خوش تھا اور اپنا زیادہ تر وقت عمران کے فلیٹ ہی میں گزارتا تھا۔ لیکن اس وقت تو اس کے فلیٹ میں نواب مشکور بھی موجود تھا اور عمران کہہ رہا تھا۔ "یہ ایک لمبی داستان ہے نواب صاحب.... جی ہاں آپ کا خیال درست ہے۔ وہ کتے جنہوں نے تین لیڈروں پر حملہ کیا تھا حقیقتاً زہریلے تھے اور ایک خاص قسم کی بو انہیں حملہ کرنے پر مجبور کرتی تھی۔ شہاب کی کوٹھی سے وہ سیال بھی کافی مقدار میں برآمد ہوا ہے جس کی بو کتوں کو جھپٹنے پر مجبور کرتی تھی۔

یہ پلاٹ محض اس لئے بنایا گیا تھا کہ اس سلسلے میں آپ بدنام کئے جا سکیں لوگوں کی توجہ ان کتوں کے سلسلے میں آپ پر مبذول کرانے کے لئے تہمینہ استعمال کی گئی تھی.... اور سنئے محض آپ ہی کی ذات نہیں تھی جس نے میری رہنمائی کی۔ اگر میں صرف آپ کے متعلق چھان بین نہ کرتا تو میری رسائی ان غیر ملکی جاسوسوں تک ہرگز نہ ہو سکتی تھی۔ جب میں نے آپ کے متعلق بہت زیادہ چھان بین کی تو مجھے معلوم ہوا کہ موجودہ حکومت صرف آپ ہی کی ذات ہے۔ آپ ہی کی ذہانت موجودہ حکومت کو چلا رہی ہے۔ ساری پالیسیاں آپ ہی مرتب کرتے ہیں اور

عوام کے منتخب کئے ہوئے نمائندے ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور مجھے اس تفتیش کے دوران میں یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک بڑی طاقت آپ کے بین الاقوامی رجحانات کو پسند نہیں کرتی اور چاہتی ہے کہ استقلال پارٹی کو برسر اقتدار لایا جائے۔ بس اتنا معلوم ہوتے ہی خود بخود ساری گرہیں کھلتی چلی گئیں۔ مجھے وہ رات یاد آئی جب ہائی سرکل نائٹ کلب میں ایک کتا پنگ پانگ کی میز پر کودا تھا اور میں اس کا تعاقب کرتا ہوا اس آدمی تک پہنچا تھا جس نے اس کتے کو ہلاک کیا تھا۔ وہ آدمی یہی چاہتا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جائے۔ بہر حال ان حالات میں ہر شخص وہی کرتا جو میں نے کیا۔ اسی دوران میں تہمینہ اپنے شبہات کا اظہار کرنے لگی۔ وجہ اس نے یہ بتائی تھی کہ وہ شہاب سے محبت کرتی ہے۔ ان لوگوں کو علم تھا کہ میں اکثر پولیس کے لئے کام کرتا رہتا ہوں لہٰذا انہوں نے اس جال کو پھیلانے کے لئے اور محکمہ سراغرسانی کے سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض کو گھسیٹنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہو گئے۔ شہاب شاید پاگل پن کا ڈھونگ نہ رچاتا مگر دشواری یہ تھی کہ اس کے بغیر آپ کے خلاف پروپیگنڈا نہ ہو سکتا۔ کیونکہ پروپیگنڈا اسے تہمینہ کے ذریعہ کرانا تھا۔ جو ہر کس و ناکس کو اپنے عشق کی داستان سنا کر آپ کے خلاف اپنے شبہات کا اظہار کرتی۔ شہر کے اونچے طبقے میں پہلے ہی سے شہاب اور تہمینہ کے تعلقات کے بارے میں چہ میگوئیاں ہوتی رہی تھیں۔ بہر حال شہاب بعض اوقات اسی لئے آپ کے میک اپ میں رہا کرتا تھا کہ تفتیش کرنے والوں کو غلط رستے پر ڈالا جا سکے۔ ان لوگوں کی اسکیم کے مطابق استقلال پارٹی نے عوام کی زیادہ سے زیادہ ہمدردیاں حاصل کر لیں اور لوگ آپ کے دشمن بھی ہو گئے۔ شہاب اور اس کے ساتھی یہی چاہتے تھے کہ عوام ہی آپ کو ختم کر دیں اور اگر حکومت سختی کرے تو لگے ہاتھ بغاوت بھی کرا دی جائے۔ اس طرح موجودہ حکومت کا تختہ الٹ کر ایک ایسی حکومت بنائی جائے جو اس بڑی طاقت کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہوتی۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ پاگل کتے عام آدمیوں پر بھی حملے کرنے لگے ہیں تو مجھے یقین ہو گیا کہ اب آپ پر ضرور ہاتھ صاف کیا جائے گا۔ لہٰذا میں نے آپ کو محل سے نکلنے کا انتظام کیا۔ دوسری دلچسپ بات یہ ہے کہ شہاب اور اس کے ساتھی یہ بھی جانتے تھے کہ میں شمشیر آزاد ہوں۔ لیکن انہیں اس کا علم نہیں تھا کہ میں آپ کے پیچھے لگنے کے بجائے خود انہیں کی فکر میں ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ جس کتے نے مجھ پر حملہ کیا تھا زہریلا نہیں تھا۔ لیکن تھا وہ انہیں لوگوں کا پالتو کتا۔ ورنہ اسے ختم کیوں کر دیا گیا تھا۔ اگر وہ اسے ختم نہ کر دیتے

تو شاید وہی کتا مجھے ان کی کمین گاہوں تک بھی پہنچا دیتا۔ ہاں تو وہ لوگ دراصل اتنے پاپڑ اس لئے بیل رہے تھے کہ آپ کے خلاف رائے عامہ خراب کی جا سکے۔ رومال کا قصہ میرے علم میں لا کر وہ مجھے باور کرانا چاہتے تھے کہ وہ کتوں پر کسی قسم کا نیا تجربہ تھا اور ظاہر ہے اس شہر میں نت نئے تجربات کرنے والا آپ کے علاوہ اور کون تھا۔

نواب مشکور نے ایک طویل سانس لی اور عمران کو تعریفی نظروں سے دیکھنے لگا۔ عمران پھر بولا۔ ”وہ خوشبودار سیال ایک عجیب و غریب ایجاد ہے جس کی بو پر کتے اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ ہر قسم کے کتوں پر اس سیال کی بو یکساں طور پر اثر انداز ہوتی ہے۔ پہلے میں یہ سمجھا تھا کہ شائد وہ بعض تربیت یافتہ کتوں ہی کے لئے مخصوص ہو گی۔ لیکن اب یہ خیال بدلنا پڑا ہے۔“

”کیوں....!“ نواب مشکور نے سوال کیا۔

”کیونکہ عام آدمیوں میں سے صرف چند لوگ پاگل ہوئے ہیں۔ بقیہ بالکل ٹھیک ہیں ممکن ہے پاگل ہو جانے والوں کو ان کے مخصوص کتوں نے کاٹا ہو۔ ہاں وہ لوگ جو پاگل نہیں ہوئے تھے ان کے بیانات کا لب لباب یہ تھا کہ ان سبھوں نے راہ چلتے ہوئے اپنے لباس میں ایک عجیب قسم کی خوشبو محسوس کی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ کسی ایسے مقام پر ان کے لباس میں خوشبو لگائی گئی ہو جہاں بھیڑ رہی ہو اور ان کا بیان ہے کہ حملہ کرنے والے کتے دیسی ہی تھے۔ ویسے میں نے عام کتوں پر اس کا تجربہ کیا ہے۔“

”وہ تینوں لیڈر بھی۔“ نواب مشکور کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

”میرا خیال ہے کہ ان کا کیس غلط نہیں ہے۔ وہ سچ مچ پاگل ہو گئے ہیں۔“

نواب مشکور کچھ نہ بولا۔ شاید وہ کوئی سوال مرتب کر رہا تھا۔

”بہر حال۔“ عمران کچھ دیر بعد بولا۔ ”استقلال پارٹی تو ڈوب ہی گئی۔“

”ہاں.... آں....!“ نواب مشکور نے پھر ایک طویل سانس لی اور جیب سے چیک بک نکالی۔

پھر اس نے ایک چیک لکھ کر پھاڑا اور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”تیس ہزار“ عمران نے حیرت سے کہا۔ ”مگر کیوں؟ یہ کیوں؟ نہیں جناب مجھے افسوس ہے میں نے یہ کام محکمہ خارجہ کے لئے کیا تھا اور اس کا معقول معاوضہ وصول کر چکا ہوں۔ لہٰذا یہ رقم

میرے لئے قطعی ناجائز ہوگی۔"

"یہ تو تمہیں لینے ہی پڑیں گے۔"

"نہیں جناب۔ اس صورت میں تو آپ سے زبردستی ہی وصول کرتا۔ اگر آپ کے خلاف میں نے ثبوت فراہم کئے ہوتے یقین کیجئے کہ میں آپ سے پندرہ ہزار وصول کئے بغیر آپ کو پولیس کے حوالے نہ کرتا۔ یاد ہے نا آپ کو.... آپ نے مجھے چیلنج کیا تھا۔"

"مجھے یاد ہے۔" نواب مشکور نے مسکرا کر کہا۔

"بس تو آپ جیتے میں ہارا۔" عمران دردناک آواز میں بولا۔

نواب مشکور نے زبردستی چیک عمران کی جیب میں ٹھونس دیا۔

﴿ختم شد﴾